﴿یَهْدِیْ إِلَی الْحَقِّ وَإِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

ہادیہ

شرح

کافیہ

شارح

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

ناشِر

مکتبہ حجاز دیوبند

تفصیلات

نام کتاب : ہادیہ شرح کافیہ

تالیف : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

کمپیوٹر کتابت : روشن کمپیوٹر محلّہ اندرون کوٹلہ دیوبند (222086)

اشاعت اول : رجب المرجب سنہ ۱۴۲۷ ہجری

ناشر : مکتبہ حجاز نزد جامع مسجد دیوبند (09358914948)

مطبوعہ : ایچ، ایس، آفسیٹ پرنٹرز، دریا گنج، نئی دہلی

Ph.No. 23244240

ملنے کے پتے

مکتبہ حجاز نزد جامع مسجد دیوبند

الامین کتابستان مدنی منزل دیوبند

فہرست مضامین

بحث اسم

مرفوعات کا بیان

منصوبات کا بیان

مبنیات کا بیان

بحث فعل

بحث حرف ۳۰۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چند باتیں

کافیہ: علم نحو کا مشہور و مقبول متن ہے۔ اس کی عبارت آسان اور سلیس ہے۔ اس میں فن نحو کے تمام ضروری مسائل سمو لئے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا ہے: ''کافیہ کافی است باقی دردِ سر!'' یعنی اس میں فن کے تمام ضروری مسائل آ گئے ہیں، اس سے زائد کی چنداں ضرورت نہیں۔

مگر اس آسان متن کو طریقۂ تدریس نے مشکل بنا دیا ہے۔ کافیہ: صرف مسائل کی کتاب ہے، جیسے ''قدوری'' صرف مسائل کی کتاب ہے، دلائل کے لئے ہدایہ ہے، اسی طرح یہاں بھی دلائل کے لئے شرح جامی ہے۔ مگر اساتذہ کافیہ میں صرف مسائل پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ دلائل، حقائق، دقائق اور نکات تک بیان کرتے ہیں۔ ظاہر ہے جو بچہ نفس مسئلہ ہی نہیں سمجھا وہ دوسری باتوں کا تحمل کیسے کر سکتا ہے۔ پھر کتاب اس انداز سے چھپی ہوئی ہے کہ اس میں ''معالِم طریق'' نہیں۔ ایک جنگل ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا کہ بات کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی۔

کافیہ کی اصل زمخشری رحمہ اللہ کی ''مفصل'' ہے، اسی کو ابن حاجب رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ مفصل میں کوئی خاص ترتیب نہیں۔ علمِ صرف کے مسائل بھی اس میں شامل ہیں اور امثلہ میں تو ایسے اشعار پیش کئے ہیں جن کو حل کرنا کارے دارد! عرب طلباء تو اس سے استفادہ کر سکتے ہیں مگر عجمی طلباء کے بس کی وہ کتاب نہیں۔ اللہ تعالیٰ ابن حاجب رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انھوں نے مفصل کو مرتب کر دیا،

ضروری مثالیں باقی رکھیں، باقی مثالیں حذف کردیں، صرف کے مسائل کو چھوڑ دیا اور جو مسائل تشنہ تھے ان کی تکمیل کی اور اس طرح ایک نہایت آسان متن تیار کردیا۔

❁ ❁ ❁

امسال میرے دولڑکے مجھ سے کافیہ پڑھ رہے ہیں: ایک مولوی احمد سعید پالن پوری ہیں۔ یہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں اور جامعۃ الشیخ میں مدرس ہیں۔ دوسرے: عبداللہ سعید پالن پوری ہیں جو عربی سوم کے طالب علم ہیں۔ اول کے لئے تو کافیہ مشکل نہیں مگر دوم کے لئے سنگ گراں تھی۔ میں نے اس کی ضرورت کے لئے پہلے کتاب کو مفصل و مرقّم کیا۔ عنوانات بڑھائے۔ پیرے قائم کئے اور مسائل وقواعد کو جدا جدا کیا۔ میں نے کتاب میں نہ ایک حرف بڑھایا ہے نہ گھٹایا ہے، جو کچھ بڑھایا ہے وہ ایسی دوکھڑی قوسوں [ ] کے درمیان ہے۔ اس سے کتاب نہایت آسان ہوگئی۔

پھر میں نے اردو شرحوں پر نظر ڈالی تو ان میں بھی وہ سب مضامین پائے جو کافیہ میں غیر ضروری ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ اس کی شرح بھی لکھ دوں۔ اور اس میں صرف مسائل کا تذکرہ کروں۔ نفس کتاب سمجھاؤں اور غیر ضروری دلائل سے تعرض نہ کروں۔

اب یہ شرح آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میرا کافیہ پڑھانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک طالب علم مسئلہ پڑھتا ہے۔ اس کی عبارت صحیح کرلیتا ہے۔ پھر سب طلباء مل کر اس عبارت کو تین مرتبہ پڑھتے ہیں، پھر میں اس مسئلہ کی تشریح کرتا ہوں اور طلبہ سے اپنی بات دہرواتا ہوں۔ جب مسئلہ سب کے ذہن نشین ہوجاتا ہے تو ترجمہ کراتا ہوں۔ پھر سب طلبہ اس عبارت کو تین مرتبہ صاف بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ اس سے عبارت رواں ہوجاتی ہے اور جو طالب علم اسکو حفظ کرنا چاہتا ہے اس کے لئے آسانی ہوجاتی ہے۔

پہلے لوگ کافیہ حفظ کرتے تھے، میرے استاذ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب جموی قدس سرہ (امام النحو والمنطق) استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور نے کافیہ حفظ کی

تھی۔اور فرمایا کرتے تھے کہ میں روزانہ سونے سے پہلے پوری کافیہ پڑھ کر سوتا تھا۔ یہ مختصر متن ہے ایک گھنٹہ میں آسانی سے پڑھا جاسکتا ہے۔

غرض کتاب کو سمجھنا اوراس کے مضامین کو یاد کرنا ضروری ہے۔اگر سمجھا نہیں تو طوطے کی طرح رٹنے سے کیا فائدہ اور سمجھ گیا مگر یاد نہیں کیا تو وہ نقش برآب ہوکر رہ جائے گا۔اس لئے میں نے کتاب یاد کرنے کے لئے ہر بحث کے بعد"مشقی سوالات" بڑھائے ہیں،اس میں کافیہ کے تمام مسائل کا احاطہ کیا ہے۔اساتذہ ان مشقی سوالات کی مدد سے بار بار کتاب یاد کرائیں اور تعریفات اور ضروری قواعد کی عربی عبارتیں حفظ کرائیں،اور ہر مسئلہ مثال کے ساتھ یاد کرائیں۔کتاب میں جو مثالیں نہیں تھیں وہ شرح میں بڑھائی گئی ہیں،کوئی مسئلہ بے مثال نہیں رہنے دیا۔اس سے کتاب بہت آسان ہوگئی ہے۔اگر طلبہ نے کافیہ سمجھ لی اوراس کو خوب یاد کرلیا تو مجھے امید ہے کہ ان کو بے حد نفع ہوگا اوران کا کافیہ پڑھنے کا مقصد پورا ہوگا۔اللہ تعالیٰ طلباء کی دستگیری فرمائیں اوران کے لئے منزل یابی کی راہ آسان فرمائیں(آمین)

البتہ تین باتیں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کے بغیر منزل تک رسائی مشکل ہے:

پہلی بات: طلبہ کی استعداد کتاب اور درجہ کے مطابق ہونی چاہئے۔اگر ان کی استعداد فروتر ہوگی تو ان میں تخم عمل ضائع ہوگا۔بیچارہ محنت کر کے تھک جائے گا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔آج کل اہل مدارس طلبہ پر ظلم کرتے ہیں کہ وہ جو درجہ مانگتا ہے دیدیتے ہیں وہ اس کو حسن سلوک سمجھتے ہیں۔حالانکہ یہ طالب علم کی زندگی کو تباہ کرنا ہے۔طلبہ کو خود بھی چاہئے کہ معرفت خودی سے کام لیں۔جلدی آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔بلکہ استعداد کے مطابق چلیں تو کامیاب ہونگے،ورنہ ضیاع وقت کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

دوسری بات: استاذ کتاب پر قابو یافتہ ہونا چاہئے،اگر خود استاذ کو کتاب یاد نہیں تو اس کا طالب علم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔فن کی مہارت الگ چیز ہے یہ ہر ایک کے

بس کی بات نہیں۔ امام النحو تو صدیوں میں کوئی پیدا ہوتا ہے، مگر زیرِ درس کتاب پر حاوی ہونا ہر مدرس کے لئے ضروری ہے، اس کے بغیر کوئی مدرس کامیاب درس نہیں دے سکتا۔ جب استاذ کو کتاب یاد ہوگی تو وہ کسی بھی وقت کوئی بھی مسئلہ دریافت کرسکتا ہے۔ اور استاذ کو چونکہ ہر سال یا کئی سال تک کتاب پڑھانی ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے یہ بات کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ مگر آج کل اساتذہ سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ مطالعہ کرکے پڑھادیتے ہیں پھر خود ہی بھول جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ طلبہ کو بالیاقت نہیں بناسکتے۔ اس لئے اس طرف خصوصی توجہ ضروری ہے۔

تیسری بات: طالب علم کی محنت درکار ہے۔ محنت کے بغیر کوئی کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگر استاذ کے بس کی بات ہوتی تو وہ ہر شاگرد کو باکمال بنادیتا، کسی کو کم تر نہ رہنے دیتا۔ مگر یہ بات طالب علم کی محنت پر موقوف ہے اور محنت تین باتوں کا نام ہے: خواندہ یاد کرنا، آگے مطالعہ کرکے سبق میں جانا اور سبق میں بات سمجھنے کی اور کتاب حل کرنے کی پوری کوشش کرنا۔ اگر ان تین باتوں کی طالب علم گارنٹی دیدیتے تو میں اس کو علم کی ضمانت دیتا ہوں۔ وہ ضرور عالم ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو علم سے حظّ وافر عنایت فرمائیں گے۔

اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ اب کافیہ اتنی آسان ہوگئی ہے کہ درجاتِ عالیہ کے طلبہ از خود بھی اس کو حل کرسکتے ہیں اور یاد کرسکتے ہیں۔ وہ بے اندازہ نہ چلیں۔ مطالعہ کی ایک مقدار متعین کرلیں اور شرح کی مدد سے اس کو حل کرلیں پھر اس کو یاد کریں۔ متعلقہ متن بھی یاد کرلیں تو نورٌ علی نور اور خیرٌ علی خیر۔ وہ ایک سال میں پوری کافیہ پر قابو پاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نونہالوں کو ہمت مردانہ عطا فرمائیں اور ان کو دین سیکھنے کے لئے مر مٹنے کا حوصلہ عطا فرمائیں اور ان کو کامیابی سے ہم کنار فرمائیں (آمین)

کتبہٗ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند - ۷/ رجب ۱۴۲۷ھ

اربابِ مدارس سے دوگذارشیں

پہلی گذارش:الکافیۃُ فی النحو: یعنی وہ کتاب جوعلم نحو میں کافی وافی ہے۔ یہ ایک اسم بامسمی متن ہے۔ اگر طالب علم یہ کتاب محفوظ کرلے تو بیڑا پار ہے، عربی زبان کے لئے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں، بلکہ کافیہ کے بعض مسائل بھی ضرورت سے زائد ہیں۔ مگر مدارس عربیہ میں اس کو پڑھانے کا طریقہ صحیح نہیں۔ رائج طریقہ خراسان اورافغانستان کے علماء نے چلایا ہے۔انھوں نے ''تحریر سنبٹ'' جیسی کتابیں لکھیں اوران کی روشنی میں کافیہ پڑھانے کا طریقہ چل پڑا۔ سوال وجواب، حقائق ودقائق اورنکات بیان کرنے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اوراصل مسائل ذہن سے اوجھل ہوگئے۔ضرورت ہے کہ کافیہ کا طریقۂ درس بدلا جائے۔کافیہ میں صرف مسائل فہمی کی جائے اوران کوخوب یادکرایا جائے،متعلقہ عبارتیں بھی حفظ کرادی جائیں تواستعداد میں چارچاندلگ جائیں گے۔

اساتذہ تمرین کے لئے مثالیں بڑھائیں اس شرح میں ہر بحث کے بعد ''مشقی سوالات'' دیئے گئے ہیں۔ان میں پوری کتاب کا احاطہ کرلیا ہے۔ان کے جوابات کماحقہ یادکرادیئے جائیں تو پوری کتاب قابو میں آجائے گی ——— اور ممتحن حضرات بھی اسی کی روشنی میں امتحان لیں۔حقائق ودقائق اوردلائل ونکات دریافت نہ کریں۔ان کامحل آگے ''شرح جامی'' ہے۔اگرکتاب اس طرح پڑھائی جائے گی تو امید ہے کہ طلبہ کوزیادہ فائدہ ہوگا۔

دوسری گذارش: علم صرف: علم نحو سے زیادہ مشکل ہے۔مگراس کی تعلیم کا

طریقہ بھی عربی مدارس میں صحیح نہیں۔ ہم عربی کا علم صرف اردو اور فارسی کتابوں کے ذریعہ پڑھاتے ہیں۔ عربی علم صرف کی کوئی کتاب ہمارے نصاب میں شامل نہیں۔ نصاب کی آخری کتابیں علم الصیغہ اور فصول اکبری ہیں۔ پہلے مراح الارواح، جار بردی اور شافیہ پڑھاتے تھے۔ اب سب کو رخصت کر دیا گیا ہے۔ پھر صرف کی تعلیم عربی دوم وسوم میں ختم کردی جاتی ہے، جبکہ ابھی بچے کا شعور بالغ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس طرف بھی توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے کہ نصاب میں علم صرف کی عربی کتابیں شامل کی جائیں۔ زرّادی، شذا العرف فی فن الصرف، مراح الارواح، جار بردی اور شافیہ فن صرف کی بہترین کتابیں ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں ضرور شامل نصاب کی جائیں، تاکہ خاطر خواہ فائدہ حاصل ہو۔ واللہ الموفّق!

علم صرف: تین باتوں کا مجموعہ ہے۔ تصریفات، خاصیات اور تعلیلات۔ ہمارے طلبہ صرف صحیح کی گردان سے واقف ہوتے ہیں۔ ہفت اقسام کی تصریفات کا مضبوط علم نہیں رکھتے۔ حروف علت: بڑے خطرناک ہیں۔ وہ جس لفظ میں آجاتے ہیں اس کو بیمار کر دیتے ہیں۔ اس کی تیمارداری (تعلیل) بہت ضروری ہے۔ نیز خاصیات کے علم کے بغیر ابواب کا علم ادھورا ہے۔ وہ خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور یہ باتیں بے شعوری کے زمانہ میں قابو میں نہیں آتیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اساتذہ اور اربابِ مدارس اس طرح خصوصی توجہ مبذول فرمائیں تاکہ ہمارے نونہالوں کی عربی استعداد پختہ ہو اور وہ علوم شرعیہ سے کما حقہ بہرہ ور ہوں۔ واللہ الهادی إلی سواء الطریق!

تذکرہ علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ

کافیہ کے مصنف کا نام علامہ ابن حاجب رحمہ اللہ ہے۔ آپ ساتویں صدی کے جلیل القدر نحوی صرفی اصولی اور مالکی فقیہ ہیں۔ آپ کا لقب جمال الدین، کنیت ابو عَمر و اور ابن الحاجب ہے۔ آپ کے والد دربان تھے اس لئے آپ اس کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپ کا نام عثمان اور والد کا نام عمر تھا۔ سن ۵۷۰ھ مطابق ۱۱۷۴ء میں مصر کے گاؤں ''اسنا'' میں آپ کی ولادت ہوئی۔ قاہرہ میں نشو ونما پائی، دمشق میں بود وباش اختیار کی اور سن ۶۴۶ھ مطابق ۱۴۲۹ء میں شہر اسکندریہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کردی النسل تھے۔ آپ نے بہت سی قیمتی کتابیں لکھی ہیں۔ چند یہ ہیں:

(۱) الكافية فى النحو (۲) الشافيةُ فى الصرف (۳) منتهى السُّوْلِ والأمل فى عِلْمَي الأصول والجدل (۴) مختصر السُّوْلِ والأمل (اس کی بہت سے علماء نے شرحیں لکھی ہیں) یہ سب کتابیں مطبوعہ ہیں (۵) مختصر الفقه (فقہ مالکی) اس کو جامع الأمهات بھی کہتے ہیں۔ (۶) المقصد الجليل: یہ علم عروض میں ایک قصیدہ ہے (۷) الأمالي النحوية (۸) الإيضاح: یہ علامہ زمخشری رحمہ اللہ کی مفصّل کی شرح ہے۔ یہ کتابیں ابھی طبع نہیں ہوئیں۔ ان کے مخطوطے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابن حاجب رحمہ اللہ کی قبر کو نور سے بھرے اور ان کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہ امت کے لئے بڑا کام انجام دے گئے!

وہ نحات جن کا کتاب میں ذکر آیا ہے

۱-ابوعمرو بن العلاء (ولادت ۷۰ھ وفات ۱۵۴ھ)

ابوعمرو زَبّان بن عمار تمیمی مازنی بصری: مکہ مکرمہ میں ولادت ہوئی۔ بصرہ میں نشو ونما پائی۔ اور کوفہ میں انتقال کیا۔ جاہلیت کے لوگوں سے علوم عربیہ حاصل کئے۔ قراء سبعہ میں آپ کا شمار ہے۔

۲- خلیل بن احمد (ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۷۰ھ)

ابوعبد الرحمٰن خلیل بن احمد فراہیدی، ازدی، یحمدی۔ علم عروض کے واضع اور سیبویہ کے استاذ ہیں۔ بصرہ میں ولادت ووفات ہوئی۔ انتہائی غربت کی زندگی بسر کی۔ فراہید اور یحمد: قبیلہ ازد کی شاخیں ہیں۔ کتاب العین آپ کی مشہور کتاب ہے۔ عوام کے لئے حساب کا آسان طریقہ سوچتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے اور ایک ستون سے ٹکرا گئے جو موت کا سبب بن گیا۔

۳-سیبویہ (ولادت ۱۴۸ھ وفات ۱۸۰ھ کل عمر ۳۲ سال)

ابوبشر عمرو بن عثمان۔ لقب سِیْبَوَیْہِ (رائحۃ التفّاح) نحو کے مشہور امام ہیں۔ علم نحو کو آپ ہی نے مبسوط و مفصل کیا ہے۔ شیراز کے کسی گاؤں میں ولادت ہوئی۔ پھر بصرہ آئے اور خلیل نحوی کی شاگردی اختیار کی اور ان سے نمبر لے گئے۔ پھر بغداد چلے گئے۔ وہاں کسائی سے مناظرہ کیا۔ ہارون رشید نے آپ کو دس ہزار درہم انعام دیا ہے۔ پھر وہاں سے اہواز آ گئے اور وہاں انتقال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ شیراز میں

آپ کی وفات ہوئی۔آپ کی بے نظیر کتاب: کتابُ سیبویہ مطبوعہ ہے۔

۴-کِسَائی (وفات ۱۸۹ھ بعمر ۷۰ سال)

علی بن حمزہ ابوالحسن کسائی کوفی۔کوفہ کے کسی گاؤں میں ولادت ہوئی۔بڑی عمر میں نحو پڑھی، پھر بغداد میں بود وباش اختیار کی اور ریّ میں انتقال فرمایا۔آپ کا اور امام محمد رحمہما اللہ کا انتقال ایک ہی دن میں ہوا ہے۔آپ ہارون رشید اوراس کے بیٹے امین کے مؤدب رہے ہیں۔

٦-اَخفش (اوسط)(وفات ۲۱۵ھ)

ابوالحسن سعید بن مسعدۃ بصری بلخی۔اخفشِ اوسط سے شہرت پائی۔علوم عربیہ سیبویہ سے حاصل کئے۔علم عروض میں ایک بحر (الخَبَبْ) کا اضافہ کیا۔خلیل رحمہ اللہ نے پندرہ بحریں نکالیں تھیں اب سولہ بحریں ہوگئیں۔

٦-مبَرَّد (ولادت ۲۱۰ھ وفات ۲۸٦ھ)

ابوالعباس محمد بن یزید ثُمالی ازدی۔اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کے امام تھے۔بصرہ میں ولادت ہوئی اور بغداد میں وفات پائی۔الکامل: آپ کی مشہور کتاب ہے۔مبرد (راء مشدّدہ مفتوحہ) کے ساتھ ہے۔بعض لوگ مکسور کہتے ہیں۔

۷-فرّاء (ولادت ۱۴۴ھ وفات ۲۰۷ھ)

ابوزکریا یحییٰ بن زیاد دیلمی۔شہرت فراء (پوستین ساز) سے ہے۔نحات کوفہ کے امام ہیں۔کوفہ میں ولادت ہوئی پھر بغداد چلے گئے۔مامون نے اپنے بیٹوں کی تعلیم وتربیت آپ سے متعلق کی تھی۔آپ نحو کے علاوہ فقہ وکلام میں بھی ید طولی رکھتے تھے، مگر اعتزال کی طرف مائل تھے۔معانی القرآن آپ کی مطبوعہ کتاب ہے۔آپ کی شہرت اگرچہ فراء سے ہے، مگر آپ نے یہ پیشہ نہیں کیا، بل کان یَفْرِی الکلامَ: آپ سخن سازی کرتے تھے اس لئے یہ لقب ہوگیا۔آپ کا جب انتقال ہوا تو تکیہ کے نیچے سے کتاب سیبویہ نکلی تھی۔

۸- مازنی (وفات ۲۴۹ھ)

بکر بن محمد بن حبیب ابوعثمان مازنی (قبیلۂ مازن کے تھے) اہل بصرہ میں آپ کا شمار ہے اور بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

۹- ابن کَیْسان (وفات ۲۹۹ھ)

ابوالحسن محمد بن احمد۔ ابن کیسان سے معروف ہیں۔ نحو ولغت کے امام اور بغداد کے باشندے تھے۔ آپ نے مبرد اور ثعلب سے پڑھا ہے۔ آپ کی ایک کتاب تلقیب القوافی مطبوعہ ہے۔

۱۰- یونس (ولادت ۹۴ھ وفات ۱۸۲ھ)

یونس بن حبیب ابوعبدالرحمٰن ضبّی۔ یونس نحوی سے مشہور ہیں۔ اپنے زمانہ میں بصرہ کے نحات کے امام تھے۔ سیبویہ، کسائی اور فراء وغیرہ نے آپ سے پڑھا ہے۔ اور سیبویہ اپنی کتاب میں بکثرت آپ کی باتیں نقل کرتے ہیں۔ معانی القرآن آپ کی تصنیف ہے۔

نوٹ: کتاب میں ایک جگہ صرف أبو العباس آیا ہے یہ مبرد کی کنیت ہے۔

فائدہ: دوسری اور تیسری صدی میں جس طرح فقہ میں دو مکتب فکر وجود میں آئے تھے یعنی اصحاب الحدیث (اہلِ حجاز) اور اصحاب الرائے (اہلِ عراق) جو آگے چل کر چار فقہی مذاہب بنے، اسی طرح اس زمانہ میں علم نحو وصرف (یہ دونوں علم پہلے ایک تھے) میں بھی دو مکتب فکر پیدا ہوئے تھے یعنی بصری اور کوفی۔ بعض مسائل میں دونوں کی رائیں مختلف تھیں۔ کافیہ میں جگہ جگہ اس کا تذکرہ آیا ہے۔ بعد میں یہ اختلاف صرف کتابوں میں باقی رہا، ان کا وجود خارجی باقی نہیں رہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم (۱)

[المبادئ (۲)]

الكلمةُ: لفظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ (۳).

وهى: اسم، وفعل، وحرف (٤).

[وجهُ الحَصْر] لأنها: إما أن تَدُلَّ على معنىً فى نَفْسِهَا أولا؟ الثانى: الحرف.

والأول: إما أن يقترن بأحد الأَزْمِنَةِ الثلاثة أولا؟ الثانى: الاسم، والأول: الفعل.

وقد عُلِمَ بذلك حَدُّ كلِّ واحد منها (٥).

الكلام: ما تَضَمَّنَ كلمتين بالإسناد (٦).

ولا يَتَأَتّٰى ذلك إلا فى اسمَيْنِ، أو اسمٍ وفعلٍ (۷).

(۱) مصنف رحمہ اللہ نے صرف بسم اللہ سے کتاب شروع کی ہے۔ اس میں حمد بھی شامل ہے اور تسمیہ بھی۔ اور درود شریف سے کوئی کام شروع کرنے کا حکم نہیں۔ قرآن کریم کی پہلی وحی ﴿ إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ﴾ سے شروع ہوئی ہے قرآن پاک بسم اللہ الرحمن الرحیم سے شروع ہوا ہے۔ نبی ﷺ کے مکاتیب و معاہدات صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوئے ہیں۔ چنانچہ متقدمین بھی اپنی کتابیں صرف بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ بعد میں حمد وصلاۃ وغیرہ کا اضافہ ہوا۔ چونکہ کافیہ متن ہے، اس لئے اختصار کے پیش نظر صرف بسم اللہ

سے کتاب شروع کی ہے۔

فائدہ: اور حدیث میں جو آیا ہے کہ ''جو بھی اہم کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہے'' اور دوسری حدیث میں ہے کہ ''اللہ کی تعریف سے نہ شروع کیا جائے'' اور تیسری حدیث میں ہے کہ ''اللہ کے ذکر سے نہ شروع کیا جائے'' یہ تین حدیثیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی حدیث ہے۔ مختلف طرق سے مختلف الفاظ آئے ہیں۔ پس بسم اللہ سے کتاب شروع کرنے سے تینوں حدیثوں پر عمل ہوگیا (فیض الباری ۱:۱) اور شرح تہذیب میں جو تطبیق دی ہے اس کی حاجت نہیں۔

(۲) **المبادئُ: المَبْدَأُ** کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں: سرچشمہ، بنیاد، قاعدہ اور اصول۔ یہاں یہ لفظ ''ابتدائی باتوں'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

(۳) **کلمہ کی تعریف: کلمہ:** منہ سے بولی ہوئی وہ بات ہے جو کسی ایک (تنہا) معنی کے لئے وضع کی گئی ہو۔ یعنی لفظ کے ٹکڑے کرنے سے وہ معنی سمجھ میں نہ آئیں جو پہلے سمجھ میں آتے تھے۔ جیسے قلم، کُرَّاسَۃٌ، اور عبد اللہ: نام ہونے کی حالت میں۔

ترکیب: **الکلمۃُ:** مبتدا، **لفظٌ:** خبر موصوف، **وُضع:** جملہ فعلیہ صفت، **ل:** حرف جر: **وُضع:** سے متعلق، **معنیً:** مجرور موصوف، **مفردٍ:** صفت۔

تشریح: علامہ زمخشری کے نزدیک: کلمہ ہونے کے لئے لفظ بھی ایک ہونا ضروری ہے، اور جب لفظ ایک ہوگا تو معنی لامحالہ ایک ہونگے۔ اور اگر لفظ متعدد ہیں اور معنی ایک ہیں تو وہ کلمہ نہیں، جیسے عبد اللہ نام ہونے کی حالت میں ان کے نزدیک کلمہ نہیں، کیونکہ وہ دو لفظ ہیں، اگرچہ اس کے معنی ایک ہیں —— اور مصنف کے نزدیک: لفظ ایک ہونا ضروری نہیں، صرف معنی مفرد (ایک) ہونے ضروری ہیں۔ پس عبد اللہ: نام ہونے کی حالت میں کلمہ ہے۔

(۴) **کلمہ کی تین قسمیں ہیں:** اسم، فعل اور حرف۔ (وجہ حصر) اس لئے کہ کلمہ دو حال سے خالی نہیں: یا تو خود اس کلمہ سے اس کے اپنے معنی سمجھ میں آتے ہونگے یا نہیں؟ اگر

سمجھ میں نہیں آتے تو وہ ''حرف'' ہے۔اور اگر سمجھ میں آتے ہیں: تو پھر دو حال سے خالی نہیں: یا تو اس کلمہ کی ہیئت سے تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ سمجھ میں آتا ہوگا یا نہیں؟ اگر کوئی زمانہ سمجھ میں نہیں آتا تو وہ ''اسم'' ہے اور سمجھ میں آتا ہے تو وہ ''فعل'' ہے۔

مثالیں: ''سے'' اور ''پر'' سے کوئی خاص بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لئے یہ حرف ہیں۔اور ''گھوڑا'' اور ''کتاب'' سے چیزیں سمجھ میں آتی ہیں اور کوئی زمانہ مفہوم نہیں ہوتا اس لئے یہ اسم ہیں۔اور ''کھایا'' یا ''کھاتا ہے'' اور ''کھائے گا'' سے بات بھی سمجھ میں آتی ہے اور زمانہ بھی اس لئے یہ فعل ہیں۔

ترجمہ: اس لئے کہ کلمہ: یا تو دلالت کرتا ہوگا کسی ایسے معنی پر جو اس کی ذات میں ہیں یعنی جو اس کے اپنے معنی ہیں یا دلالت نہیں کرتا ہوگا؟ ثانی حرف ہے اور اول: یا تو تین زمانوں (ماضی، حال، اور استقبال) میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہوگا، یعنی وہ زمانہ کلمہ کی ہیئت سے سمجھ میں آتا ہوگا یا نہیں؟ ثانی اسم ہے اور اول فعل۔

(۵) مذکورہ وجہِ حصر سے کلمہ کی تینوں قسموں کی تعریف سمجھ میں آجاتی ہے اور آگے ہر بحث کے شروع میں بھی تعریف آرہی ہے۔ بحث اسم کے شروع میں اسم کی تعریف، بحث فعل کے شروع میں فعل کی تعریف، اور بحث حرف کے شروع میں حرف کی تعریف آئے گی۔

(۶) کلام کی تعریف: کلام: منہ سے بولی ہوئی وہ بات ہے جس میں کم از کم دو کلمے ہوں اور ان کے درمیان کوئی اسناد (تعلق) بھی ہو، جیسے نئی کتاب، احمد کی ٹوپی، زید کھڑا ہے: یہ سب کلام ہیں۔عربی مثالیں: کتاب جدید، قام زید اور قُمْ ہیں۔قُمْ میں ضمیر أنت پوشیدہ ہے اس لئے یہ بھی دو کلمے ہیں۔

ترجمہ: کلام: وہ (منہ سے بولی ہوئی بات) ہے جو اسناد کے ساتھ دو کلموں پر مشتمل ہو۔

اسناد: نحو کی اصطلاح میں: ایک لفظ کا دوسرے لفظ سے ایسا تعلق ہے جو مکمل و مفید معنی پیدا کرے، جیسے مبتدا کا تعلق خبر کے ساتھ، یا فعل کا تعلق فاعل کے ساتھ یا اضافت یا توصیف کا تعلق (یہ آخری دو تعلق ناقص ہیں، اس لئے اسناد ناقص ہوگی)

(۷) کلام کے تحقّق کے لئے دو اسموں کا یا ایک اسم اور ایک فعل کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے: ثوب جدیدٌ اور قام زیدٌ دو فعلوں سے یا دو حرفوں سے یا ایک اسم اور ایک حرف سے یا ایک فعل اور ایک حرف سے کلام وجود میں نہیں آتا۔ تَأَتّٰی یَتَأَتّٰی تَأَتِّیًا: کے معنی ہیں: حاصل ہونا۔ ترجمہ: اور نہیں حاصل ہوتا یعنی نہیں پایا جاتا کلام مگر دو اسموں میں یا ایک اسم اور ایک فعل میں۔

[بَحْثُ الاسم]

الاسم: مادَلَّ علی معنیً فی نفسه، غیرِ مُقْتَرِنٍ بِأَحد الأزمنة الثلاثة(۱)

ومن خَوَاصِّهِ: دخولُ اللامِ، والجَرِّ، والتنوینُ، والإسنادُ إلیه، والإضافة(۲).

وهو: معربٌ ومبنی(۳).

فالمعرب: المرکب الذی لم یُشْبِهْ مَبْنِیَّ الأصل.

وحکمه: أن یختلف آخِرُه باختلاف العوامِل: لفظاً أو تقدیراً.

الأعراب: ما اختلف آخِرُه به، لیدُلَّ علی المَعَانی المُعْتَوِرَةِ علیه(۴).

وأنواعه: رفعٌ، ونصبٌ، وجَرٌّ.

فالرفعُ: عَلَمُ الفاعلیة.

والنصَبُ: عَلَمُ المفعولیة.

والجر: عَلَمُ الإضافة.

العامل: ما به یَتَقَوَّمُ المعنی المقتضِی للإعراب.(۵)

بحث اسم

(۱) **اسم کی تعریف:** اسم: وہ کلمہ ہے جو کسی ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہوں، جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملنے والے نہ ہوں۔

فی نفسه أی فی حدِّ ذاتِه: یعنی وہ معنی خود لفظ کے اندر ہوں............ **غیرِ:** معنی کی صفت ہے۔

(۲) **اسم کی چند خصوصیات (علامات) ہیں:** (۱) معرّف باللام ہونا، جیسے: **الحمد** (۲) اس کے آخر میں جر کا آنا، جیسے: **فی الدار** (۳) اس پر تنوین کا آنا، جیسے: **رجلٌ** (۴) اس کی طرف کوئی چیز منسوب کرنا، جیسے: **نام أحمدُ:** احمد کی طرف سونا منسوب کیا پس **أحمد** اسم ہے (۵) اس کی طرف کسی چیز کی اضافت کرنا، جیسے: **قلمُ قاسمٍ:** اس میں قاسم کی طرف قلم کی اضافت کی ہے اس لئے **قاسم** اسم ہے اور قلم کو بھی منسوب کیا ہے اس لئے وہ بھی اسم ہے۔

(۳) **اسم کی دو قسمیں ہیں:** معرب اور مبنی:

معرب: وہ مرکب لفظ ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو، جیسے **قام زیدٌ** میں زید معرب ہے، کیونکہ وہ **قَامَ** کے ساتھ ملا ہوا ہے اور مبنیات کے مشابہ نہیں۔ **مبنی الاصل:** تین ہیں: فعل ماضی، امر حاضر معروف۔ اور تمام حروف۔

معرب کا حکم: معرب کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے، خواہ لفظی تبدیلی ہو یا تقدیری۔ جیسے زید کا آخر عوامل کے بدلنے سے لفظاً بدلے گا اور موسیٰ کا آخر تقدیراً بدلے گا، جیسے: **جاء زید/ موسی، رأیتُ زیداً/ موسی، مررتُ بزیدٍ/ بموسی** (مبنی کی تعریف اور اس کا حکم اس کی جگہ آئے گا)

(۴) **اعراب کی تعریف:** اعراب وہ چیز ہے جس کے ذریعہ معرب کا آخر مختلف ہوتا ہے، تاکہ وہ اختلاف ان معانی پر دلالت کرے جو معرب پر پے بہ پے آتے ہیں۔

اِعْتَوَرَ عليه: یکے بعد دیگرے آنا۔ المعتوِرَة: اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔

اعراب کی قسمیں: رفع، نصب اور جر ہیں۔ رفع: فاعل ہونے کی علامت ہے۔ نصب: مفعول ہونے کی اور جر: اضافت کی نشانی ہے یعنی زبر، زیر اور پیش اعراب ہیں۔

(۵) عامل کی تعریف: عامل وہ چیز ہے جس کے ذریعہ وہ معنی وجود میں آتے ہیں جو اعراب کو چاہنے والے ہیں جیسے گذشتہ مثال میں جاء، رأیتُ اور باء عامل ہیں، کیونکہ ان کی وجہ سے زید: فاعل، مفعول اور مجرور بنا ہے، چنانچہ اس پر رفع، نصب اور جر آیا ہے۔

[أنوعُ إعرابِ الاسمِ المُتَمَكِّنِ [1]]

[۱-] فالمفردُ المنصرفُ، والجمعُ المكسَّرُ المنصرف: بالضمة رفعاً، والفتحة نصبا، والكسرة جرًّا [2].

[۲-] جمعُ المؤنثِ السالمُ: بالضمة، والكسرة [3].

[۳-] غيرُ المنصرفِ: بالضمة، والفتحة [4].

(۱) اسم متمکن کے اعراب کی نو قسمیں

اعراب لفظی بالحرکت کی تین صورتیں

اسم متمکن: اسم معرب کو کہتے ہیں۔ اس کے اعراب کی دو قسمیں ہیں: لفظی اور تقدیری، پھر لفظی کی دو قسمیں ہیں: بالحرکت اور بالحرف۔ پہلی تین قسموں کا اعراب لفظی اور حرکت کے ذریعہ ہے، دوسری تین قسموں کا اعراب لفظی اور حروف کے ذریعہ ہے۔ اور آخری تین قسموں کا اعراب تقدیری ہے۔

(۲) اعراب لفظی بالحرکت کی پہلی صورت: رفع پیش سے، نصب زبر سے اور

جرزیر سے: یہ اعراب: مفرد منصرف (صحیح اور جاری مجریٰ صحیح) کا اور جمع مکسّر منصرف کا ہے (جبکہ وہ مضاف نہ ہو) جیسے هذا رجل/ وَعْدٌ/ زيد/ دَلْوٌ/ ظَبْيٌ/ رجال، ورأيتُ رجلاً إلخ اور مررتُ برجل إلخ ....مفرد منصرف صحیح: وہ اسم ہے جو مفرد ہو، تثنیہ، جمع نہ ہو۔ اور منصرف ہو، غیر منصرف نہ ہو اور صحیح ہو یعنی اس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ جیسے رجل، وعدٌ، زيد. نحوی صرف آخری حرف کا اعتبار کرتے ہیں۔ پس اگر فا کلمہ میں حرف علت ہو جیسے وَعْدٌ یا عین کلمہ میں حرف علت ہو، جیسے زید تو وہ بھی صحیح ہے............اور مفرد منصرف جاری مجری صحیح: وہ اسم ہے جو مفرد ہو، منصرف ہو، اور اس کے آخر میں واو یا یاء ماقبل ساکن ہو، جیسے دَلْو اور ظَبْي............ اور جمع مکسَّر منصرف: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہا ہو، اور منصرف ہو، غیر منصرف نہ ہو، جیسے رجال............پس جمع سالم نکل گئی اور مصابیح جیسی جمع بھی نکل گئی، کیونکہ وہ غیر منصرف ہے۔

(۳) اعراب لفظی بالحرکت کی دوسری صورت: رفع پیش سے اور نصب و جرزیر سے: یہ اعراب جمع مؤنث سالم کا ہے۔ جیسے هذه مسلماتٌ، رأيتُ مسلماتٍ اور مررتُ بمسلماتٍ............جمع مؤنث سالم: الف تاء کے ذریعہ بنائی جاتی ہے اور جمع بناتے وقت مؤنث کے آخر سے گول تاء حذف کردیتے ہیں۔ جیسے مسلمة سے مسلمات۔

(۴) اعراب لفظی بالحرکت کی تیسری صورت: رفع پیش سے اور نصب و جرزبر سے: یہ اعراب غیر منصرف کا ہے۔ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے، جیسے هذا عُمَرُ، رأيتُ عُمَرَ اور مررت بِعُمَرَ (غیر منصرف کا بیان آگے آرہا ہے)

[٤-] أبوك، وأخوكَ، وحَمُوْكِ، وهَنُوْكَ، وفُوْكَ، وذُوْمَالٍ: مضافةً إلى غير ياء المتكلم: بالواو، والألف، والياء [1].

[٥-] المثنى، وكِلَا: مضافاً إلى مُضْمَرٍ، واثنان، واثنتان: بالألف،

والياء[٢].

[٦-] جمع المذكرِ السالمُ، وأولو، وعشرون وأخواتُها: بالواو، والياء[٣].

اعراب لفظی بالحروف کی تین صورتیں

(۱) اعراب بالحروف کی پہلی صورت: رفع واو سے، نصب الف سے اور جر یاء سے: یہ اعراب چھ اسموں کا ہے۔ وہ یہ ہیں: أَبٌ، أَخٌ، حَمٌ (جیٹھ، دیور) هَنٌ (مرد یا عورت کی آگے کی شرمگاہ) فَمٌ (منہ) اور ذُو (والا) ان چھیوں اسموں میں جب تین شرطیں پائی جائیں تو یہ اعراب آئے گا: پہلی شرط: وہ مفرد ہوں، تثنیہ جمع نہ ہوں (اگر تثنیہ جمع ہونگے تو ان پر تثنیہ جمع والا اعراب آئے گا) دوسری شرط: وہ مکبّرہ ہوں، مصغّرہ نہ ہوں (اگر مصغّر ہونگے تو ظاہری حرکت سے اعراب آئے گا) تیسری شرط: وہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں (مصنف رحمہ اللہ نے یہی شرط ذکر کی ہے) اگر یہ اسماء مضاف نہ ہوں تو ظاہری حرکت سے اعراب آئے گا اور جب یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو غلامی کی طرح تینوں اعراب تقدیری ہونگے۔ جیسے هذا أبوكَ، أَخوكَ، حَمُوْكِ (حَمٌ: جیٹھ، دیور: یہ رشتہ دار صرف عورت کے ہوتے ہیں اس لئے کاف پر صرف کسرہ لگایا ہے، مرد کے سالے سالیاں خَتَنٌ اور ختنةٌ کہلاتے ہیں) هنوكِ، فوكِ (فَمٌ پر یہ اعراب اس وقت آئے گا جب اس کی میم حذف کردی جائے) ذو مال، جیسے جاء أبوك إلخ رأيتُ أباك إلخ، مررت بأبيك إلخ۔

(۲) اعراب بالحروف کی دوسری صورت: رفع الف سے اور نصب وجر یاء ماقبل مفتوح سے۔ یہ اعراب تین اسموں کا ہے: (۱) تثنیہ کا (۲) مشابہ تثنیہ لفظی کا جو صرف دو لفظ ہیں۔ اثنان اور اثنتان (ثنتان) (۳) مشابہ تثنیہ معنوی کا۔ یہ بھی صرف

دو لفظ ہیں: کِلاَاور کلتا جبکہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں (اور جب اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوں تو اعراب بالحرکت آئے گا، مگر حرکت تقدیری ہوگی جیسے جاء کِلاَ الرجلین) جیسے جاء الرجلان/ اثنان/ کلاهما. رأیتُ الرجلَیْن/ اثنین/ کلَیْهما. مررت بالرجلین/ باثنین/ بکلیهما۔

(۳) اعراب بالحروف کی تیسری صورت: رفع واو ما قبل مضموم سے اور نصب وجر یاء ما قبل مکسور سے: یہ اعراب بھی تین اسموں کا ہے: (۱) جمع مذکر سالم کا جبکہ وہ مضاف نہ ہو (۲) مشابہ جمع لفظی کا، یہ عشرون سے تسعون تک کی آٹھ دہائیاں ہیں (۳) مشابہ جمع معنوی کا، یہ صرف أولو ہے جو ذُو کی جمع ہے۔ جیسے جاء مسلمون/ عشرون/ أولومال. رأیتُ مسلِمین/ عشرِین/ أولی مال. مررتُ بمسلمین/ بعشرین/ بأولی مال۔

[۷-۹] التقدیر:

[۱-] فیما تَعَذَّرَ، کعصا وغلامی: مطلقا [۱].

[۲-] أو اسْتُثْقِلَ، کقاضٍ: رفعاً وجَرًّا [۲].

[۳-] ونحو مُسْلِمِیَّ: رفعاً، واللفظی فیما عداه [۳].

اعراب تقدیری کی تین صورتیں

(۱) اعراب تقدیری کی پہلی صورت: تینوں حالتوں میں اعراب تقدیری ہوتا ہے، مطلقاً کا یہی مطلب ہے۔ یہ اعراب دو اسموں کا ہے: (۱) اسم مقصور کا جیسے عصا (۲) جمع مذکر سالم کے علاوہ کسی بھی اسم کا جبکہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے هذا موسی/ غلامی، رأیتُ موسی/ غلامی۔ مررتُ بموسی/ بغلامی۔ اور ان کا اعراب مطلقاً تقدیری اس لئے ہے کہ ان میں اعراب کا ظاہر ہونا متعذر ہے یعنی

ناممکن ہے۔فیما تعذّر میں مطلقاً اعراب تقدیری ہونے کی وجہ بیان کی ہے۔

(۲) اعراب تقدیری کی دوسری صورت: رفع اور جر تقدیری ہوتا ہے اور نصب لفظی آتا ہے۔ یہ اعراب اسم منقوص کا ہے، اسم منقوص: وہ اسم ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے قاضِیْ جیسے جاء القاضِیْ، رأیت القاضِیَ۔ مررت بالقاضِیْ اور اس قسم میں دو اعراب تقدیری اس لئے ہیں کہ یاء پر ضمہ اور کسرہ ثقیل ہیں یعنی آ تو سکتے ہیں مگر بھاری ہیں اس لئے ظاہر نہیں ہوتے اور زبر ہلکا اعراب ہے اس لئے ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) اعراب تقدیری کی تیسری صورت: رفع واو تقدیری سے اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور لفظی کے ذریعہ۔ یہ اعراب جمع مذکر سالم کا ہے جبکہ وہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے جاء مُسْلِمِیَّ، رأیت مُسْلِمِیَّ، مررتُ بِمُسْلِمِیَّ۔ حالت رفعی میں مُسْلِمِیَّ میں جمع کا واو: یاء ہو گیا ہے، اس لئے یہ اعراب تقدیری ہے اور حالت نصبی وجری میں جمع کی یاء موجود ہے اس لئے یہ اعراب لفظی ہے۔ حالت رفعی میں مُسْلِمِیَّ کی اصل مسلمونَ یَ ہے، جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گرا، پھر واو کو یاء سے بدل کر یاء میں ادغام کیا اور ی کی مناسبت سے میم کے پیش کو زیر سے بدلا، اس طرح جمع کا واو یاء سے بدل گیا اس لئے یہ اعراب تقدیری ہے اور حالت نصبی وجری میں مُسْلِمِیَّ کی اصل مسلِمِیْنَ یَ ہے، نون اضافت کی وجہ سے گرا اور یاء کا یاء میں ادغام کیا۔ پس جمع کی یاء اصلی حالت میں موجود ہے اس لئے یہ اعراب لفظی ہوا۔

فیما عداہ کی ضمیر رفعاً کی طرف لوٹتی ہے یعنی حالت رفعی کے علاوہ باقی دو صورتوں میں یعنی حالت نصبی وجری میں اعراب لفظی ہے۔ اور ایک ضعیف احتمال یہ بھی ہے کہ ضمیر کا مرجع التقدیر ہو یعنی تینوں صورتوں میں جو اعراب تقدیری ہیں وہ تو ہیں باقی لفظی ہے پس دوسری صورت میں حالت نصبی میں جو قاضی پر اعراب ظاہر ہوتا ہے اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔

پوری عبارت کا ترجمہ: اسم متمکن یعنی اسم معرب کے اعراب کی قسمیں: (۱) پس مفرد منصرف اور جمع مکسر منصرف (اعراب دیئے جاتے ہیں) پیش کے ساتھ حالتِ رفعی میں اور فتحہ کے ساتھ حالتِ نصبی میں اور کسرہ کے ساتھ حالتِ جری میں (۲) جمع مؤنث سالم: (اعراب دی جاتی ہے) ضمہ اور کسرہ کے ساتھ (۳) غیر منصرف: ضمہ اور فتحہ کے ساتھ (۴) أبوك إلخ درانحالیکہ وہ یائے متکلم کے علاوہ کی طرف مضاف ہوں (اعراب دیئے جاتے ہیں) واو، الف اور یاء سے (۵) تثنیہ اور کلا درانحالیکہ وہ ضمیر کی طرف مضاف ہو اور اثنان اور اثنتان (اعراب دیئے جاتے ہیں) الف اور یاء کے ذریعہ (۶) جمع مذکر سالم، أولو اور عشرون اور اس کی بہنیں (اعراب دیئے جاتے ہیں) واو اور یاء سے۔ اعراب تقدیری ہوتا ہے: (۷) اس صورت میں جبکہ اعراب سخت دشوار ہو جیسے عصا اور غلامی: مطلقاً یعنی تینوں حالتوں میں (۸) یا بھاری سمجھا گیا ہو جیسے قاضی: حالت رفعی اور جری میں (۹) اور مُسْلِمِيَّ جیسے الفاظ حالت رفعی میں اور اس کے ماسواء میں اعراب لفظی ہوتا ہے۔

مشقی سوالات

(۱) کلمہ کی عربی تعریف بیان کرو اور اس کا مطلب سمجھاؤ۔

(۲) کلمہ کی کتنی قسمیں ہیں؟ وجہ حصر بیان کرو۔

(۳) وجہ حصر سے ہر قسم کی جو تعریف مفہوم ہوتی ہے وہ بیان کرو۔

(۴) کلام کی تعریف کرو اور کلام کے تحقق کی کتنی صورتیں ہو سکتی ہیں؟ مع مثال بیان کرو۔

(۵) اسم کی عربی تعریف مع مطلب بیان کرو۔

(۶) اسناد کی تعریف مع امثلہ بیان کرو

(۷) معرب کی تعریف اور اس کا حکم بیان کرو اور تقدیراً اعراب بدلنے کی مثال دو۔

(۸) اعراب کی عربی میں تعریف بیان کرو اور المعتورۃ کا مطلب سمجھاؤ۔

(۹) اعراب کی انواع کتنی ہیں۔اور رفع و نصب و جر کس کو کہتے ہیں۔

(۱۰) عامل کی عربی تعریف بیان کر کے اس کا مطلب سمجھاؤ۔

(۱۱) اسم متمکن کس اسم کو کہتے ہیں؟ اس کے اعراب کی کیا کیا صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱۲) تینوں اعراب لفظی بالحرکت کن اسماء پر آتے ہیں مع امثلہ بیان کرو۔

(۱۳) رفع پیش سے اور نصب و جر زیر سے کہاں آتے ہیں؟

(۱۴) رفع پیش سے اور نصب و جر زبر سے کہاں آتے ہیں؟

(۱۵) تینوں اعراب لفظی بالحروف کہاں آتے ہیں؟ مع شرائط بیان کرو۔

(۱۶) رفع الف سے اور نصب و جر یاء ماقبل مفتوح سے کہاں آتے ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو۔

(۱۷) رفع واو ماقبل مضموم سے اور نصب و جر یاء ماقبل مکسور سے کہاں آتے ہیں؟ مع مثال بیان کرو۔

(۱۸) تینوں اعراب تقدیری کہاں ہوتے ہیں اور کیوں ہوتے ہیں؟

(۱۹) نصب لفظی اور رفع و جر تقدیری کہاں ہوتا ہے؟

(۲۰) صرف رفع تقدیری اور باقی دو اعراب لفظی کہاں ہوتے ہیں؟

(۲۱) حالتِ رفعی میں مُسْلِمِیَّ کی اصل کیا ہے اور حالت نصبی و جری میں کیا ہے؟

[غير المنصرف(1)]

غيرُ المنصرف: ما فيه عِلَّتَان من تسعة، أو واحدةٌ منها: تقوم مقامهما.

وهي: شعر:

عدلٌ ووَصْفٌ وتأنيثٌ ومعرِفةْ ۞ وَعُجْمَةٌ، ثم جَمْعٌ، ثم تركيبُ
والنونُ: زائدةٌ، من قبلها أَلِفٌ ۞ ووزنُ الفعل، وهذا القولُ تقريبُ

مثل: عُمَرَ، وأحمر، وطلحة، وزينب، وإبراهيم، ومساجدَ، ومَعْدِيْكَرِبَ، وعِمْرَانَ، وأحمدَ.

وحكمه: أن لا كسرةَ، ولا تنوينَ (2).

[قاعدة] ويجوز صرفُه للضرورة، أو للتناسب، مثلُ ﴿سَلَاسِلاً وَأَغْلَالاً﴾(3)

[فائدة] ومايقوم مقامهما: الجمعُ، وألِفَا التأنيث(4).

غیرمنصرف کابیان

(۱) غیر منصرف: وہ اسم ہے جس میں نو اسباب میں سے دو سبب پائے جاتے ہوں یا ان میں کوئی ایک ایسا سبب ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔اوروہ نو اسباب ان دوشعروں میں جمع ہیں: عدل اور وصف اور تانیث اور معرفہ ÷ اور عجمہ پھر جمع پھر ترکیب ÷ اورنون: جس سے پہلے الف زائد ہو÷ اور وزن فعل اور یہ قول یعنی یہ اشعار نزدیک کرنا ہے یعنی ذہنوں سے یعنی ان کو آسانی سے یاد کیا جاسکتا ہے (پھر بالترتیب مثالیں ہیں)

(۲) غیر منصرف کا حکم: یہ ہے کہ اس پر نہ کسرہ آتا ہے اور نہ تنوین۔ کسرہ کی جگہ فتح آتا ہے۔

فائدہ: منصرف اور غیر منصرف کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ منصرف اور غیر منصرف: انصراف (باب انفعال) سے اسم فاعل ہیں جن کے معنی ہیں پلٹنے والا اور نہ پلٹنے والا۔ وہ لفظ جس میں دوسرخاب کے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں اس کو پگڑی والا اعراب پیش دیا تو اس نے اس کو خوشی خوشی قبول کرلیا۔ پھر جب زبر (اوپر والا اعراب) دیا تو اسے بھی گوارہ کرلیا۔ مگر جب زیر (نیچے والا اعراب) دیا تو بولا: میں دوسرخاب کے پر رکھنے والا (دو اسباب منع صرف رکھنے والا) نیچے کا اعراب لونگا؟! اس سے کہا: بھئی تنوین لیلے۔ کہنے لگا میں بڑا آدمی ایک ہی بوجھ مشکل سے اٹھاتا ہوں دو کیسے اٹھاؤنگا؟ اس سے کہا: جزم لے لے، کہنے لگا وہ تو مبنی کا اعراب ہے میں تو گھومنے والا ہوں۔ غرض نصب سے وہ کسی اور اعراب کی طرف نہیں پلٹا اس لئے وہ غیر منصرف کہلایا ــــــ اور منصرف بیچارے کو جس اعراب کی طرف پھیر دیا پھر گیا اس لئے ان کا نام منصرف ہوا۔

(۳) **قاعدہ:** غیر منصرف کو دو صورتوں میں منصرف پڑھنا جائز ہے: ایک ضرورتِ شعری کی وجہ سے [۱] دوسرے: ساتھ والے کلمہ کی مناسبت سے۔ جیسے سورۂ

---

(۱) ضرورتِ شعری کی مثالیں یہ ہیں:

(۱) صُبَّتْ علیَّ مصائبٌ لو أنها ❁ صُبَّتْ على الأيام صِرْنَ لَيَالِيَا

(مجھ پر ایسے مصائب ڈالے گئے کہ اگر وہ ÷ دنوں پر ڈالے جاتے تو وہ راتیں بن جاتے)

(۲) أَعِدْ ذِكْرَ نُعْمَانٍ لنا إنَّ ذِكْرَهُ ❁ هو المِسْكُ ما كَرَّرْتَهُ يَتَضَوَّعُ

(نعمان (امام ابوحنیفہؒ) کا ذکر ہمارے سامنے بار بار کرو بیشک ان کا ذکر ÷ ہی مشک ہے، جس قدر اس کو رگڑو گے مہکے گا)

(۳) سَلَامٌ على خَيْرِ الأَنَامِ وَسَيِّدٍ ❁ حَبِيبِ إِلٰهِ العالمينَ مُحَمَّدٍ

بشيرٍ نذيرٍ هَاشِمِيٍّ مُكَرَّمٍ ❁ عَطُوْفٍ رَؤُوْفٍ مَّنْ يُسَمّٰى بِأَحْمَدٍ

(خیر الخلائق اور سید الخلائق پر سلام ہو ÷ جو محبوب رب العالمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں)

(خوش خبری سنانے والے، ڈرانے والے، ہاشمی معزز ÷ نہایت مہربان نہایت ←

دہر (آیت۴) میں ہے: ﴿سَلَاسِلاً وَّأَغْلاَلاً﴾ اس میں سَلَاسِلْ بروزن مساجد: غیر منصرف ہے أغلالاً سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے اس پر بھی تنوین آئی ہے۔

(۴) فائدہ: جمع منتہی الجموع اور تانیث کے دو الف (ممدودہ اور مقصورہ) جیسے حَمْرَاءُ اور صُغْرىٰ: دو سببوں کے قائم مقام ہیں۔

> [۱-] فالعدلُ: خروجُه عن صيغتِهِ الأصليةِ: تحقيقاً، كثُلَاثَ، ومَثْلَثَ، وأُخَرَ؛ وجُمَعَ، أو تقديراً، كعمر، وباب قَطَامِ في تميمٍ.

غیر منصرف کا پہلا سبب: عدل

عدل: کے معنی ہیں: کسی اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں چلا جانا۔ جیسے عَامِرٌ سے عُمَر اور ثلاثةٌ ثلاثةٌ سے ثُلَاثُ بنا ہے............ پھر عدل کی دو قسمیں ہیں: عدل تحقیقی اور عدل تقدیری۔ عدل تحقیقی: وہ ہے جس میں اسم معدول کی واقعی کوئی اصل ہو۔ جیسے ثلاثُ کے معنی ہیں: تین تین، پس معلوم ہوا کہ اس کی اصل ثلاثةٌ ثلاثةٌ ہے۔ اور عدل تقدیری: یہ ہے کہ اسم معدول کی واقعی کوئی اصل نہ ہو، جیسے عمر اور زفر کو عرب غیر منصرف پڑھتے ہیں، اور ان میں علمیت (معرفہ) کے علاوہ کوئی سبب نہیں، اس لئے ان کو عامر اور زافر سے معدول مان لیا گیا ہے۔

اور عدل کے چھ وزن ہیں: (۱) فُعَالُ: جیسے ثُلَاثُ (تین تین) رُبَاع (چار چار)

← شفیق جن کا نام نامی احمد ہے)

پہلے شعر میں مصائبٌ غیر منصرف ہے اس پر تنوین اس لئے لائی گئی ہے کہ وزن نہ ٹوٹے۔ دوسرے شعر میں نعمان غیر منصرف ہے اس پر تنوین زحاف سے بچنے کے لئے پڑھی گئی ہے اور تیسرے شعر میں أحمد غیر منصرف ہے اس پر کسرہ حرف روی کی رعایت میں لایا گیا ہے (طلباء یہ اشعار حفظ کرلیں۔ یہ بہت عمدہ اشعار ہیں اس لئے لکھے گئے ہیں)

خُمَاسُ سُدَاسُ وغیرہ(۲) مَفعَلُ جیسے مَثْلَثُ(تین تین)مَرْبَعُ(چار چار) وغیرہ (۳) فُعَلُ: جیسے عُمَر، زُفَر(ان میں عدل تقدیری ہے)اور أُخَرُ اور جُمَعُ(ان میں عدل تحقیقی ہے) یعنی عمر اور زفر کو تو بس ویسے ہی معدول مان لیا گیا ہے، مگر أُخَرُ: أُخْریٰ کی جمع ہے اور وہ آخَرُ (اسم تفضیل) کا مؤنث ہے یعنی سب سے زیادہ تاخیر کرنے والا اور اسم تفضیل کا استعمال الف لام، اضافت یا مِنْ کے ساتھ ہوتا ہے اور أخر ان سب کے بغیر بمعنیٰ ''دیگر'' استعمال کیا جاتا ہے یہ عدل تحقیقی ہوا ـــــــ اور جُمَعُ: جَمْعَاءُ کی جمع ہے اور وہ أَجْمَعُ کا مؤنث ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ أَفْعَلُ کے مؤنث فَعْلَاءُ کی جمع: اگر وہ اسم صفت ہو تو فُعْلٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے:أَحْمَرُ کے مؤنث حَمْرَاءُ کی جمع حُمْرٌ ہے۔اور اگر وہ اسم ذات ہو تو فُعَالیٰ یا فَعْلَاوَات کے وزن پر آتی ہے، جیسے صحراء کی جمع صَحَاریٰ یا صَحْرَاوَات ہے، پس ماننا ہوگا کہ جُمَعُ کی اصل یا تو جُمْعٌ ہے یا جَمَاعیٰ یا جَمْعَاوَات ہے۔ یہی اس میں عدد تحقیقی ہے۔اور مصنف رحمہ اللہ چونکہ عدل کے اوزان بیان نہیں کر رہے بلکہ عدل تحقیقی کی مثالیں دے رہے ہیں، اس لئے انھوں نے تحقیقاً کے تحت ان کو لیا ہے۔اور شرح میں چونکہ اوزان بیان کئے ہیں اس لئے ۳ میں لئے ہیں۔(۴) فَعَلُ جیسے سَحَرُ (معین دن کا صبح سے کچھ پہلے کا وقت)(۵) فَعَالِ جیسے قَطَامِ، حَذَامِ(عورتوں کے نام)(٦) فَعْلِ جیسے أَمْسِ(گذشتہ کل)

نوٹ: قَطَامِ، حَذَامِ: اہل حجاز کے نزدیک کسرہ پر مبنی ہیں، غیر منصرف نہیں ہیں۔اور بنو تمیم ان میں عدل مانتے ہیں اور غیر منصرف پڑھتے ہیں۔اسی طرح أمسِ کو بھی بنو تمیم حالتِ رفعی میں غیر منصرف مانتے ہیں اور اہل حجاز کسرہ پر مبنی کہتے ہیں پس اصل اوزان چار ہیں: ثلاثُ، مثلثُ، عمر اور سَحَرُ۔

نوٹ: مصنف رحمہ اللہ نے وزن ۴ و ٦ کو بیان نہیں کیا۔باقی صرف چار اوزان بیان کئے ہیں۔اور قطامِ جیسے الفاظ سے مراد اس وزن پر آنے والے وہ الفاظ ہیں جو

عورتوں کے نام ہوں اور ان کے آخر میں راء نہ ہو۔

ترجمہ: پس عدل: اس کا نکلنا ہے اپنے اصلی صیغہ سے: تحقیقی طور پر جیسے ثلاث اور مثلث اور أُخَر اور جُمَع یا تقدیری (مان لینے کے) طور پر، جیسے عمر اور قَطَامِ جیسے نام بنوتمیم کے محاورات میں۔

[۲-] الوصف: شرطُه: أن يكون في الأصل، فلا تَضُرُّهُ الغَلَبةُ.[۱]
فلذلك[۲]:
[الف] صُرِفَ أَرْبَعٌ في: "مررتُ بِنِسْوَةٍ أَرْبَعٍ"
[ب] وامْتَنَعَ أسودُ وأَرْقَمُ: للحَيَّةِ، وَأَدْهَمُ: للقيد.
[ج] وضَعُفَ مَنْعُ أَفْعٰى: للحَيَّةِ، وأَجْدَلَ: لِلصَّقرِ، وأَخْيَلَ: للطائر.

غیر منصرف کا دوسرا سبب: وصف

(۱) وصف کے معنی ہیں: حالت، صفت کے بھی یہی معنی ہیں اور اسم وصف: وہ اسم ہے جس سے ذات کے علاوہ کوئی حالت بھی سمجھی جائے۔ جیسے أَحْمَرُ (سرخ) أَسْوَدُ (سیاہ) أَرْقَمُ (چت کبرا) سَکْران (مدہوش) ان لفظوں سے ذات کے علاوہ حالت بھی سمجھی جاتی ہے۔ اور اسم وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اصل بناوٹ میں صفتی معنی کے لئے ہو، خواہ بعد میں وہ صفتی معنی اس میں باقی رہے ہوں یا نہ رہے ہوں۔ پس أسود اور أرقم: اگرچہ بعد میں سانپوں کے نام ہو گئے ہیں مگر چونکہ اصل بناوٹ میں صفتی معنی کے لئے ہیں اس لئے غیر منصرف کا سبب ہیں۔ فلا تَضُرُّهُ الغلبةُ کا یہی مطلب ہے۔

(۲) وصف: غیر منصرف کا سبب اس وقت ہے جبکہ اصل بناوٹ میں اس کی وصفیت یقینی ہو، یہ مثبت شرط ہے اور بعد میں غلبہ مضر نہیں یہ منفی شرط ہے۔ پس اب

مصنف رحمہ اللہ تین باتیں متفرع کرتے ہیں:

ایک: وصفیتِ اصلی کے شرط ہونے پر، دوسری: غلبہ کے مضر نہ ہونے پر اور تیسری: اصل بناوٹ میں وصفیت کے معنی یقینی نہ ہونے پر۔

پہلی تفریع: جو اسم اصل بناوٹ میں صفتی معنی کے لئے نہ ہو بعد میں اس میں عارضی طور پر صفتی معنی پیدا ہو گئے ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔ جیسے مررتُ بنسوةٍ أربعٍ (میں چار عورتوں کے پاس سے گذرا) اس میں أربعٌ: نسوةٌ کی صفت ہے اور اس میں دوسرا سبب وزن فعل بھی ہے، مگر چونکہ أربع اصل بناوٹ میں عدد کے لئے ہے اس لئے منصرف ہے۔

دوسری تفریع: أسود اور أرقم: غیر منصرف ہیں، کیونکہ ان کی اصل وضع میں وصفیت کے معنی یقینی ہیں، اگرچہ بعد میں یہ سانپوں کے نام ہو گئے ہیں، مگر اسمیت کا یہ غلبہ مضر نہیں۔ اسود کے معنی ہیں: ناگ، کالا سانپ اور اَرقم کے معنی ہیں: چت کبرا سانپ اور اداہم کے معنی ہیں: بیڑی، مگر اصلی معنی ہیں: سیاہ، چت کبرا، کالا۔ اس قسم کے الفاظ کو منصرف پڑھنا ممنوع ہے۔

تیسری تفریع: أَفْعیٰ (خبیث سانپ) أَجْدَل (شکرہ: ایک شکاری پرندہ) اور أَخْیَلْ (ایک مخصوص پرندہ جس کے پروں پر رنگ برنگ کے تل ہوتے ہیں) ان لفظوں کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے یعنی ان کو غیر منصرف پڑھنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ان کی اصل وضع میں وصفیت کے معنی ہیں یا نہیں؟ یہ بات یقینی نہیں۔ بلکہ احتمال ہے کہ أَفْعیٰ: فَعْوَةٌ سے مشتق ہو جس کے معنی خبث کے ہیں اور أَجْدَل: جَدْل سے مشتق ہو جس کے معنی قوت کے ہیں اور أَخْیَلْ: خَالْ سے مشتق ہو جس کے معنی تل کے ہیں بعد میں اسمیت کا غلبہ ہو گیا۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ شروع ہی سے یہ اسم ذات ہوں، پس ان کی وصفیت یقینی نہیں اس لئے ان کو غیر منصرف پڑھنا ٹھیک نہیں۔ ان کو منصرف پڑھنا چاہئے۔

ترجمہ: پس اسی وجہ سے یعنی مذکورہ دو شرطوں کی وجہ سے: (الف) مررتُ بنسوةٍ أربعٍ میں أربعٌ منصرف پڑھا گیا ہے (ب) اور منصرف پڑھنا ممتنع ہے یعنی جائز نہیں اسود اور ارقم کو جو سانپ کے نام ہیں اور ادہم کو جس کے معنی بیڑی کے ہیں (ج) اور کمزور ہے افعیٰ کا غیر منصرف پڑھنا جو سانپ کے لئے ہے، اور أجدل کا جو شکرہ کے لئے ہے اور أخیل کا جو ایک پرندہ کے لئے ہے۔

[۳-] التأنيث[۱]:

[الف] بالتاء، شرطُهُ العلميةُ.

[ب] والمعنوى كذلك.

وشرطُ تَحَتُّمِ تأثيرِهِ: الزيادةُ على الثلاثة، أو تَحَرُّكُ الأَوْسَطِ، أو العُجْمَةُ؛ فَهِنْدٌ يجوز صرفه، وزينبُ، وسَقَرُ، ومَاهُ، وجُوْرُ ممتنعٌ.

[قاعدة] فإن سُمِّيَ به مذكرٌ: فشرطُه الزيادةُ على الثلاثة، فَقَدَمٌ منصرفٌ، وعَقْرَبُ ممتنعٌ[۲].

غیر منصرف کا تیسرا سبب: تانیث

(۱) اسم کا مؤنث ہونا بھی غیر منصرف کا سبب ہے۔ پھر تانیث بالالف کے لئے (خواہ وہ الف ممدودہ ہو یا مقصورہ) کوئی شرط نہیں اور تانیث بالتاء کے لئے علمیت (نام ہونا) شرط ہے، جیسے طلحة ــــــ اور تانیث معنوی کے لئے بھی علمیت شرط ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ تانیث بالتاء میں تو علمیت کی شرط وجوب کے لئے ہے یعنی اس کو غیر منصرف پڑھنا واجب ہے اور تانیث معنوی میں یہ شرط جواز کے لئے ہے یعنی اب اس کو غیر منصرف پڑھ سکتے ہیں۔ اور وجوب کے لئے تین باتوں میں سے ایک

بات شرط ہے: (۱) کلمہ میں تین حرف سے زائد ہوں، جیسے زینب، مریم (۲) یا اگر کلمہ تین حرفی ہو تو درمیانی حرف متحرک ہو، جیسے سَقَر (دوزخ) (۳) یا اگر درمیانی حرف ساکن ہو تو ضروری ہے کہ وہ عجمی زبان کا لفظ ہو، جیسے مَاہْ، جُوْر (دو شہروں کے نام) ـــــ پس اگر عربی زبان کا لفظ ہو جیسے ھِنْد (عورت کا نام) تو اس کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ منصرف: اس لئے کہ غیر منصرف ہونے کے لئے جو تین باتیں ضروری تھیں: وہ نہیں پائی جاتیں اور غیر منصرف اس لئے کہ دو سبب (تانیث معنوی اور معرفہ) موجود ہیں۔

قاعدہ: اگر کسی مؤنث معنوی (مؤنث سماعی) کے ذریعہ مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ کلمہ میں تین حرف سے زائد ہوں، باقی دو شرطیں یعنی درمیانی حرف کا متحرک ہونا یا عجمی زبان کا لفظ ہونا کافی نہیں۔ پس قَدَمٌ (پیر) جو مؤنث معنوی ہے اگر اس کے ذریعہ کسی آدمی کا نام رکھ دیا جائے تو بھی وہ منصرف ہوگا، کیونکہ کلمہ تین حرفی ہے، اگرچہ درمیانی حرف متحرک ہے، مگر یہ شرط یہاں معتبر نہیں۔ اور عَقْرَبٌ (بچھو) جو مؤنث معنوی (سماعی) ہے، اس کے ذریعہ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو غیر منصرف ہوگا، کیونکہ کلمہ چار حرفی ہے۔

ترجمہ: تانیث: (الف) تاء کے ذریعہ: اس کی شرط علمیت ہے (ب) اور معنوی بھی اسی طرح ہے یعنی اس کے لئے بھی علمیت شرط ہے۔ اور تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کی شرط: تین حروف سے زائد ہونا ہے یا درمیانی حرف کا متحرک ہونا ہے یا عجمی زبان کا لفظ ہونا ہے۔ پس ھند کو منصرف پڑھنا جائز ہے۔ اور زینب اور سقر اور ماہ اور جور کو منصرف پڑھنا ناجائز ہے۔ (قاعدہ) پس اگر مؤنث معنوی کے ساتھ کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو اس کی شرط تین حروف سے زیادہ ہونا ہے۔ پس قَدَم منصرف ہے اور عقرب غیر منصرف ہے۔

[٤-] المعرفةُ: شرطها: أن تكون عَلَمِيَّةً (١).

[٥-] العُجْمَةُ:(٢) شرطُها: أن تكون عَلَمِيَّةً فى العُجْمَةِ، وتَحَرُّكُ الأوسطِ، أو الزيادةُ على الثلاثة؛ فَنُوْحٌ منصرفٌ، وشَتَرُ وإبراهيمُ ممتنعٌ.

[٦-] الجمع:(٣) شرطُه: صيغةُ مُنْتَهَى الجُموع، بغيرهاء، كمساجد ومصابيح: وأما فَرَازِنَةُ فمنصرفٌ.

[فائدة] (٤) وحَضَاجِرُ: عَلَمًا للضَّبُع غير منصرفٍ، لأنه منقول عن الجمع.

[فائدة] وَسَرَاوِيْلُ:(٥) إذا لم يُصْرَفْ ـــ وهو الأكثر ـــ فقد قيل: أعجميٌّ حُمِلَ على مَوَازِنِه، وقيل: عربيٌّ: جمعُ سِرْوَالَةٍ: تقديراً؛ وإذا صُرِفَ فلا إشكال.

[فائدة] ونحوُ جَوَارٍ: رفعاً وجرًّا كقاض.(٦)

غیر منصرف کا چوتھا سبب: معرفہ

(۱) معرفہ: وہ اسم ہے جو متعین چیز پر دلالت کرے۔ ایسے اسماء سات ہیں، مگر غیر منصرف کا سبب صرف علمیت ہے، اس لئے معرفہ اور علمیت کا ایک ہی مطلب ہے یہی مطلب ہے شرطها أن تكون علميةً کا یعنی باقی چھ معرفہ جیسے: ضمیر، اسم موصول وغیرہ غیر منصرف کا سبب نہیں۔

غیر منصرف کا پانچواں سبب: عجمہ

(۲) عجمہ کے معنی ہیں: غیر عربی زبان کا لفظ ہونا۔ عجمہ کے لئے بھی علمیت شرط

ہے، یعنی ضروری ہے کہ وہ عجمی زبان میں نام ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ (۱) کلمہ میں تین حرف سے زائد ہوں۔ جیسے إبراهيم۔ (۲) اور اگر کلمہ تین حرفی ہو تو درمیانی حرف متحرک ہو، جیسے شَتَرُ (ایک قلعہ کا نام) پس نوح اور لوط منصرف ہیں، کیونکہ درمیانی حرف ساکن ہے۔ اور شتر غیر منصرف ہے کیونکہ درمیانی حرف متحرک ہے۔ اور إبراهيم بھی غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں تین حروف سے زائد ہیں۔

غیر منصرف کا چھٹا سبب: جمع

(۳) جمع: سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم منتہی الجموع کے وزن پر ہو۔ یہ دو وزن ہیں: (۱) مَفَاعِل یعنی شروع میں دو حرف مفتوح ہوں (میم کا ہونا ضروری نہیں) اور تیسری جگہ الف ہو، اور اس کے بعد دو حرف ہوں، خواہ جدا جدا ہوں خواہ مدغم، جیسے: مساجد اور دوابُّ (چوپایے) (۲) مَفَاعِيْل: یعنی شروع میں دو حرف مفتوح ہوں (میم کا ہونا ضروری نہیں) اور تیسری جگہ الف ہو، اور اس کے بعد تین حروف ہوں اور درمیانی حرف ساکن ہو جیسے مصابیح (چراغ) —— لیکن اگر جمع کے آخر میں ۃ آسکتی ہو تو وہ لفظ غیر منصرف نہ ہوگا جیسے صَيَاقِلَة (تلواروں کو تیز کرنے والے) اسی طرح فَرَازِنَة (فَرْزُون کی جمع: شطرنج کی ایک گوٹی جس کو وزیر کہتے ہیں) بھی منصرف ہیں، کیونکہ ان کے آخر میں تاء تانیث موجود ہے جو حالتِ وقف میں ہ ہو جاتی ہے۔

(۴) حَضَاجِر (بجّو، لکڑ بھگا، ایک خونخوار جانور) منتہی الجموع کے وزن پر ہے مگر جمع نہیں، پس جب جمعیت نہیں تو یہ غیر منصرف کیوں ہے؟ مصنف رحمہ اللہ اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ درحقیقت حَضْجَرٌ (بڑے پیٹ والے) کی جمع ہے، پھر اس کو جمعیت سے نقل کر کے بجو کا نام رکھ دیا یعنی بجو کے لئے اسم جنس بنا دیا، پس جمعیتِ اصلیہ کی وجہ سے وہ غیر منصرف ہے، کیونکہ منتہی الجموع کے لئے جو جمعیت شرط ہے وہ عام ہے خواہ فی الحال ہو یا دراصل ہو دونوں غیر منصرف کا سبب ہیں۔

ترجمہ: اور حَضَاجِر: درانحالیکہ وہ بجو کے لئے اسم جنس ہے: غیر منصرف ہے، اس لئے کہ وہ جمع سے منقول ہے یعنی درحقیقت وہ جمع تھا (پھر جب بجو کے لئے مستعمل ہونے لگا تو اس میں جمعیت باقی نہ رہی، مگر یہ بات مضر نہیں)

(۵) سَرَاوِیْل: شلوار کی عربی ہے، اور منتہی الجموع کا وزن ہے مگر جمع نہیں پھر اس کو غیر منصرف کیوں پڑھا جاتا ہے؟ جواب: اکثر عرب اس کو غیر منصرف پڑھتے ہیں اور وہ اس کے غیر منصرف ہونے کی دو توجیہیں کرتے ہیں: (۱) یہ عجمی لفظ ہے اس کو عربی کے اس کے ہم وزن الفاظ پر محمول کیا گیا ہے۔ جیسے مصابیح غیر منصرف ہے اس لئے سراویل بھی غیر منصرف ہے (۲) سراویل: کو سِرْوَالة کی جمع فرض کیا گیا ہے —— اور جو حضرات اس کو منصرف پڑھتے ہیں ان کے مذہب پر تو کوئی اشکال ہی نہیں۔

ترجمہ: اور سراویل: جب وہ منصرف نہ پڑھا جائے —— اور وہ زیادہ تر ہے —— تو کہا گیا کہ عجمی لفظ ہے اس کے ہم وزن الفاظ پر محمول کیا گیا ہے اور کہا گیا کہ عربی لفظ ہے اور سِرْوَالة کی فرضی طور پر جمع ہے اور جب منصرف پڑھا جائے تو کوئی اشکال نہیں۔

(۶) جو جمع واوی یا یائی فَوَاعِل کے وزن پر ہو، اور اس پر حرکت کے ذریعہ اعراب آتا ہو، جیسے جَوَارِی: جارية (باندی) کی جمع اور دَوَاعِی: داعية کی جمع: یہ حالت رفعی وجری میں: حذفِ یاء اور تنوین کے داخل ہونے میں: قاضٍ کی طرح ہیں۔ کہیں گے: جاء تنی جَوَارٍ، مررتُ بجورٍ، رأيتُ جوارِيَ —— رہی یہ بات کہ جوارٍ: منصرف ہے یا غیر منصرف تو اس میں اختلاف ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے اس کو ذکر نہیں کیا، بس استعمال کا طریقہ بتادیا۔

[۷-] التركيبُ: شرطُه العلَميةُ، وأن لايكون بإضافةٍ، ولا إسنادٍ، مثلُ بَعْلَبَكَّ(۱).

[۸-] الألف والنون:[۲]

[الف] إن كانتا في اسم: فشرطُه: العلميةُ، كعمرانَ.

[ب] أو صفةٍ: فَانْتِفَاءُ فَعْلاَنَةٍ، وقيل: وجودُ فَعْلٰى.

ومن ثَمَّ: اختلف في رحمان، دون سَكْرَانَ، ونَدْمَانٍ.

غیر منصرف کا ساتواں سبب: ترکیب

(۱) ترکیب سے مراد مرکب منع صرف ہے یعنی دو کلموں کو اسناد اور اضافت کے بغیر ملا دینا (اور دوسرا کلمہ نہ صوت ہو جیسے سیبویہ اور نہ حرف کو متضمن ہو جیسے ثلاثة عشر) ترکیب کے سبب بننے کے لئے علمیت شرط ہے جیسے بَعْلَبَكّ، حَضَرَ مَوْت (شہروں کے نام) مَعْدِيْكَرِبَ (آدمی کا نام)

غیر منصرف کا آٹھواں سبب: الف نون زائدتان

(۲) اسم کے آخر میں الف اور نون کا ہونا بھی غیر منصرف کا سبب ہے اگر یہ الف اور نون اسم ذات کے آخر میں ہوں تو علمیت شرط ہے، جیسے عثمان، سلمان، عمران اور اگر اسم صفت کے آخر میں ہوں تو یہ شرط ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلاَنة کے وزن پر نہ آتا ہو، جیسے سکران (مدہوش) اور بعض نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس کا مؤنث فَعْلٰی کے وزن پر آتا ہو ـــــ اور اسم ذات: وہ اسم ہے جو محض کسی ذات پر دلالت کرے، کسی حالت پر دلالت نہ کرے، جیسے کتاب، جدار ـــــ اور اسم صفت: وہ اسم ہے جو ذات کے ساتھ حالت پر بھی دلالت کرے، جیسے سَکران (مدہوش، شراب پیا ہوا) عَطْشَان (پیاسا) غَضْبان (غضبناک) ـــــ پس رحمان میں اختلاف ہے۔ کیونکہ اس کا مؤنث نہیں ہے، پس جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کا مؤنث فعلانة کے وزن پر نہ آتا ہو وہ رحمان کو غیر

منصرف پڑھتے ہیں، کیونکہ شرط پائی گئی۔ اور جو لوگ یہ شرط لگاتے ہیں کہ اس کا مؤنث فَعْلیٰ کے وزن پر آتا ہو وہ منصرف پڑھتے ہیں، کیونکہ شرط نہیں پائی گئی ـــــــ اور سکران اور ندمان بالاتفاق غیر منصرف ہیں کیونکہ ان کے مؤنث سَکْریٰ اور عَطْشیٰ ہیں، پس دونوں مذہبوں پر شرط متحقق ہے فعلانۃ کے وزن پر مؤنث کا نہ آنا اور فَعْلیٰ کے وزن پر آنا۔

ترجمہ: (۷) ترکیب: اس کے لئے شرط علمیت (نام ہونا) ہے اور یہ شرط ہے کہ ترکیب اضافت کے ساتھ نہ ہو اور نہ اسناد کے ساتھ ہو جیسے بعلبك ـــــــ (۸) الف اورنون (زائدتان) (الف) اگر دونوں اسم (ذات) میں ہوں تو اس کے لئے علمیت شرط ہے جیسے عمران (۲) یا (اسم) صفت میں ہوں تو فعلانۃ کا نہ ہونا شرط ہے اور کہا گیا: فعلی کا پایا جانا شرط ہے چنانچہ رحمان میں اختلاف کیا گیا، نہ کہ سکران اور ندمان میں۔

[۹-] وزنُ الفعل: شرطُه:[۱]

[الف] أن يَخْتَصَّ به كشَمَّرَ، وضُرِبَ.

[ب] أو يكون فی أوله زيادةٌ كزيادته، غيرَ قابلٍ للتَّاءِ.

ومن ثَمَّ: امْتَنَعَ أحمرُ، وانصَرَفَ يَعْمَلٌ.

غیر منصرف کا نواں سبب: وزنِ فعل

(۱) اسم کا فعل کے وزن پر ہونا بھی غیر منصرف کا سبب ہے۔ اور فعل کے اوزان میں سے تین قسم کے وزنوں کا اعتبار ہے: (۱) فعل کا مخصوص وزن جو اسم میں شاذ و نادر ہی پایا جاتا ہو ایسے وزن دو ہیں: فَعَّلَ جیسے شَمَّرَ (تیز ہانکنا) اور فُعِلَ جیسے ضُرِبَ (۲) فعل میں زیادہ تر استعمال ہونے والا وزن۔ یہ ثلاثی مجرد کا فعلِ امر کا وزن ہے یعنی

أفعل (ہمزہ پر دو حرکتیں ضمہ اور کسرہ اور عین پر تینوں حرکتیں، یہ وزن مصنف رحمہ اللہ نے بیان نہیں کیا) (۳) فعل مضارع کا وزن یعنی وہ اسم جس کے شروع میں حروف اَتَیْنَ میں سے کوئی حرف ہو، جیسے یزید، تغلب، أحمر اور اس تیسرے وزن کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ۃ نہ آسکتی ہو، پس یَعْمَلٌ اور نَصِیْرٌ منصرف ہیں، کیونکہ ان کا مؤنث یَعْمَلَۃٌ اور نصیرۃٌ آتا ہے ناقۃٌ یعملۃٌ: کام میں استعمال ہونے والی اونٹنی اور امرأۃ نصیرۃٌ: مددگار عورت۔

ترجمہ: وزنِ فعل: اس کے لئے شرط یہ ہے کہ (الف) وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو، جیسے شَمَّرَ اور ضُرِبَ (ب) یا اس کے شروع میں کوئی زیادتی ہو فعل (مضارع) جیسی زیادتی، درانحالیکہ وہ لفظ ۃ کو قبول کرنے والا نہ ہو۔ اور اسی وجہ سے أحمر غیر منصرف ہے (کیونکہ اس کے شروع میں حروف اَتَیْنَ میں سے الف کی زیادتی ہے اور وہ ۃ کو قبول نہیں کرتا) اور یعمل منصرف ہے (کیونکہ اس کے شروع میں اگرچہ یاء کی زیادتی ہے مگر وہ ۃ کو قبول کرتا ہے)

[قاعدة] وما فيه علميةٌ مُؤَثِّرَةٌ: إذا نُكِّرَ صُرِفَ.[١]

[وجهُه] لِمَا تبيَّنَ: من أنها لا تُجَامِعُ مُؤَثِّرَةً إلا ماهى شرطٌ فيه، إلا العدلَ ووزنَ الفعلِ، وهما مُتَضَادَّانِ، فلايكون معها إلا أحدُهما، فإذا نُكِّرَ بقى بلا سببٍ، أو على سببٍ واحد.

[اختلاف سيبويه][٢] وخَالَفَ سِيْبَوَيْهِ الأخفشَ فى مثلِ أحمرَ: علماً: إذا نُكِّرَ، اعتباراً للصفة الأصلية بعد التنكير.

ولا يَلْزَمُه بابُ حاتمٍ: لِمَا يَلْزَمُ من اعتبار المتضادَّيْن فى حكم واحد[٣].

[قاعدة][٤] وجميع الباب باللام، أو بالإضافة: يَنْجَرُّ بالكسر.

غیر منصرف کے سلسلہ کے دو قاعدے

(۱) پہلا قاعدہ: غیر منصرف کے جن پانچ اسباب (تانیث بالتاء، مؤنث معنوی، عجمہ، ترکیب اور الف نون زائدتان) میں علمیت شرط ہے اگر ان کو نکرہ بنادیا جائے گا تو وہ منصرف ہو جائیں گے۔ جیسے رُبَّ فاطمةٍ / زینبٍ / إبراهیمٍ / معدیکربٍ / عمرانٍ (بہت سی فاطمائیں الخ)

اس کی وجہ: پہلے یہ بات وضاحت کے ساتھ آچکی ہے کہ علمیت سات اسباب میں پائی جاتی ہے، ان میں سے پانچ میں شرط ہے، پس جب ان کو نکرہ بنادیا جائے گا تو ان میں غیر منصرف کا کوئی سبب باقی نہیں رہے گا، کیونکہ دوسرا سبب: علمیت کی شرط کے ساتھ سبب تھا پس جب علمیت نہ رہی تو وہ سبب بھی نہ رہا —— اور دو سببوں میں یعنی عدل اور وزن فعل میں شرطیت کے بغیر علمیت پائی جاتی ہے، پس جب ان کو نکرہ بنادیا جائے گا تو ان میں ایک ہی سبب باقی رہے گا جو غیر منصرف ہونے کے لئے کافی نہیں۔ رہے عدل اور وزن فعل تو وہ دونوں ایک اسم میں جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں تضاد ہے۔

ترجمہ: (اس کی وجہ) مذکورہ قاعدہ اس وجہ سے ہے جو پہلے واضح ہو چکی ہے کہ علمیت مؤثر ہو کر جمع نہیں ہوتی مگر اس سبب میں جس میں وہ شرط ہے (یعنی صرف پانچ اسباب میں) مگر عدل اور وزن فعل (یعنی ان دو سببوں میں شرطیت کے بغیر علمیت پائی جاتی ہے) اور وہ دونوں متضاد ہیں (یعنی ایک اسم میں جمع نہیں ہو سکتے) پس نہیں ہوگا علمیت کے ساتھ مگر ان دونوں میں سے ایک، پس جب وہ نکرہ بنادیا جائے گا تو وہ بلا سبب رہ جائے گا (یعنی پانچ اسباب میں جن میں علمیت شرط ہے) یا ایک سبب پر رہ جائے گا (یعنی عدل اور وزن فعل میں)

(۲) سیبویہ کا اختلاف: سیبویہ مذکورہ قاعدہ میں ایک صورت میں اختلاف

کرتے ہیں۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی اسم وصف کے ذریعہ کسی کا نام رکھ دیا جائے۔ مثلاً کسی کا أحمر نام رکھ دیا جائے پھر اس کو نکرہ بنا دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

سیبویہ (جو استاذ ہیں) کہتے ہیں کہ نکرہ بنانے کے بعد بھی وہ غیر منصرف ہوگا۔ کیونکہ علم ہونے کی وجہ سے جو وصفیت زائل ہوگئی تھی وہ نکرہ بنانے کے بعد لوٹ آئے گی اور دوسرا سبب وزنِ فعل موجود ہے اس لئے وہ غیر منصرف ہوگا۔ اخفش (جو شاگرد ہیں) کہتے ہیں کہ اب وہ منصرف ہو جائے گا، کیونکہ اب اس میں صرف ایک سبب وزن فعل رہ جائے گا جو غیر منصرف ہونے کے لئے کافی نہیں۔ اور جو وصفیت نام رکھ دینے کی وجہ سے زائل ہوگئی تھی، وہ نکرہ بنانے کے بعد نہیں لوٹے گی کیونکہ معدوم کا اعادہ محال ہے۔ یہی جمہور کا مذہب ہے [۱]

ترجمہ: (سیبویہ کا اختلاف) اور سیبویہ نے اخفش سے اختلاف کیا ہے أحمر جیسے الفاظ میں نام ہونے کی حالت میں یعنی احمر کی طرح کے کسی بھی اسم وصف کے ذریعہ جب کسی کا نام رکھ دیا جائے، پھر جب وہ نکرہ بنا دیا جائے (تو بھی وہ سیبویہ کے نزدیک غیر منصرف ہوگا) نکرہ بنا دینے کے بعد وصفیتِ اصلیہ کا اعتبار کرتے ہوئے یعنی جب تک وہ نام تھا وصفیت کے معنی اس میں نہیں تھے، اب تنکیر کے بعد وصفیتِ اصلیہ لوٹ آئے گی اور اس کا اعتبار کرلیا جائے گا۔

---

(۱) چونکہ اخفش کا مذہب جمہور کے موافق تھا اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے مخالفت کی نسبت استاذ کی طرف کی ہے، جو اگرچہ مستحسن نہیں مگر ترجیح کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسا کرنا ضروری تھا (شرح جامی)

لیکن اگر غور کیا جائے تو سیبویہ کی بات بھی ایک درجہ میں معقول ہے اور اخفش کی بھی۔ جب ربَّ أحمرٍ کہیں گے اس وقت تو وصفیت کے معنی نہیں لوٹتے کیونکہ علمیت کا ابھی اثر باقی ہے۔ مگر صرف أحمر کر دیا جائے تو اب وصفیت ہی کے معنی ہونگے۔ پس اخفش کے قول کا مصداق ربَّ والی تنکیر ہے اور سیبویہ کے قول کا مصداق مطلق تنکیر ہے۔

(۳) اخفش نے سیبویہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر علم میں تنکیر کے بعد وصفیت کا اعتبار کیا جائے گا تو علم ہونے کی حالت میں بھی اس کا اعتبار کرنا چاہئے، جیسے حاتم کے معنی قاضی اور فیصلہ کرنے والے کے ہیں، پس نام ہونے کی حالت میں اس کا اعتبار کریں گے تو علمیت اور وصفیت دو سبب پائے گے پس اس کو غیر منصرف پڑھنا چاہئے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔

جواب: یہ ہے کہ تنکیر کے بعد وصفیت کا اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نام ہونے کی حالت میں بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔ ایسا کیسے کیا جاسکتا ہے؟ علمیت اور وصفیت میں تو تضاد ہے ایک حالت میں دونوں کا اعتبار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ اور تنکیر کے بعد اعتبار کرنے میں کوئی تضاد کی بات نہیں، اس لئے سیبویہ اس کا اعتبار کرتے ہیں۔

نوٹ: اخفش کا مذہب صحیح ہے، جمہور کے قول کے مطابق ہے، مگر ان کا سیبویہ رحمہ اللہ پر اعتراض صحیح نہیں۔ اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا ہے۔

ترجمہ: اور سیبویہ کے سر نہیں پڑیں گے حاتم جیسے الفاظ (اس لئے کہ حاتم میں نام ہونے کی حالت میں وصفیت کا اعتبار کرنے میں) ایک حکم میں یعنی حالتِ واحدۃ میں دو متضاد باتوں کا اعتبار کرنا لازم آئے گا (جو کسی طرح درست نہیں)

فائدہ: حاتم جیسے الفاظ سے مراد: وہ تمام الفاظ ہیں جو وصفی معنی پر دلالت کرتے ہیں، جیسے قاسم، ہاشم، شاہد، نسیم، بادِ بہاری وغیرہ جب ان کے ذریعہ کسی کا نام رکھ دیا جائے تو نام ہونے کی حالت میں وصفی معنی کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اخفش نے یہی اعتراض کیا ہے کہ جب تنکیر کے بعد سیبویہ وصفی معنی کا اعتبار کرتے ہیں تو چاہئے کہ نام ہونے کی حالت میں بھی اس کا اعتبار کریں اور ان سب الفاظ کو وصفیت اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف قرار دیں —— مگر ظاہر ہے اخفش کا یہ اعتراض صحیح نہیں۔ نام ہونے کی حالت میں وصفی معنی کا اعتبار کیسے کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو حالتِ واحدۃ میں دو متضاد باتوں کا اعتبار کرنا ہے۔ اور نام ہونے کی حالت میں وصفی معنی کی طرف لوگوں کا ذہن

بھی نہیں جاتا۔

(۴) دوسرا قاعدہ: جب غیر منصرف پر الف لام آئیں یا اس کی دوسرے اسم کی طرف اضافت کی جائے تو حالت جری میں اس پر کسرہ آسکتا ہے۔ البتہ تنوین نہیں آسکتی، کیونکہ معرف باللام پر اور مضاف پر تنوین نہیں آتی جیسے في المساجدِ، في أحسنِ تقويمٍ (بہترین سانچے میں) أحسن: غیر منصرف ہے، وصف اور وزنِ فعل کی وجہ سے۔

ترجمہ: سارا باب یعنی تمام غیر منصرف لام کے ساتھ یا اضافت کے ساتھ کسرہ کے ذریعہ جر دیئے جاتے ہیں۔

مشقی سوالات

(۱) غیر منصرف کی عربی تعریف سناؤ

(۲) غیر منصرف کے نو اسباب کیا ہیں۔ اشعار مع امثلہ سناؤ

(۳) غیر منصرف کا حکم کیا ہے؟ عربی میں بیان کرو

(۴) غیر منصرف کو کن دو صورتوں میں منصرف پڑھنا جائز ہے؟

(۵) غیر منصرف کے کونسے اسباب: دو سببوں کے قائم مقام ہوتے ہیں؟

(۶) عدل کی عربی تعریف سناؤ اور عدل تحقیقی اور تقدیری کا مطلب مع امثلہ بیان کرو

(۷) عدل کے چھ وزن کیا ہیں؟ مع امثلہ سناؤ

(۸) وصف کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

(۹) مررتُ بنسوة أربع میں أربع منصرف ہے یا غیر منصرف؟ وجہ بیان کرو

(۱۰) أسود، أرقم اور أدهم کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ منصرف ہیں یا غیر منصرف؟ وجہ بیان کرو

(۱۱) أفعی، أجدل اور أخیل کے کیا معنی ہیں؟ اور یہ منصرف ہیں یا غیر منصرف؟ اور کیوں؟

(۱۲) تانیث بالتاء اور تانیث معنوی کے لئے کیا شرط ہے؟ اور ثانی میں یہ شرط جوازی ہے یا وجوبی؟

(۱۳) تانیث معنوی میں تحتّم تاثیر کے لئے کیا شرط ہے؟ اور شرائط کی تفریعات بیان کرو

(۱۴) تانیث معنوی کے ذریعہ اگر کسی مذکر کا نام رکھ دیا جائے تو کیا حکم ہے؟ مع مثال بیان کرو

(۱۵) معرفہ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے سبب بننے کے لئے کیا شرط ہے؟

(۱۶) عجمہ کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ اور نوح، شتر اور إبراهیم کا حکم بیان کرو

(۱۷) جمع کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟ اور فرازنة منصرف کیوں ہے؟

(۱۸) حَضَاجِر کے کیا معنی ہیں؟ اور وہ منصرف ہے یا غیر منصرف؟ اور کیوں؟

(۱۹) سراویل کا کیا حکم ہے؟ منصرف ہے یا غیر منصرف؟ اور کیوں؟

(۲۰) جمع ناقص واوی اور یائی کا کیا اعراب ہے، مثال کے ساتھ بیان کرو

(۲۱) ترکیب سے کونسی ترکیب مراد ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرط ہے؟

(۲۲) الف نون زائدتان: اگر اسم ذات میں ہوں تو کیا شرط ہے؟ مع مثال بیان کرو

(۲۳) الف نون زائدتان: اگر اسم صفت میں ہوں تو کیا شرط ہے؟ مع مثال بیان کرو

(۲۴) رحمان، سکران اور ندمان کا حکم بیان کرو کہ منصرف ہیں یا غیر منصرف؟

اور کیوں؟

(۲۵) وزن فعل کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور وزن فعل کے اوزان کتنے ہیں مع امثلہ بیان کرو

(۲۶) أحمر: غیر منصرف اور یعمل: منصرف کیوں ہیں؟ وجہ بیان کرو

(۲۷) قاعدة: ما فيه علمية مؤثرة: إذا نُكِّر صُرِفَ کی وضاحت کرو

(۲۸) وہ کونسے اسباب ہیں جن کو نکرہ بنانے کے بعد ان کی سببیت بالکلیہ ختم ہوجاتی ہے

(۲۹) عدل اور وزن فعل کا اس سلسلہ میں کیا حکم ہے؟ کیا یہ دونوں ایک اسم میں جمع ہو سکتے ہیں؟

(۳۰) سیبویہ نے اخفش سے کس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے اور وہ اختلاف کیا ہے مفصل بیان کرو

(۳۱) سیبویہ پر حاتم کے قبیل کے الفاظ سے کیا اعتراض وارد ہوتا ہے اور اس کا جواب کیا ہے؟

(۳۲) جب کسی بھی غیر منصرف پر الف ولام آجائیں یا اس کی اضافت کردی جائے تو کیا حکم ہے؟

المرفوعات(١)

هو: ما اشْتَمَلَ على عَلَمِ الفاعلية.

[١-] فمنه الفاعل:(٢)

وهو: ما أُسْنِدَ إليه الفعلُ، أو شِبْهُهُ، وقُدِّمَ عليه: على جهة قيامه به، مِثْلُ: قام زيد، وزيدٌ قائمٌ أبوه.

[قاعدة] والأصلُ أن يَلِيَ الفعلَ، فلذلك: جاز: ضرب غلامَه زيدٌ، وامْتَنَعَ ضرب غلامُه زيدًا.(٣)

[قاعدة] وإذا انتفى الإعراب فيهما لفظاً، والقرينةُ، أوكان مُضْمَرًا متصلاً، أو وقع مفعولُه بعدَ إلا أو معناها: وَجَبَ تقديمه.(٤)

مرفوعات کا بیان

پہلا مرفوع: فاعل

(۱) مرفوعات: یعنی وہ اسماء جو فاعل ہونے کی نشانی (پیش) پر مشتمل ہیں۔ مرفوعات آٹھ ہیں: فاعل، نائب فاعل، مبتدا، خبر، حروف مشبہ بالفعل کی خبر، افعالِ ناقصہ کا اسم (مصنفؒ نے اس کو بیان نہیں کیا، کیونکہ مفصل میں زمخشریؒ نے اس کو منصوبات میں ذکر کیا ہے) ما اور لا مشابہ بہ لیس کا اسم، اور لائے نفی جنس کی خبر۔

(۲) فاعل: وہ اسم ہے جس کی طرف کسی فعل یا شبہ فعل کی نسبت کی گئی ہو اور اس فعل یا شبہ فعل کو پہلے لایا گیا ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ذریعہ وجود میں آیا ہو۔ جیسے قام زید اور قیامُ زیدٍ میں زید کی طرف فعل قام اور مصدر قیام کی نسبت کی گئی

ہے، اور کھڑا ہونا زید کے ذریعہ وجود میں آیا ہے اس لئے زید فاعل ہے ـــــ شِبہ فعل پانچ ہیں: اسم فاعل، اسم مفعول، اسم تفضیل، صفتِ مشبّہ اور مصدر۔ یہ سب فعل کی طرح عمل کرتے ہیں اور عام طور پر اپنے پہلے معمول کی طرف مضاف ہوتے ہیں۔ جیسے قیامُ زیدٍ میں مصدر قیام فاعل کی طرف مضاف ہے۔

ترجمہ: فاعل: وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا اس کے مشابہ (مانند) کی نسبت کی گئی ہو اور اس کو فاعل سے پہلے لایا گیا ہو۔ فعل کے فاعل کے ذریعہ قیام (وجود پذیر ہونے) کی جہت سے یعنی وہ فعل اس فاعل کے ذریعہ وجود میں آیا ہو، جیسے زید کھڑا ہوا، اور زید کا باپ کھڑا ہونے والا ہے۔

(۳) قاعدہ: اصل یہ ہے کہ فاعل فعل سے متصل آئے یعنی مفعول سے مقدم آئے اسی ضابطہ سے ضرب غلامَہ زید کہنا درست ہے، یعنی زید نے اپنے غلام کو مارا۔ اس میں زید فاعل ہے، جملہ میں اگرچہ وہ مفعول کے بعد آیا ہے، مگر اس کا رتبہ مقدم ہے اس لئے اس کی طرف غلامَہ کی ضمیر لوٹ سکتی ہے۔ یہ اضمار قبل الذکر نہیں اور ضرب غلامُہ زیداً کہنا درست نہیں، یعنی زید کے غلام نے زید کو مارا، کیونکہ غلامُہ کی ضمیر زیداً کی طرف لوٹتی ہے جو مفعول بہ ہے، جو لفظاً اور رتبۃً مؤخر ہے اس لئے یہ اضمار قبل الذکر ہے اور ناجائز ہے (وَلِيَهُ يَلِيْهِ وَلْيًا: قریب ہونا، متصل ہونا)

(۴) قاعدہ: تین صورتوں میں فاعل کو مفعول بہ سے پہلے لانا واجب ہے:

(۱) جب فاعل اور مفعول دونوں اسم مقصور ہوں اور اشتباہ کا اندیشہ ہو، جیسے ضرب موسی عیسی (موسیٰ نے عیسیٰ کو مارا) اور اگر اشتباہ کا اندیشہ نہ ہو تو تقدیم واجب نہیں۔ جیسے أکل الکُمَّثْریٰ موسی: موسیٰ نے ناسپاتی کھائی۔ ناسپاتی مفعول ہی ہوسکتی ہے خواہ پہلے آئے یا بعد میں۔

(۲) جب فاعل ضمیر مرفوع متصل ہو، جیسے ضربتُ زیداً۔

(۳) جب مفعول إلا یا اس کے ہم معنی کلماتِ حصر کے بعد آئے یعنی مفعول کا

حصر کرنا مقصود ہو، جیسے ما ضرب زیدٌ إلا عَمْراً (زید نے عمرو ہی کو مارا)

ترجمہ: اور جب دونوں میں اعراب منتفی ہو یعنی فاعل ومفعول دونوں میں اعراب باعتبار لفظ کے منتفی ہو اور قرینہ نہ ہو جس سے معلوم ہو سکے کہ فاعل کون ہے اور مفعول کون ہے یا فاعل ضمیر متصل ہو یا اس کا مفعول إلا یا اس کے ہم معنی کلماتِ حصر کے بعد آیا ہو، تو فاعل کو پہلے لانا واجب ہے۔ (والقرینةُ کا عطف الإعرابُ پر ہے)

[قاعدة] وإذا اتَّصَلَ به ضميرُ مفعولٍ، أو وقع بعد إلا أو معناها، أو اتَّصَلَ به مفعولُه، وهو غيرُ متصلٍ: وجب تأخيره.

قاعدہ: تین صورتوں میں فاعل کو مفعول بہ کے بعد لانا ضروری ہے:

(۱) جب فاعل کے ساتھ ایسی ضمیر لگی ہوئی ہو جو مفعول کی طرف لوٹتی ہو، جیسے ضرب زیداً غلامُه۔

(۲) جب فاعل إلا کے بعد یا اس کے ہم معنی کلماتِ حصر کے بعد آئے یعنی اس کا حصر کرنا مقصود ہو، جیسے ما ضرب عَمْرًا إلا زيدٌ۔

(۳) فعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر ملی ہوئی ہو اور فاعل ضمیر غیر متصل ہو، جیسے ضربكَ زيدٌ: تو فاعل کو مؤخر لانا واجب ہے۔

ترجمہ: اور جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر ملی ہوئی ہو، یا فاعل إلا یا اس کے ہم معنی حروف کے بعد آئے یا فعل کے ساتھ اس کا مفعول ملا ہوا ہو اور فاعل ملا ہوا نہ ہو تو فاعل کی تاخیر ضروری ہے۔

[قاعدة] وقد يُحْذَفُ الفعلُ لقيامِ قرينة:[1]

[الف] جوازاً في مثلِ: زيدٌ، لمن قال: من قام؟

شعرٌ[2]:

وَلْيُبْكَ يزيدُ: ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ ❁ ومُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

[ب] ووجوباً: في مثل: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾[٣]
[قاعدة] وقد يُحْذَفَانِ معاً: في مثلِ: نعم، لمن قال: أقام زيدٌ؟[٤]

(۱) قاعدہ: قرینہ کی موجودگی میں فاعل کا فعل حذف کیا جاتا ہے: جوازاً بھی اور وجوباً بھی ـــــ جوازاً حذفِ فعل کی مصنف رحمہ اللہ نے دو مثالیں دی ہیں: پہلی مثال: کسی نے پوچھا: من قام؟ کون کھڑا ہوا؟ آپ نے جواب دیا: زیدٌ تو یہاں قام محذوف ہے، اور حذف کا قرینہ سوال محقّق (واقعی سوال) ہے۔

(۲) جوازِ حذف کی دوسری مثال: ایک شاعر اپنے بھائی یزید کا مرثیہ کہتا ہے:

وَلْيُبْكَ يزيدُ: ضَارِعٌ لِخُصُوْمَةٍ ۞ ومُخْتَبِطٌ مِمَّا تُطِيْحُ الطَّوَائِحُ

ترجمہ: چاہئے کہ رویا جائے یزید! (کون روئے؟ روئے اس کو) جھگڑے کے وقت عاجز رہ جانے والا÷ اور آفات میں ہلاک ہونے سے بے وسیلہ سوال کرنے والا۔ یعنی دو شخص اس کو روئیں: ایک: جھگڑے کے وقت مدد چاہنے والا، دوسرا: سخت آفات میں بے وسیلہ تعاون کی درخواست کرنے والا۔ کیونکہ یزید ان دونوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ اس شعر میں ضارع سے پہلے يَبْكِي محذوف ہے اور قرینہ سوال مقدر یعنی فرضی سوال ہے، اور مختبط کا عطف ضارع پر ہے۔ ضارع: عاجز رہ جانے والا۔ لخصومة: لام وقتیہ ہے مُخْتَبِطٌ: آفات میں ہلاک ہونے والا، مما میں ما مصدریہ ہے أطاحه: ہلاک کرنا طائحة: آفت۔

(۳) اور وجوباً فعل محذوف ہونے کی مثال سورۃ توبہ کی آیت ٦ ہے: ﴿وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ یعنی اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپؐ سے پناہ کا طلب گار ہو۔ یہاں أحد سے پہلے استجارك محذوف ہے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ إِنْ حرف شرط فعل ہی پر داخل ہوتا ہے اور في مثل سے مراد ما أُضمر عاملُه على شريطة التفسير ہے یعنی بعد میں تفسیر کرنے والا فعل آرہا ہو تو پہلی جگہ فعل کو

مقدر ماننا ضروری ہے۔

(۴) قاعدہ: اگر قرینہ موجود ہوتو فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنا بھی جائز ہے، جیسے کسی نے پوچھا: أقام زيد؟ کیا زید کھڑا ہوا؟ آپ نے جواب دیا: نعم: ہاں! یہاں قام زيد محذوف ہے أى نعم قام زيد۔

[تنازُعُ الفعلانِ[1]]

وإذا تنازع الفِعلانِ ظاهراً بعدَهما، فقد يكون:

[الف] فى الفاعلية، مثلُ: ضربنى وأكرمنى زيد.

[ب] وفى المفعولية، نحوُ: ضربتُ وأكرمتُ زيدًا.

[ج ود] وفى الفاعلية والمفعولية مختلِفَين.

فيختار البصريون إعمالَ الثانى، والكوفيون الأولَ:

[الف] فإن أعلمتَ الثانىَ أَضْمَرْتَ الفاعلَ فى الأول على وَفْقِ الظاهر دون الحذفِ، خلافاً للكِسَائِىِّ —— وجاز خلافاً للفراء —— وحذفتَ المفعولَ إن اسْتُغْنِىَ عنه، وإلا أظهرتَ.[2]

[ب] وإن أعملت الأول أضمرتَ الفاعلَ فى الثانى، والمفعولَ على المختار، إلا أن يمنعَ مانع فَتُظْهِرَ.[3]

[فائدة] وقولُ امْرَءِ القَيْسِ: ع: كَفَانِىْ ولم أَطْلُبْ قليلٌ من المال: ليس منه، لفساد المعنى.[4]

تنازع فعلان کا بیان

(۱) تنازُع کے لغوی معنی ہیں: جھگڑا کرنا اور اصطلاحی معنی ہیں: دو یا زیادہ فعلوں یا شبہ فعلوں کا اس اسم ظاہر کو معمول بنانے میں جھگڑا کرنا جو ان کے بعد آ رہا ہے۔

تنازع فعلان کی چار صورتیں ہیں: (الف) دونوں فعل اس اسم ظاہر کو فاعل بنانا چاہیں، جیسے ضربنی وأکرمنی زیدٌ (ب) دونوں اس کو مفعول بنانا چاہیں، جیسے ضربتُ وأکرمتُ زیداً (ج) اول فاعل بنانا چاہے دوسرا مفعول، جیسے ضربنی وأکرمت زیداً (د) اول مفعول اور دوم فاعل بنانا چاہے جیسے ضربت وأکرمنی زید۔

ایسے نزاع کی صورت میں بصری نُحات دوسرے فعل کو عمل دینا بہتر سمجھتے ہیں کیونکہ وہ اس اسم ظاہر سے قریب ہے اور کوفی نحات اول کو عمل دینا بہتر کہتے ہیں، کیونکہ وہ پہلا ہے اور پہلے کا حق پہلا ہے۔ اور جائز دونوں میں سے کسی کو بھی عامل بنانا ہے۔

(۲) اگر بصریوں کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کو عامل بنائیں اور پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اس کے لئے اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لائیں گے، فاعل کو حذف نہیں کریں گے۔ اس میں کسائی کا اختلاف ہے، ان کے نزدیک اس صورت میں فاعل کو حذف کرنا ضروری ہے، کیونکہ مرجع سے پہلے ضمیر لانا جائز نہیں چنانچہ وہ ضربانی وأکرمنی الزیدان میں ضربنی وأکرمنی الزیدان کہیں گے، پہلے فعل میں ضمیر کو حذف کریں گے۔

اور پہلا فعل فاعل بنانا چاہ رہا ہو تو بھی دوسرے فعل کو عمل دینا جائز ہے مگر اس میں فرّاء کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک جب پہلا فعل فاعل بنانا چاہ رہا ہو تو اسی کو عمل دینا ضروری ہے، دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔

اور اگر پہلا فعل مفعول بنانا چاہتا ہے اور مفعول کے بغیر کام چل سکتا ہے یعنی مفعول افعالِ قلوب میں سے نہیں ہے۔ تو بصریوں کے نزدیک اس کو حذف کریں گے اور اگر کام نہ چل سکتا ہو، اس لئے کہ وہ مفعول افعالِ قلوب میں سے ہے تو پھر پہلے فعل کے مفعول کو ظاہر کریں گے یعنی اس کے لئے اسم ظاہر لائیں گے۔ جیسے حَسَبَنِیْ منطلقاً وحسبتُ زیداً منطلقاً۔

(۳) اور اگر کوفیوں کے مذہب کے مطابق پہلے فعل کو عمل دیں اور دوسرا فعل: فاعل چاہ رہا ہو تو اس کے لئے ضمیر لائیں گے اور اگر مفعول چاہ رہا ہو تو اس کے لئے ضمیر لانا بہتر ہے اور حذف کرنا بھی جائز ہے۔ جیسے ضربنی و أکرمتُه/ و أکرمتُ زیدٌ البتہ اگر مفعول افعالِ قلوب میں سے ہو تو پھر اس کو ظاہر کرنا ضروری ہے۔ جیسے حسبنی و حسبتُهما منطلقین الزیدان منطلقاً۔

ترجمہ: پس اگر آپ دوسرے فعل کو عامل بنائیں تو پہلے فعل میں اسم ظاہر کے مطابق فاعل کے لئے ضمیر لائیں، حذف نہ کریں (اس لئے کہ عمدہ کا حذف جائز نہیں) اس میں کسائی کا اختلاف ہے (ان کے نزدیک فاعل کو حذف کرنا ضروری ہے) اور دوسرے فعل کو عامل بنانا جائز ہے اس میں فراء کا اختلاف ہے۔ اور مفعول کو حذف کردیں اگر اس کی ضرورت نہ ہو ورنہ آپ ظاہر کریں ـــــ اور اگر آپ پہلے فعل کو عامل بنائیں تو دوسرے فعل میں فاعل کی اور مفعول کی ضمیریں لائیں مختار قول کے مطابق، مگر یہ کہ کوئی مانع ہو تو اس کو ظاہر کریں یعنی فاعل اور مفعول: افعالِ قلوب کے ہوں تو ان میں سے ایک کو حذف کرنا جائز نہیں پس اس کو ظاہر کریں۔

(۴) یہ کوفیوں کی دلیل کا جواب ہے۔ کوفی کہتے ہیں: امرأ القیس نے جو عرب کا مانا ہوا شاعر ہے تنازع کی صورت میں پہلے فعل کو عامل بنایا ہے، معلوم ہوا یہی بہتر ہے۔ وہ کہتا ہے: کَفَانی ولم أَطلب قلیلٌ من المال: میرے لئے تھوڑا مال کافی ہوجاتا اور میں طلب نہ کرتا۔ اس میں قلیلٌ من المال کو کَفانی فاعل بنانا چاہتا ہے اور لم أطلب مفعول بنانا چاہتا ہے، شاعر نے پہلے فعل کا فاعل بنایا ہے، دوسرے فعل کا مفعول نہیں بنایا، ورنہ وہ قلیلاً من المال کہتا۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس استدلال کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ مصرع تنازع فعلان کے باب سے نہیں ہے۔ اگر اس کو باب تنازع سے قرار دیا جائے گا تو معنی بگڑ جائیں گے، کیونکہ پورا شعر اس طرح ہے:

ولو أنّما أَسْعٰى لِأَدْنٰى معيشةٍ ۞ كفانی ولم أطلب قليل من المال

ترجمہ: اور اگر میں معمولی معیشت کے لئے کوشش کرتا ÷ تو تھوڑا مال میرے لئے کافی تھا اور میں (بہت مال کے لئے) دوڑ دھوپ نہ کرتا —— اگلا شعر ہے:

ولکنما أَسْعٰى لِمَجْدٍ مُؤَثَّلٍ ۞ وقد يُدْرِكُ الْمَجْدَ المُؤَثَّلَ أَمْثَالِى

(بلکہ میں پائدار بزرگی کے لئے کوشش کرتا ہوں ÷ اور کبھی پائدار بزرگی میرے جیسا آدمی پالیتا ہے) اور پائدار بزرگی حاصل کرنے کے لئے بڑی دولت کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے میں بڑی دولت حاصل کرنے کی سعی کررہا ہوں پس لم أطلب کا مفعول کثیراً من المال محذوف ہے جس کا قرینہ بعد والا شعر ہے۔ اگر قليل من المال کو لم أطلب کا مفعول بنائیں گے تو تضاد ہوجائے گا یعنی تھوڑا مال کافی ہوجاتا اور پائدار بزرگی حاصل کرنے کے لئے تھوڑا مال تلاش نہ کرتا یہ کیا بات ہوئی! کیونکہ پائدار بزرگی کے لئے تھوڑا مال کافی نہیں ہوتا، اس کے لئے ڈھیروں مال چاہئے۔

[٢- مفعولُ مالم يُسَمَّ فاعلُه]

مفعولُ مالم يُسَمَّ فاعلُه: كلُّ مفعولٍ حُذِفَ فاعلُه، وأُقِيْمَ هو مقامَه(١).

وشرطُه: أن تُغَيَّرَ صيغةُ الفعلِ إلى فُعِلَ أو يُفْعَلُ.(٢)

[قاعدة] ولا يقع المفعول الثانی من باب علمتُ، والثالثُ من باب أعلمتُ، والمفعول له والمفعول معه كذلك.(٣)

[قاعدة] وإذا وُجِدَ المفعولُ به تَعَيَّنَ له، تقول: ضُرِبَ زيدٌ يومَ الجمعة أمامَ الأمير ضرباً شديداً فی داره: فتعيَّن زيدٌ؛ وإن لم يكن فالجميعُ سواءٌ.(٤)

[قاعدة] والأولُ من باب أعطيتُ أولى من الثانی.(٥)

۲-اس فعل کا مفعول جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا

یعنی نائب فاعل کا بیان

(۱)مفعول مالم یسم فاعلہ: ہر وہ مفعول ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اس کے مفعول کو فاعل کا قائم مقام کیا گیا ہو۔اس لئے اس کو ''نائب فاعل'' کہتے ہیں۔ نائب فاعل: فعل مجہول ہی کا آتا ہے۔

(۲)اور مفعول مالم یسم فاعلہ کے لئے شرط یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ سے بدل دیا جائے یعنی فعل کو مجہول بنایا جائے تبھی اس کا نائب فاعل آئے گا۔

(۳) قاعدہ: چار مفعول: نائب فاعل نہیں بن سکتے: (۱) باب علمتُ یعنی متعدی بدو مفعول کا مفعول ثانی (۲) باب أعلمتُ یعنی متعدی بسہ مفعول کا مفعولِ ثالث (۳) مفعول لہ جو لام کے بغیر ہو (۴) مفعول معہ۔ یہ چاروں نائب فاعل نہیں بن سکتے۔

(۴) قاعدہ: دیگر تمام مفعول: نائب فاعل بن سکتے ہیں۔البتہ اگر ان میں مفعول بہ موجود ہو تو اسی کو نائب فاعل بنانا چاہئے۔اور اگر مفعول بہ موجود نہ ہو تو پھر جس کو چاہیں نائب فاعل بنائیں۔ کتاب کی مثال میں زید مفعول بہ ہے اس لئے اسی کو نائب فاعل بنایا گیا ہے۔اگر وہ نہ ہوتا تو باقی کسی کو بھی نائب فاعل بنا سکتے تھے۔یوم الجمعة: مفعول فیہ ظرف زمان ہے اور أمام الأمیر: مفعول فیہ ظرف مکان ہے، ضرباً شدیداً: مفعول مطلق ہے اور فی دارہ: ظرف ہے۔

(۵) قاعدہ: باب أعطیتُ یعنی متعدی بسہ مفعول کے پہلے دو مفعولوں کو نائب فاعل بنایا جا سکتا ہے، پھر ان میں سے بھی پہلے مفعول کو نائب فاعل بنانا اولیٰ ہے۔

ترجمہ: مفعول مالم یسم فاعلہ: ہر وہ مفعول ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور

اس کو فاعل کی جگہ میں رکھا گیا ہو ـــــــ اور اس کی شرط: یہ ہے کہ فعل کا صیغہ فُعِلَ یا یُفْعَلُ کی طرف بدل دیا جائے ـــــــ (قاعدہ) اور باب علمتُ کا مفعول ثانی اور باب أعلمتُ کا مفعول ثالث نائب فاعل واقع نہیں ہوتا اور مفعول لہ اور مفعول معہ کا بھی یہی حال ہے ـــــــ (قاعدہ) اور جب مفعول بہ پایا جائے تو وہ نائب فاعل بننے کے لئے متعین ہے، کہیں گے آپ: ''زید مارا گیا جمعہ کے دن امیر کے سامنے سخت مار اس کے گھر میں'' پس زید متعین ہو گیا اور اگر مفعول بہ نہ ہو تو سب یکساں ہیں ـــــــ (قاعدہ) اور باب أعطیتُ کا پہلا مفعول دوسرے سے اولیٰ ہے۔

[٣-٤] ومنها المبتدأ والخبر:

فالمبتدأ[١]: هو الاسم المُجَرَّدُ عن العوامل اللفظية، مُسْنَدًا إليه؛ أو الصفةُ الواقعةُ بعد حرف النفى، أو ألفِ الاستفهام، رافعةً لظاهر، مثل: زيد قائم، وما قائم الزيدانِ، وأقائم الزيدانِ؟

فإن طابقت مفرداً جاز الأمرانِ.

والخبر: هو المُجَرَّدُ المُسْنَدُ به، المغاير للصفة المذكورة.[٢]

[قاعدة] وأصلُ المبتدأ التقديم؛ ومن ثَمَّ جاز: فى داره زيد؛ وامتنعَ: صاحبها فى الدار.[٣]

(۳و۴) مبتدا اور خبر کا بیان

(۱) مبتدا کی تعریف: (الف) مبتدا وہ اسم ہے جو عواملِ لفظیہ سے خالی ہو اور اس کی طرف کوئی چیز منسوب کی گئی ہو، جیسے زید قائم میں زید مبتدا ہے کیونکہ اس کی طرف قیام منسوب کیا گیا ہے (ب) یا وہ ایسا صفت کا صیغہ ہو جو حرف نفی یا ہمزہ استفہام کے بعد آیا ہو، اور وہ اپنے بعد آنے والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو۔

جیسے ماقائمُ الزیدان: دوزید کھڑے نہیں۔اور أقائم الزیدان: کیا دوزید کھڑے ہیں؟
ترکیب: اگر صفت کا صیغہ اور اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں تو دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں: (۱) صیغۂ صفت مبتدا، اور اس کا مابعد فاعل قائم مقام خبر (۲) صیغۂ صفت خبر مقدم اور مابعد مبتدا مؤخر۔

(۲) خبر کی تعریف: خبر وہ اسم ہے جو عواملِ لفظیہ سے خالی ہو اور اس کو کسی دوسری چیز کی طرف منسوب کیا گیا ہو اور مبتدا کی دوسری تعریف میں جس صیغۂ صفت کا ذکر ہے اس کے علاوہ ہو۔ کیونکہ وہ بھی مسند بہ ہوتی ہے مگر مبتدا ہوتی ہے۔

(۳) قاعدہ: اصل یہ ہے کہ مبتدا: خبر سے پہلے آئے، پس فی دارہ زید کہنا درست ہے کیونکہ ضمیر زید کی طرف لوٹے گی اور وہ اگرچہ لفظاً بعد میں ہے مگر رتبۃً مقدم ہے اس لئے ضمیر اس کی طرف لوٹ سکتی ہے اور صاحِبُها فی الدار کہنا درست نہیں کیونکہ ضمیر کا مرجع لفظاً اور رتبۃً مؤخر ہے۔

[قاعدة] وقد يكون المبتدأُ نكرةً إذا تَخَصَّصَتْ بوجهٍ مَّا، مثلُ:(۱)
[الف]﴿وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خيرٌ مِّنْ مُشْرِكٍ﴾
[ب] وأرجلٌ فی الدار أمِ امرأةٌ؟
[ج] وما أحدٌ خير منك.
[د] وشَرٌّ أَهَرَّ ذَانَابٍ.
[ه] وفی الدار رجلٌ.
[و] وسلامٌ عليك.

(۱) قاعدہ: مبتدا معرفہ ہوتا ہے، لیکن کبھی نکرہ بھی مبتدا بنتا ہے، مگر نکرہ کے مبتدا بننے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں کسی طرح سے تخصیص ہوجائے۔ مصنف رحمہ اللہ نے چھ مثالیں دی ہیں جن میں مختلف طرح سے تخصیص ہوئی ہے اس لئے ان کا مبتدا

بننا درست ہوا ہے۔

(الف) ولعبد إلخ اور یقیناً مؤمن غلام مشرک سے بہتر ہے۔ اس میں عبد مؤمن مبتدا اور خیر خبر ہے۔ اور عبد کی چونکہ صفت مؤمن آئی ہے اس لئے عموم باقی نہیں رہا اور اس کا مبتدا بننا صحیح ہو گیا۔

(ب) أرجل إلخ کیا گھر میں مرد ہے یا عورت؟ متکلم جانتا ہے کہ گھر میں کوئی ہے مگر مرد ہے یا عورت؟ یہ نہیں جانتا۔ پس اس کی تعیین چاہتا ہے۔ یہ تخصیص ہو گئی اس لئے رجل مبتدا ہے أم: حرف عطف ہے، امرأة کا رجل پر عطف ہے اور فی الدار: خبر ہے۔

(ج) ما أحد إلخ آپ سے بہتر کوئی نہیں۔ اس میں أحد: مبتدا ہے اور خیر: خبر ہے، أحد: نکرہ تحت النفی ہے اور نکرہ نفی کے بعد عام ہوتا ہے اور عام کفردٍ واحد ہوتا ہے یہ تخصیص ہوئی اس لئے نکرہ کا مبتدا بننا درست ہو گیا۔

(د) شر إلخ کسی بڑی برائی نے کتّے کو بھونکایا ہے۔ گھر والوں نے باہر کتّے کا بھونکنا سنا وہ خطرناک انداز پر بھونک رہا تھا، اس وقت انھوں نے یہ جملہ کہا یعنی کوئی خطرناک بات پیش آئی ہے۔ کتّے کا بھوکنے کا انداز اس کی غمازی کر رہا ہے، پس شَرٌّ کی تنوین تعظیم کی ہے جس سے تخصیص پیدا ہوئی اور نکرہ کا مبتدا بننا درست ہوا۔ أَهَرَّ: فعل ماضی ہے اور ذاناب فاعل ہے، پھر جملہ فعلیہ خبر ہے۔ نَابْ: کُچلیاں، نوکیلے دانت۔

(ہ) فی الدار إلخ گھر میں کوئی مرد ہے۔ یہاں خبر کی تقدیم سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہوئی اس لئے اس کا مبتدا بننا درست ہوا۔

(و) سلام علیك: میرا آپ کو سلام۔ یہاں یائے متکلم محذوف ہے اس لئے سلام خاص ہو گیا اور اس کا مبتدا بننا درست ہوا۔

یہ چند مثالیں ہیں جن میں مختلف طرح سے تخصیص ہوئی ہے، اسی طرح کسی اور

طرح بھی تخصیص ہو سکتی ہے۔غرض کسی بھی طرح سے نکرہ میں تخصیص ہو جائے تو وہ مبتدا بن سکتا ہے ورنہ نہیں۔

[قاعدة] والخبر: قد يكون جملةً، مثلُ: زيدٌ أبوه قائم، وزيد قام أبوه؛ فلابد من عائد، وقد يُحْذَفُ.(١)

[قاعدة] وما وَقَعَ ظرفًا، فالأكثر على أنه مقدَّرٌ بجملة.(٢)

[قاعدة] وإذا كان المبتدأُ:(٣)

[الف] مشتَمِلاً على ماله صدرُ الكلام، مثلُ: من أبوك؟

[ب] أو كانا معرِفَتَيْنِ.

[ج] أو متساوِيَيْنِ، نحوُ: أفضلُ منك أفضلُ منى.

[د] أو كان الخبر فعلاً له، مثلُ: زيد قام.

وجب تقديمُه.

[قاعدة]

[الف] وإذا تَضَمَّنَ الخبر المفردُ مَالَهُ صدرُ الكلام، مثلُ: أين زيدٌ؟(٤)

[ب] أو كان مُصَحِّحًا له، مثلُ: فى الدار رجلٌ.

[ج] أو لمتعلِّقِهِ ضميرٌ فى المبتدأ، مثلُ: على التمرة مثلُها زُبْدًا.

[د] أو كان خبراً عن: " أَنَّ"، مثلُ: عندى أنك قائم.

وجب تقديمُه.

(١) قاعدہ: خبر: کبھی جملہ اسمیہ ہوتی ہے، جیسے زيدٌ أبوه قائم: زید اس کا باپ کھڑا ہونے والا ہے۔زید: مبتدا، أبوه قائم: مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر زید کی خبر ـــــ اور خبر کبھی جملہ فعلیہ ہوتی ہے، جیسے زيد قام أبوه: زید: اس کا باپ کھڑا ہوا

قام أبوه: فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر زید کی خبر ہیں ـــــــ اور جب جملہ خبر ہوتو ضروری ہے کہ اس میں کوئی ضمیر وغیرہ ہو جو مبتدا کی طرف لوٹے اور یہ عائد کبھی حذف بھی کیا جاتا ہے جبکہ قرینہ موجود ہو، جیسے البُرُّ الکُرُّ بستین درھما: گیہوں: اس کا ایک کر ساٹھ درہم میں ہے۔ یہاں منہ پوشیدہ ہے، کیونکہ گیہوں کا تاجر گیہوں ہی کا بھاؤ بتائے گا۔ (عائد: ضمیر کے علاوہ الف لام عہدی بھی ہوتا ہے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر بھی لایا جاتا ہے اور خبر: مبتدا کی تفسیر ہو تو یہ بھی عائد کے قائم مقام ہوتا ہے)

(۲) قاعدہ: خبر: اگر ظرف زمان یا ظرف مکان یا جار مجرور ہو تو اکثر نحوی یعنی بصری نحوی اس کو جملہ بناتے ہیں اور فعل مقدر مانتے ہیں۔ اور کوفی نحوی اسم فاعل وغیرہ مقدر مانتے ہیں اور مفرد بناتے ہیں جیسے زید فی الدار کی تقدیر بصریوں کے نزدیک زیدٌ اسْتَقَرَّ فی الدار ہے، اور کوفیوں کے نزدیک زید ثابت فی الدار ہے (ہمارے دیار میں کوفیوں کی رائے مقبول ہے)

(۳) قاعدہ: چار صورتوں میں مبتدا کو خبر سے پہلے لانا ضروری ہے:

(۱) جب مبتدا ایسے لفظ پر مشتمل ہو جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہو، جیسے حرفِ استفہام: کلام کے شروع ہی میں آسکتا ہے جیسے من أبوك؟ تیرا باپ کون ہے؟ اس میں من: مبتدا اور أبوك خبر ہے۔

(۲) جب مبتدا اور خبر دونوں معرفہ ہوں اور مبتدا کی تعیین کا کوئی قرینہ نہ ہو، جیسے زید المنطلق: زید چلنے والا ہے یا چلنے والا زید ہے۔ اس میں دونوں معرفہ ہیں اور دونوں مبتدا بن سکتے ہیں ایسی صورت میں مبتدا کو پہلے لانا ضروری ہے پس ترجمہ ہوگا: زید چلنے والا ہے، دوسرا ترجمہ نہیں ہوگا۔

(۳) مبتدا اور خبر تخصیص میں برابر ہوں جیسے أفضلُ منك أفضلُ منی: جو شخص تجھ سے بہتر ہے وہ مجھ سے بہتر ہے اس میں اصلِ تخصیص میں دونوں برابر ہیں اس لئے مبتدا کی تقدیم واجب ہے تاکہ التباس نہ ہو۔

(۴)مبتدا کی خبر ایسا کام ہو جو مبتدا سے وجود میں آیا ہو جیسے زید قام: یہاں مبتدا کی تقدیم اس لئے واجب ہے کہ فاعل سے التباس نہ ہو ـــــــ ان چاروں صورتوں میں مبتدا کو پہلے لانا واجب ہے۔

(۳) قاعدہ: چار صورتوں میں خبر کو پہلے لانا ضروری ہے:

(۱) جب خبر مفرد کلمہ ہو اور وہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہو، جیسے أین زید؟ زید کہاں ہے؟ اس میں أین خبر مقدم ہے، کیونکہ وہ حرف استفہام ہے جو صدارتِ کلام کو چاہتا ہے۔حرف استفہام کے لئے شروع کلام میں آنا ضروری ہے۔

(۲) خبر کی تقدیم ہی سے مبتدا کا مبتدا بننا درست ہوا ہو جیسے فی الدار رجل: گھر میں کوئی آدمی ہے۔اس میں رجل نکرہ ہے وہ اسی وقت مبتدا بن سکتا ہے جب اس کی خبر مقدم ہو اور تقدیم سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو۔

(۳) خبر سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی طرف لوٹنے والی ضمیر مبتدا میں ہو جیسے علی التمرة مثلُها زُبداً: کھجور پر اس کے بقدر مکھن ہے اس میں خبر: ثابت علی التمرة: ہے اور تمرۃ کی طرف لوٹنے والی ضمیر مثلُها میں ہے جو مبتدا ہے۔اس صورت میں خبر کی تقدیم اس لئے ضروری ہے کہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے۔

(۴) جب أَنَّ اپنے اسم وخبر کے ساتھ مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتدا واقع ہو تو اس کی خبر کی تقدیم ضروری ہے جیسے عندی أنك قائم: میرے نزدیک یہ بات ہے کہ آپ کھڑے ہیں۔ یہاں اگر مبتدا کو پہلے لائیں گے تو اَنَّ مفتوحہ اِنَّ مکسورہ ہو جائے گا۔ کیونکہ شروع کلام میں اِنَّ مکسورہ ہی آتا ہے۔اَنَّ مفتوحہ درمیان کلام ہی میں آتا ہے ـــــــ ان چاروں صورتوں میں خبر کو پہلے لانا واجب ہے۔

ترجمہ: قاعدہ: اور خبر: کبھی جملہ ہوتی ہے جیسے...... پس ضروری ہے لوٹنی والی چیز، اور وہ کبھی حذف کی جاتی ہے.......... قاعدہ: اور وہ خبر جو ظرف واقع ہو، پس اکثر نحوی اس بات پر ہیں کہ وہ جملہ کے ساتھ اندازہ ٹھہرائی گئی ہے.......... قاعدہ:

اور جب مبتدا: (الف) اس حرف پر مشتمل جس کے لئے شروع کلام ہے یعنی اس کے لئے شروع کلام میں آنا ضروری ہے، جیسے من أبوك؟ (ب) یا دونوں (مبتداؤ خبر) معرفہ ہوں (ج) یا دونوں مساوی ہوں (اصل تخصیص میں) جیسے جو تجھ سے بہتر ہے: مجھ سے بہتر ہے (د) یا خبر: مبتدا کا کام ہو، جیسے زید قام تو مبتدا کو پہلے لانا واجب ہے .... قاعدہ: (الف) اور جب خبر مفرد ایسے حرف پر مشتمل ہو جس کے لئے شروع کلام میں آنا ہے جیسے أین زید؟ (ب) یا خبر مبتدا کو درست کرنے والی ہو جیسے فی الدار رجل (ج) یا خبر سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کے لئے کوئی ضمیر مبتدا میں ہو، جیسے کھجور پر اس کے مانند مکھن ہے (د) یا خبر: أن کی خبر ہو، جیسے میرے پاس یہ بات ہے کہ آپ کھڑے ہونے والے ہیں تو خبر کو پہلے لانا واجب ہے۔

[قاعدة] وقد يتعدَّدُ الخبر، مثلُ: زيدٌ عالِمٌ عاقِلٌ.(١)

[قاعدة] وقد يَتَضَمَّنُ المبتدأُ معنَى الشرط، فَيَصِحُّ دخولُ الفاء في الخبر:(٢)

وذلك: الاسمُ الموصولُ بفعلٍ، أو ظرفٍ، أو النكرةُ الموصوفة بهما، مثلُ: الذى يأتينى، أو فى الدار: فله درهم؛ وكلُّ رجلٍ يأتينى، أو فى الدار: فله درهم.

(١) قاعدہ: خبر کبھی ایک سے زیادہ بھی آتی ہیں، جیسے زیدٌ عالمٌ عاقلٌ میں دو خبریں ہیں۔

(٢) قاعدہ: جب مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہو یعنی شرط کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہو تو خبر پر فاء جزائیہ آسکتی ہے۔ اور شرط کے معنی سے مراد یہ ہے کہ مبتدا: خبر کا سبب ہو۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں:

(١) مبتدا ایسا اسم موصول ہو جس کا صلہ فعل یا ظرف مأوّل بفعل ہو یعنی صلہ جملہ

فعلیہ ہو یا جملہ ظرفیہ مأ وّلہ بجملہ فعلیہ ہو، جیسے الذی یأتینی فلہ درھم: جو شخص میرے پاس آئے گا اس کے لئے ایک روپیہ ہے۔ اس میں مبتدا اسم موصول الذی ہے اور اس کا صلہ جملہ فعلیہ یأتینی ہے —— اور الذی فی الدار فلہ درھم: جو شخص گھر میں ہے اس کے لئے ایک روپیہ ہے، اس میں الذی مبتدا ہے اور اس کا صلہ جملہ ظرفیہ فی الدار ہے جو بصریوں کے مذہب پر مأ وّل بجملہ فعلیہ ہے أی الذی استقر فی الدار فلہ درھم۔

(۲) مبتدا ایسا نکرہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ یا جملہ ظرفیہ مأ وّ لہ بجملہ فعلیہ ہو جیسے کلُّ رجلٍ یأتینی فلہ درھم دوسری مثال: کل رجل فی الدار فلہ درھم۔

ترجمہ: قاعدہ: اور کبھی خبر متعدد (چند) آتی ہیں، .... قاعدہ: اور کبھی مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے پس خبر پر فاء کا داخل ہونا درست ہے...... اور وہ مبتدا جو شرط کے معنی کو متضمن ہوتا ہے: (۱) وہ اسم ہے جو صلہ لایا گیا ہو فعل کے ساتھ یا ظرف کے ساتھ (۲) یا وہ نکرہ ہے جو صفت لایا گیا ہو ان دونوں کے ساتھ۔

[قاعدة] وليتَ ولعلَّ مانعان بالاتفاق، وأَلْحَقَ بعضُهم " إِنَّ" بهما.(۱)

[قاعدة] وقد يُحْذَفُ المبتدأُ لقيام قرينةٍ: جوازاً، كقول المسْتَهِلِّ: "الهلالُ واللّٰهِ!" (۲)

والخبرُ:(۳)

[الف] جوازاً، مثلُ: خرجتُ فإذا السَّبُعُ.

[ب] ووجوباً: فيما التُزِمَ في موضِعِه غيرُهُ، مثلُ: لولا زيد لكان كذا، ومثلُ: ضَرْبِيْ زيدًا قائما، وكلُّ رجلٍ وضَيْعَتَه، ولَعَمْرُكَ لأفعلَنَّ كذا.

(۱) قاعدہ: جب مبتدا متضمن معنی شرط پر لیت یا لعل داخل ہوں تو پھر خبر پر فاء

جزائیہ نہیں آسکتی جیسے لعل/ لیت/ الذی یأتینی/ فی الدار فله درهم کہنا صحیح نہیں۔
اور بعض نحویوں نے إِنَّ کو بھی لیتَ اور لعلَّ کے ساتھ لاحق کیا ہے کہ اس کی خبر پر بھی فاء جزائیہ نہیں آسکتی (مگر قرآن میں آئی ہے۔ جیسے إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (محمد ۳۴) اس لئے یہ مذہب ضعیف ہے)

(۲) قاعدہ: جب قرینہ موجود ہو تو مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے چاند دیکھنے والے کا کہنا: الهلالُ و اللهِ! بخدا! یہ ہے چاند۔ یہاں هذا مبتدا محذوف ہے۔

(۳) قاعدہ: جب قرینہ موجود ہو تو خبر کا حذف کرنا جائز بھی ہے اور واجب بھی۔
جائز اس وقت ہے جب کسی چیز کو خبر کے قائم مقام نہ کیا گیا ہو، جیسے خرجتُ فإذا السَّبُعُ: میں باہر نکلا تو اچانک درندہ (کھڑا ہے) یہاں واقف خبر محذوف ہے۔
اور خبر کو حذف کرنا واجب اس وقت ہے جب کسی چیز کو خبر کے قائم مقام کیا گیا ہو۔ اور اس کی چار جگہیں ہیں:

(۱) جب مبتدا لولا کے بعد آئے اور خبر افعالِ عامہ یعنی کون وحصول وغیرہ سے ہو تو وہاں لولا کی جزاء خبر کے قائم مقام ہو جاتی ہے، جیسے لولا زید لکان کذا أی لولا زیدٌ موجودٌ لکان کذا۔

(۲) جب مبتدا مصدر ہو اور اس کی فاعل یا مفعول کی طرف اضافت کی گئی ہو اور اس کے بعد حال آرہا ہو تو خبر کو حذف کرنا واجب ہے جیسے ضَرْبِیْ زیداً قائماً: میرا زید کو مارنا کھڑے ہونے کی حالت میں ہے۔ یہاں خبر حاصل وجوباً محذوف ہے۔

(۳) جب مبتدا پر واو بمعنی مع کے ذریعہ کسی چیز کا عطف کیا گیا ہو، جیسے کلُّ رجلٍ وضَيْعَتَه: ہر شخص اپنی جائداد کے ساتھ ہے أی کل رجل مقرونٌ مع ضیعته.

(۴) جب مبتدا مقسم بہ اور اس کی خبر لفظ قسم ہو، جیسے لَعَمْرُكَ لأفعلَنَّ كذا: تیری زندگی کی قسم میں ایسا ضرور کرونگا اس کی اصل لَعَمْرُك قسمی لأفعلن كذا ہے،

قَسْمِیْ کو جو کہ خبر ہے حذف کر دیا گیا ہے، اس لئے کہ لام قسم اس پر دلالت کرتا ہے اور جواب قسم اس کا قائم مقام ہے۔

ترجمہ: قاعدہ: اور لیت اور لعل دونوں (فاء جزائیہ کے لئے) مانع ہیں بالاتفاق۔ اور بعض نے إِنَّ کو ان دونوں کے ساتھ لاحق کیا ہے............ قاعدہ: اور کبھی مبتدا کو حذف کیا جاتا ہے قرینہ موجود ہونے کے وقت، جیسے چاند دیکھنے والے کا کہنا: ''چاند بخدا!''............ اور (کبھی حذف کی جاتی ہے قرینہ موجود ہونے کے وقت) خبر بطور جواز جیسے............ اور بطور وجوب: اس صورت میں کہ التزام کیا گیا ہو یعنی رکھ دیا گیا ہو اس کی جگہ میں اس کے علاوہ کو۔ جیسے (چار مثالوں سے مصنف رحمہ اللہ نے چار صورتیں بیان کی ہیں)

[٥] خبر إنَّ وأَخَوَاتِها:

هو المسنَدُ بعدَ دخول هذه الحروف، مثلُ: إن زيداً قائم.[١]

[قاعدة] وأَمْرُهُ كأمرِ خبرالمبتدأ، إلا في تقديمه، إلا إذا كان ظرفاً.[٢]

(٥) إِنَّ اور اس کی بہنوں کی خبر (حروف مشبہ بالفعل کی خبر)

(١) حروف مشبہ بالفعل: چھ ہیں: إِنَّ، أَنَّ، كأنَّ، لَيْتَ، لكِنَّ اور لَعَلَّ۔ ان کی خبر بھی مرفوع ہوتی ہے۔ یہ حروف: فعل کے ساتھ لفظاً بھی مشابہ ہیں اور معنیً بھی۔ لفظی مشابہت دو طرح سے ہے: جس طرح فعل: ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے یہ حروف بھی تینوں طرح کے ہیں اور جس طرح فعل ماضی فتح پر مبنی ہوتا ہے یہ بھی فتح پر مبنی ہیں۔ اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف فعل کے معنی میں ہیں۔ پہلے دو حرفوں کے معنی ہیں أَكَّدتُّ باقی کے معنی ہیں: شَبَّهْتُ، تَمَنَّيْتُ، اسْتَدْرَكْتُ اور تَرَجَّيْتُ۔

یہ حروف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بنا لیتے ہیں۔ ان کے داخل ہونے کے بعد جملہ میں جو جزء مسند ہوتا ہے وہی ان کی خبر ہوتا ہے، جیسے إن زیداً قائم۔

(۲) قاعدہ: حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مبتدا کی خبر کی طرح ہے۔ جس طرح مبتدا کی ایک اور متعدد خبریں آسکتی ہیں اور مفرد یا جملہ ہوتی ہے اور جملہ ہونے کی صورت میں لوٹنے والی ضمیر ضروری ہے یہ سب باتیں ان حروف کی خبر میں بھی پائی جاتی ہیں ـــــــ البتہ ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم نہیں ہوسکتی إن قائم زیداً نہیں کہہ سکتے، کیونکہ یہ حروف عاملِ ضعیف ہیں ـــــــ البتہ اگر ان کی خبر ظرف ہو تو اسم سے پہلے آسکتی ہے، بشرطیکہ اسم معرفہ ہو جیسے إن إلینا إیابَھم اور اگر ان کا اسم نکرہ ہو تو خبر کی تقدیم واجب ہے، جیسے إِنَّ من البیان لَسِحْرًا: بیشک بعض تقریریں جادو اثر ہوتی ہیں۔ یہاں من البیان خبر پہلے لائی گئی ہے کیونکہ سِحْرًا نکرہ ہے۔

ترجمہ: إنَّ اور اس کی بہنوں کی خبر ہی مسند ہوتی ہے ان حروف کے داخل ہونے کے بعد (کیونکہ یہ حروف نواسخ جملہ ہیں، جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بناتے ہیں۔ پس ان کے داخل ہونے کے بعد غور کریں جملہ کا جو جزء مسند الیہ ہوگا وہ ان کا اسم ہوگا اور جو جزء مسند ہوگا وہ ان کی خبر ہوگا)............ قاعدہ: إنَّ وغیرہ کی خبر کا معاملہ مبتدا کی خبر کے معاملہ کی طرح ہے، مگر خبر کے مقدم ہونے میں یعنی ان کی خبر ان کے اسم پر مقدم نہیں ہوسکتی، مگر جبکہ خبر ظرف ہو (تو مقدم ہوسکتی ہے إنَّ فی الدار زیداً کہہ سکتے ہیں)

[٦-] خبر لا التی لِنَفْيِ الجنس:

هو المسندُ بعد دخولها، مثلُ: لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ فیها.

[قاعدة] ویُحْذَف کثیراً: وبنو تمیم لا یُثْبِتُوْنَه.

(۶) لائے نفی جنس کی خبر

لائے نفی جنس: وہ لا ہے جو نکرہ پر داخل ہو کر ساری جنس کی نفی کرتا ہے، جیسے **لا سَاکِنَ فی الدار**: گھر میں کوئی رہنے والا نہیں (ایک دوسرا لا مشابہ بلیس ہوتا ہے یعنی لیس کے معنی میں ہوتا ہے، وہ صرف اپنے مدخول کی نفی کرتا ہے اس کا بیان آگے آرہا ہے) لائے نفی جنس: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، اور اس کے داخل ہونے کے بعد جملہ کا جو جز مسند ہو وہی اس کی خبر ہوگا۔ جیسے **لا غلامَ رجلٍ ظریفٌ فی الدار**: کسی شخص کا غلام: ہوشیار نہیں گھر میں۔ اس میں **غلام رجل**: لا کا اسم ہے اور **ظریف** خبر ہے کیونکہ وہی مسند ہے، اس کی رجل کی طرف نسبت کی گئی ہے اور **فی الدار**: کائن سے متعلق ہو کر رجل کی صفت ہیں۔

لائے نفی جنس: حروف مشبہ بالفعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ اور اس کا اسم مضاف یا شِبہ مضاف ہوتا ہے۔ جیسے **لا صاحبَ جُوْدٍ مَمْقُوْتٌ**: کوئی سخی آدمی مبغوض نہیں! اور **لا طالعاً جبلاً حاضِرٌ**: کوئی کوہ پیما حاضر نہیں۔

اور لائے نفی جنس کی خبر اکثر محذوف ہوتی ہے، جیسے **لا إلٰه إلا الله أی لا إلٰه موجود إلا الله**۔

اور بنو تمیم خبر کو ثابت نہیں رکھتے یعنی ان کے نزدیک یا تو خبر کا حذف کرنا واجب ہے یا وہ خبر کے قائل ہی نہیں۔

[۷-] اسم ما ولا الْمُتَشَبَّهَتَیْنِ بِلَیْسَ:

هو المسند إليه بعد دخولهما، مثلُ: مازيدٌ قائماً، ولا رجلٌ أفضلَ منك[۱].

[قاعدة] وهو فی "لا" شاذٌّ.[۲]

(۷) ما اور لا مشابہ بلیس کا اسم

(۱) یعنی وہ ما اور لا جو بمعنی لیس ہیں، لیس فعل ناقص ہیں۔ یہ دونوں لیس کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ یہ دونوں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ اور جملہ کا جو جز مسند الیہ ہوتا ہے وہی ان کا اسم ہوتا ہے، جیسے ما زید قائما: زید کھڑا نہیں اور لا رجلٌ أفضلَ منك: کوئی آدمی آپ سے بہتر نہیں۔

(۲) اور لیس جیسا عمل لا میں شاذ ہے۔ کیونکہ لا کی لیس کے ساتھ مشابہت ضعیف ہے۔ لیس: نفیِ حال کے لئے ہے اور لا مطلق نفی کے لئے ہے، اور ما کی مشابہت قوی ہے، کیونکہ وہ بھی نفی حال کے لئے ہے۔ یعنی لا زیادہ تر جنس کی نفی کے لئے آتا ہے، لیس کے معنی میں اس کا استعمال شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔

نوٹ: آٹھواں مرفوع: کان اور اس کی بہنوں کا اسم ہے۔ مصنف رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا ہے۔

مشقی سوالات

(۱) مرفوعات کتنے ہیں؟ اور کیا ہیں؟ اور مصنفؒ نے کونسے مرفوع کا تذکرہ نہیں کیا؟

(۲) فاعل کی عربی تعریف مع مثال بیان کرو اور اس کی وضاحت کرو

(۳) شبہ فعل کتنے ہیں؟ اور کیا ہیں؟

(۴) فاعل میں اصل کیا ہے؟ فعل سے متصل آنا یا جدا آنا؟ اور اس پر تفریع بیان کرو

(۵) کن صورتوں میں فاعل کو مفعول سے پہلے لانا واجب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۶) کن صورتوں میں فاعل کو مفعول بہ کے بعد لانا ضروری ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۷) جوازاً حذفِ فاعل کی مصنف رحمہ اللہ نے دو مثالیں کیا بیان کی ہیں؟

(۸) وجوباً حذفِ فاعل کی کیا مثال ہے اور اس میں کیا قرینہ ہے؟

(۹) فعل اور فاعل دونوں کو حذف کرنے کی مثال بیان کرو

(۱۰) تنازع فعلان کا مطلب اور اس کی صورتیں بیان کرو

(۱۱) تنازع فعلان میں بصری اور کوفی نحات کا کیا اختلاف ہے؟ کس کو عمل دینا بہتر ہے؟

(۱۲) اگر پہلے فعل کو عمل دیں تو دوسرے فعل میں کیا کریں گے؟

(۱۳) اگر دوسرے فعل کو عمل دیں تو پہلے فعل میں کیا کریں گے؟

(۱۴) کسائی کا اختلاف کس صورت میں ہے؟ اور کیا ہے؟

(۱۵) فراء کا اختلاف کس بات میں ہے؟ اور کیا ہے؟

(۱۶) **كفاني ولم أطلب قليل من المال** سے کس نے استدلال کیا ہے اور مصنفؒ نے اس کا کیا جواب دیا ہے؟

(۱۷) مفعول مالم **يُسَمَّ فاعله** کی تعریف کرو اور اس کا دوسرا نام بتاؤ

(۱۸) نائب فاعل کس فعل کا آتا ہے؟

(۱۹) کونسے چار مفعول نائب فاعل نہیں بن سکتے؟

(۲۰) دیگر مفاعیل میں نائب فاعل بننے کا زیادہ حقدار کون ہے؟

(۲۱) مبتدا کی دونوں تعریفیں عربی میں مع امثلہ سناؤ اور ان کو سمجھاؤ

(۲۲) خبر کی عربی تعریف سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۲۳) مبتدا میں اصل پہلے آنا ہے یا بعد میں؟ اس پر تفریع بیان کرو

(۲۴) نکرہ مبتدا کب بن سکتا ہے؟ اور تخصیص کی چھیوں مثالیں مع وجہ تخصیص بیان کرو

(۲۵) خبر جب جملہ ہوتو اس میں کیا ضروری ہے؟ اور حذفِ عائد کی مثال دو

(۲۶) خبر اگر ظرف ہو تو اس کی کیا تاویل کی جاتی ہے؟

(۲۷) وہ کونسی چار جگہیں ہیں جہاں مبتدا کی تقدیم واجب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۸) وہ کونسی چار جگہیں ہیں جہاں خبر کی تقدیم واجب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۹) کئی خبریں آسکتی ہیں؟ مثال دو

(۳۰) خبر پر فاء جزائیہ کن دو صورتوں میں آسکتی ہے؟ مع مثال بیان کرو

(۳۱) خبر پر فاء جزائیہ کے لئے مانع کیا چیزیں ہیں؟

(۳۲) جوازاً حذف مبتدا کی مثال بیان کرو

(۳۳) جوازاً حذف خبر کی مثال بیان کرو

(۳۴) وجوباً خبر کہاں حذف کی جاتی ہے؟ اس کی چاروں جگہیں مع مثال بیان کرو

(۳۵) حروف مشبہ بالفعل کی خبر جملہ کا کونسا جز ہوتا ہے؟

(۳۶) مبتدا کی خبر اور حروف مشبہ بالفعل کی خبر میں کس بات میں فرق ہے؟

(۳۷) لائے نفی جنس کونسا لا ہے؟ اور جملہ کا کونسا جز اس کی خبر ہوتا ہے؟ مثال دو

(۳۸) لائے نفی جنس کی خبر حذف کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور بنو تمیم کا اس کے بارے میں کیا موقوف ہے؟

(۳۹) جو ما اور لا: لیس کے معنی میں ہوتے ہیں: جملہ کا کونسا جز ان کا اسم ہوتا ہے؟ مثالیں دو

(۴۰) وھو فی لا شاذ کا کیا مطلب ہے؟

المنصوبات

هو: ماashْتَمَلَ على عَلَمِ المفعولية.(١)

[١-] فمنه:المفعول المطلق:

وهو: اسمُ ما فعلَه فاعلُ فعلٍ مذكورٍ بمعناه.(٢)

وقد يكون للتأكيد، والنوع، والعدد، نحوُ: جلستُ جُلوساً، وجِلْسَةً وجَلْسَةً.

فالأول: لا يُثَنّٰى ولا يُجْمَعُ، بخلاف أَخَوَيْهِ.(٣)

وقد يكون بغير لفظه، نحوُ: قعدتُ جلوساً.

[قاعدة] وقد يُحْذَفُ الفعلُ لقيامِ قرينةٍ:(٤)

[١-] جوازاً: كقولك لمن قَدِمَ: " خَيْرَ مَقْدَمٍ!"

[٢-] ووجوباً:(٥)

[الف] سَمَاعًا: مثلُ: سَقْيًا، ورَعْيًا، وخَيْبَةً، وَجَدْعًا، وَحَمْدًا، وشُكْرًا، وَعَجَبًا.

منصوبات کا بیان

(۱)منصوب: وہ اسم ہے جومفعول ہونے کی علامت پریعنی زبر پر مشتمل ہو۔

پہلا منصوب: مفعول مطلق

(۲)مفعول مطلق: وہ مصدر ہے جوفعل کے ہم لفظ یا ہم معنی ہواور فعل کے بعد آئے جیسے ضربتُ ضرباً اورقعدتُ جلوساً۔مفعول مطلق تین مقاصد کے لئے

آتا ہے:(۱)فعل کی تاکید کے لئے جیسے جلستُ جلوساً: میں بیٹھا بیٹھنا یعنی واقعۃً بیٹھا (۲)فعل(کام) کی نوعیت بیان کرنے کے لئے جیسے جلستُ جِلْسَةً: میں خاص نشست بیٹھا مثلاً قاری کی نشست (۳)فعل کی تعداد بیان کرنے کے لئے، جیسے جلستُ جَلْسَةً: میں ایک نشست بیٹھا۔

(۳)جومفعول مطلق تاکید کے لئے ہوتا ہے اس کا تثنیہ جمع نہیں آتا، باقی دو کے آتے ہیں جیسے جَلستُ جَلْسَةً / جَلستَيْن / جلساتٍ: میں ایک مرتبہ/دومرتبہ/کئی مرتبہ بیٹھا۔

(۴)قاعدہ: جب قرینہ پایا جائے تو مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے آنے والے سے کہنا: خیرَ مقدم: خوش آمدید۔اس کی اصل قدمتَ قدوماً خیرَ مقدم ہے یعنی آپ کا آنا مبارک! پہلے فعل کو حذف کیا، پھر مفعول مطلق کو حذف کیا اور اس کی صفت خیر مقدم کو اس کی جگہ رکھ دیا۔

(۵)بعض جگہ مفعول مطلق کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے،اور ایسی جگہیں سماعی بھی ہیں اور قیاسی بھی۔سماعی: وہ جگہیں ہیں جہاں فعل کا حذف کرنا اہل لسان سے سنا گیا ہے،اس کے لئے کوئی قاعدہ نہیں۔چند سماعی جگہیں یہ ہیں:

(۱) سَقْيًا: اللہ آپ کو سیراب کریں اس کی اصل سَقَاكَ اللّٰهُ سَقْيًا ہے۔

(۲) رَعْيًا: اللہ آپ کا حامی و مددگار ہو،اس کی اصل رَعَاكَ اللّٰهُ رَعْيًا ہے۔

(۳) خَيْبَةً: وہ نامراد ہو،اس کی اصل خابَ خَيْبَةً ہے۔

(۴) جَدْعًا: اللہ اس کے ناک کان کاٹیں یعنی وہ رسوا ہو،اس کی اصل جُدِعَ جَدْعًا ہے۔

(۵) حمداً: میں آپ کی تعریف کرتا ہوں،اس کی اصل حمدتُك حمداً ہے۔

(۶) شکراً: میں شاکر ہوں،اس کی اصل شَکرتُك شکراً ہے۔

(۷) عَجَبًا: مجھے تعجب ہے،اس کی اصل عجبتُ عجباً ہے۔

[ب] وقياسا: في مواضع:

منها: ما وقع مُثْبَتًا بعد نفيٍ، أو معنى نفيٍ: داخلٍ على اسم لايكون خبراً عنه، أو وقع مُكَرَّرًا، نحوُ: ما أنتَ إلا سيرًا، وما أنت إلا سَيْرَ البريد، وإنما أنت سيرًا، وزيدٌ سَيْرًا سَيْرًا.(١)

ومنها: ما وقع تفصيلاً لأثرِ مضمونِ جملةٍ متقدِّمَةٍ، مثلُ: ﴿فَشُدُّوْا الوَثَاقَ: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾(٢)

ومنها: ما وقع للتشبيه علاجاً، بعد جملةٍ مشتملةٍ على اسمٍ بمعناه وصاحِبِه، نحوُ: مررتُ به فإذا له صوتٌ صوتَ حمارٍ، وصُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلىٰ.(٣)

ومنها: ما وقعَ مضمونَ جملةٍ، لا محتملَ لها غَيْرُهُ، نحوُ: له عليَّ ألفُ درهمٍ اعْتِرَافًا؛ ويُسَمّٰى تاكيدًا لنفسه.(٤)

ومنها: ما وقع مضمونَ جملةٍ، لها محتملٌ غيرُه، نحوُ: زيدٌ قائم حَقًّا؛ ويُسَمّٰى تاكيداً لغيره.(٥)

ومنها: ما وقع مُثَنّٰى، مثلُ: لبيك وسعديك.(٦)

مفعول مطلق کے فعل کو قیاسا اور وجوباً حذف کرنے کی چھ جگہیں

مفعول مطلق کے فعل کو وجوباً قاعدہ کے مطابق چھ جگہ حذف کیا جاتا ہے:

(۱) پہلی جگہ: (الف) جب مفعول مطلق نفی یا معنیٔ نفی کے بعد مثبت واقع ہو، اور وہ اسم جو نفی کے بعد آیا ہے: مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکتا ہو، جیسے ما أنتَ إلا سَيْراً: نہیں ہیں آپ مگر چلنا۔ اس میں سَيْراً (مصدر) ما نافیہ کے بعد مثبت آیا ہے، کیونکہ وہ إلا کے بعد آیا ہے اور إلا سے نفی ٹوٹ جاتی ہے اور سيراً: أنت کی خبر نہیں بن سکتا۔ اور

یہ مثال مفعول مطلق نکرہ کی ہے، اور معرفہ کی مثال ہے: ما أنتَ إلا سَيْرَ البريد یعنی آپ قاصد (ڈاکیہ) کی چال ہی چلتے ہیں۔ اور یہ دونوں مثالیں نفی کے بعد مفعول مطلق کی ہیں۔ اور معنی نفی کے بعد مفعول مطلق کے آنے کی مثال یہ ہے: إنما أنتَ سَيْراً: آپ بس چلتے ہی ہیں۔ إنما میں ما اور إلا کے معنی ہیں۔ پس یہاں تَسِيْرُ فعل وجوباً محذوف ہوگا۔

(ب) جب مفعول مطلق مکرر آئے، اور وہ خبر بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، جیسے زيدٌ سَيْراً سَيْراً: زید چلتا ہے چلنا۔ یہاں بھی عامل تَسِيْرُ وجوباً محذوف ہوگا۔

نوٹ: یہ پہلی جگہ درحقیقت ایک جگہ نہیں ہے، بلکہ دو ضابطے ہیں۔ مگر چونکہ دونوں اس بات میں مشترک ہیں کہ مفعول مطلق خبر نہیں بن سکتا اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے دونوں کو ایک ساتھ بیان کر دیا ہے۔

(۲) دوسری جگہ: جہاں مفعولِ مطلق کے ذریعہ پہلے والے جملہ کی غرض اور فائدہ بیان کیا گیا ہو۔ جیسے سورۃ محمدؐ (آیت ۴) میں ارشاد پاک ہے: ﴿فَشُدُّوْا الوَثَاقَ: فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً﴾ یعنی جنگ میں کفار کو خوب مضبوط باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا ہے یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا ہے۔ اس میں پہلا جملہ ہے: شدوا الوثاق، اسی کی تفصیل بعد کے جملہ میں ہے جس میں دو مفعول مطلق آئے ہیں: ایک: مَنًّا دوسرا: فداءً: دونوں کے عامل تَمُنُّوْنَ اور تُفْدُوْنَ وجوباً محذوف ہیں۔

(۳) تیسری جگہ: جب مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہو، اور وہ افعال جوارح میں سے ہو یعنی اعضائے بدن سے تعلق رکھتا ہو، افعالِ قلوب سے نہ ہو اور وہ ایسے جملہ کے بعد آیا ہو جس میں مفعول مطلق کے ہم معنی لفظ ہو اور مفعول مطلق جس شخص کا فعل ہے اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر بھی اس جملہ میں ہو تو وہاں مفعول مطلق کا عامل وجوباً قیاساً محذوف رہتا ہے۔

پہلی مثال: مررتُ به فإذا له صوتٌ صوتَ حمار: میں اس کے پاس سے

گذرا وہ گدھے کی طرح رینک رہا تھا۔ اس میں صوتَ حمارٍ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے ہے، اور آواز افعالِ جوارح میں سے ہے، کیونکہ وہ حلق سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس سے پہلے جملہ له صوتٌ ہے، جو اسم مفعول کا ہم معنی لفظ ہے اور صاحبِ صوت کی طرف لوٹنے والی ضمیر بھی له میں ہے، اس لئے یہاں مفعول مطلق کا عامل یَصُوْتُ وجوبا محذوف ہے۔

دوسری مثال: مررتُ به فإذا له صُرَاخٌ صُرَاخَ الثَّكْلٰى: میں اس کے پاس سے گذرا وہ ایسا رو رہا تھا جس طرح وہ عورت روتی ہے جس کا بچہ مر گیا ہو۔ اس میں صُراخَ الثكلى مفعول مطلق ہے اور اس کا عامل یَصْرَخُ وجوبا محذوف ہے۔

دونوں مثالوں میں تین فرق: (۱) پہلی مثال میں مفعول مطلق مصدر تاویلی ہے اور دوسری مثال میں تحقیقی (۲) مثال اول میں مفعول مطلق کی نکرہ کی طرف اضافت ہے اور ثانی میں معرفہ کی طرف (۳) پہلی مثال میں مضاف الیہ غیر ذوی العقول ہے اور ثانی میں ذوی العقول۔

(۴) چوتھی جگہ: مفعول مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ دوسرے معنی کا احتمال نہ ہو، جیسے له عليَّ ألفُ درهمٍ اعترافاً: اس کے میرے ذمہ ہزار درہم ہیں، میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ یہاں فعل أعترف محذوف ہے۔ کیونکہ اعترافاً: له علی ألف درهم کا خلاصہ ہے اور اس میں اقرار کے علاوہ دوسرا کوئی احتمال نہیں —— اس قسم کے مفعول مطلق کا نام تاکید لنفسہ ہے۔

(۵) پانچویں جگہ: مفعول مطلق ایسے جملہ کا خلاصہ ہو جس میں دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو، جیسے زيد قائما حقاً: زید کھڑا ہے یہ بات بالکل درست ہے أی حقَّ حقاً. زيد قائم جملہ خبریہ ہے اس میں صدق وکذب کا احتمال ہے۔ پس اس میں حقاً کے علاوہ کا بھی احتمال ہے —— اور اس قسم کا مفعول مطلق تاکید لغیرہ کہلاتا ہے۔

(۶) چھٹی جگہ: وہ مفعول مطلق جو تثنیہ ہو اور برائے تکرار و تکثیر آیا ہو اس کا فعل

بھی قیاساً وجوباً محذوف رہتا ہے۔ جیسے لَبَّيْكَ: خدایا! میں آپ کے سامنے ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بار بار مقیم وموجود ہوں۔ اس میں لَبًّی مصدر منصوب (مفعول مطلق) ہے کیونکہ اس کو برائے تکثیر تثنیہ بنا کر کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف کیا گیا ہے ــــــ اسی طرح سَعْدَيْك ہے۔ اس کی اصل أَسْعَدُكَ إِسْعَادًا بعدَ إِسْعَادٍ ہے یعنی میں بار بار آپ کی مدد کرتا ہوں۔

ترجمہ: اور (کبھی حذف کیا جاتا ہے مفعول مطلق کا فعل کسی قرینہ کے پائے جانے کے وقت) قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق چند جگہوں میں: ان میں سے ایک: وہ مفعول مطلق ہے جو مثبت آیا ہو نفی کے بعد یا نفی کے معنی کے بعد، داخل ہونے والی ہو وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ ہوسکتا ہو یا آیا ہو مفعول مطلق مکرر، ....اور ان میں سے دوسری: وہ مفعول مطلق ہے جو تفصیل کے طور پر واقع ہوا ہو سابقہ جملہ کے مضمون کے اثر کے لئے، ....اور ان میں سے تیسری: وہ مفعول مطلق ہے جو تشبیہ کے لئے علاج کے طور پر ہو یعنی وہ افعال جوارح سے تعلق رکھتا ہو، ایسے جملہ کے بعد آیا ہو جو مفعول مطلق کے ہم معنی اسم پر مشتمل ہو اور اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو یعنی ایک ضمیر ہو جو اس اسم والے کی طرف لوٹتی ہو، جیسے مثالوں میں له کی ضمیر صوت والے کی طرف لوٹتی ہے، ....اور ان میں سے چوتھی جگہ: وہ مفعول مطلق ہے جو ایسے جملہ کا مضمون (خلاصہ) واقع ہوا ہو جس کے لئے مفعول مطلق کے علاوہ کوئی احتمال نہ ہو.........اور کہلاتا ہے یہ مفعول مطلق تاکید لنفسہ ....اور ان میں سے پانچویں جگہ: وہ مفعول مطلق ہے جو ایسے جملہ کا مضمون (خلاصہ) واقع ہوا ہو جس میں مفعول مطلق کے علاوہ کا بھی احتمال ہو ....اور کہلاتا ہے وہ تاکید لغیرہ ....اور ان میں سے چھٹی جگہ: وہ مفعول مطلق ہے جو تثنیہ واقع ہوا ہو۔

نوٹ: یہ چھ مواقع ذرا مشکل ہیں ان کو اچھی طرح سمجھایا جائے۔ اور اس کا

بہترین طریقہ یہ ہے کہ عبارت حفظ کرادی جائے پھر مثالوں سے بات واضح کردی جائے۔

[۲-] المفعول به

هو: ما وقع عليه فعلُ الفاعلِ، نحوُ: ضربتُ زيدًا.(۱)

[قاعدة] وقد يتقدم على الفعل، نحو: زيداً ضربتُ.(۲)

[قاعدة] وقد يُحْذَفُ الفعلُ لقيام قرينةٍ.(۳)

[الف] جوازاً: كقولك:" زيداً" لمن قال:" مَن أَضْرِبُ؟"

[ب] ووجوباً: في أربعة مواضعَ:(٤)

الأول: سَمَاعِيٌّ، نحوُ: امرأً ونفسَه، و﴿ وانْتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ﴾ وأهلاً وسَهْلاً.

دوسرا منصوب: مفعول بہ

(۱) مفعول بہ: وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہو جیسے ضربتُ زیداً: میں نے زید کو مارا۔

(۲) قاعدہ: کبھی مفعول بہ فعل سے پہلے بھی آتا ہے، جیسے زیداً ضربتُ: میں نے زید کو مارا۔

(۳) جب قرینہ پایا جائے تو مفعول بہ کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کسی نے پوچھا: من أضرِبُ: کس کو ماروں؟ آپ نے جواب دیا: زیداً: زید کو۔ یہاں فعل اِضْرِبْ محذوف ہے۔

(۴) چار جگہوں میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے۔ پہلی جگہ: سماعی ہے۔ یعنی جہاں اہل لسان سے حذف سنا گیا ہے۔ چند مثالیں: (۱) امرأً ونفسَه: آدمی کو اور اس کی ذات کو چھوڑ۔ یہاں فعل أُتْرُكْ محذوف ہے۔ (۲) انتهوا خيراً لكم:

تثلیث سے باز آجاؤ، اپنے لئے بہتر بات (توحید) کا ارادہ کرو۔ یہاں اقْصُدُوْا محذوف ہے۔(۳) أهلاً وسهلاً: گھر والوں میں آئے، اورنرم زمین کوروندا۔ یہاں أتیتَ اور وطِئتَ محذوف ہیں۔

باقی تین جگہیں جہاں مفعول بہ کا فعل وجوباً محذوف ہوتا ہے: منادی، ما اُضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر اور تحذیر ہیں۔ جن کا بیان آگے آرہا ہے۔

والثاني: المنادى:

وهو المطلوبُ إقبالُه بحرفٍ نَائِبٍ مَنَابَ أدعو: لفظاً أو تقديراً.[1]

[إعرابُه][2]

[١-] ويُبْنٰى على ما يُرْفَعُ به إن كان مفرداً معرفةً، نحو: يازيدُ، ويارجلُ، ويازيدانِ، ويازيدون.

[٢-] ويُخْفَضُ بلامِ الِاستغاثةِ، نحو: يالَزَيْدٍ!

[٣-] ويُفْتَحُ لإلحَاقِ أَلِفِهَا، ولا لام فيه، نحو: يَازَيْداهْ!

[٤-] ويُنْصَبُ ماسواهما، نحو: يا عبدَ الله، ويا طالعاً جبلاً، ويارجلاً: لغير معيَّنٍ.

منادی کا بیان

ان چار جگہوں میں سے دوسری جگہ جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے: منادی ہے:

(۱) منادی: وہ اسم ہے جس کی توجہ طلب کی گئی ہو ایسے حرف کے ذریعہ جو لفظاً یا تقدیراً فعل أَدْعُوْ کے قائم مقام ہو۔ لفظاً قائم مقام کی مثال: یازیدُ ہے اور تقدیراً قائم مقام کی مثال: ﴿یوسف أعرض عن هذا﴾ ہے۔ یہاں حرف ندا یا مقدر ہے۔

اورحروف ندا پانچ ہیں: یا، أیا، ھَیَا، أیْ اور ہمزہ مفتوحہ (أ)

(۲) منادیٰ کا اعراب: (۱) منادیٰ اگر مفرد معرفہ یا نکرہ معینہ ہوتو رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے یا زیدُ اور بینا آدمی کا پکارنا یارجل۔ اور مفرد کا مطلب یہ ہے کہ وہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔ اور کسی بھی نکرہ پر حرف ندا داخل کیا جائے تو وہ نکرہ معینہ ہوجاتا ہے (یازید: اس منادی مفرد کی مثال ہے جو ندا سے پہلے معرفہ ہے اور ضمہ پر مبنی ہے اور یا رجل: اس منادی کی مثال ہے جو نداء کے بعد معرفہ بنا ہے اور ضمہ پر مبنی ہے اور یا زیدانِ: الف تثنیہ پر مبنی ہے اور یا زیدون: واو جمع پر مبنی ہے)

(۲) اور منادی پر لام استغاثہ داخل کردیا جائے تو وہ مجرور ہوگا جیسے یا لَزَیْدٍ (استغاثہ کے معنی ہیں: فریاد کرنا، مدد چاہنا اور جس سے مدد چاہی جائے اس کو مستغاث کہتے ہیں اور جس کے لئے مدد چاہی جائے اس کو مستغاث لہ کہتے ہیں، مستغاث بھی حقیقت میں منادی ہوتا ہے البتہ اس پر لام استغاثہ مفتوح آتا ہے اور مستغاث لہ پر لام مکسور، جیسے یالَلْقَوْمِ لِلْمظلومِ: لوگو! مظلوم کی مدد کو پہنچو)

(۳) اور اگر منادی کے آخر میں الف استغاثہ (ندبہ) لایا جائے اور شروع میں لام نہ ہوتو منادی مفتوح ہوتا ہے جیسے یا زیدَاہْ: ہائے زید (اُسی کو ندبہ کہتے ہیں، نُدبہ کے معنی ہیں: میت کی خوبیاں بیان کرکے رونا اور اصطلاحی معنی ہیں: دہائی دینا، حسرت وافسوس ظاہر کرنا، مصیبت زدہ کا واویلا کرنا۔ مرنے والے کی خوبیاں یاد کرکے رونا۔ ندبہ کے لئے مخصوص حرف وَا ہے اور یا بھی مستعمل ہے)

(۴) اور اگر منادی مضاف یا شبہ مضاف ہو یا نکرہ غیر معینہ ہوتو منصوب ہوگا جیسے یا عبدَ اللّٰہِ اور یا طالعاً جبلاً اور اندھے کا کہنا: یا رجلاً خذ بیدی: بھئی! میرا ہاتھ پکڑ۔

(۱) شِبہ مضاف: وہ اسم ہے جو دوسرے اسم (معمول) سے مل کر تام ہوجائے، جس طرح مضاف: مضاف الیہ سے مل کر تام ہوجاتا ہے۔ جیسے طالعاً جبلاً میں

طالعاًاس کے معمول جبلاً سے مل کرتام ہوگیا ہے یعنی اس کے معنی پوری طرح سمجھ میں آجاتے ہیں۔

ترجمہ: اور دوسری جگہ: منادی ہے۔ اور منادی: وہ اسم ہے جس کی توجہ طلب کی گئی ہو ایسے حرف کے ذریعہ جو أدعو کا قائم مقام کیا گیا ہو۔ خواہ لفظاً قائم مقام کیا گیا ہو خواہ تقدیراً —— منادی کا اعراب: (۱) اور منادی مبنی کیا جاتا ہے اس علامت پر جس کے ذریعہ رفع دیا جاتا ہے، اگر ہو منادی مفرد معرفہ (نکرہ معینہ کا تذکرہ نہیں کیا مگر اس کی مثال دی ہے) (۲) اور جر دیا جاتا ہے لام استغاثہ کے ذریعہ (۳) اور فتح دیا جاتا ہے استغاثہ کا الف ملانے کی وجہ سے، درانحالیکہ اس میں لام استغاثہ نہ ہو (۴) اور مذکورہ صورتوں کے علاوہ نصب دیا جاتا ہے۔

نوٹ: منادی کے اعراب کی عبارت طلبہ کو حفظ کرادیں تا کہ زندگی بھر ان کو منادی کا اعراب یادرہے۔

[إعرابُ توابع المنادى]

[۱-] وتوابعُ المنادَى المَبْنِيِّ المفردةُ: من التأكيد، والصفة، وعطف البيان، والمعطوف بِحَرْفٍ الممتنعِ دخولُ "يا" عليه: تُرْفَعُ على لفظه، وتُنْصَبُ على محله، مثلُ: يازيدُ العاقلُ، والعاقلَ.

والخليل في المعطوف: يَخْتَارُ الرفعَ، وأبو عَمْرو النصبَ، وأبو العباس: إن كان كالحَسَنِ فكا لخليل، وإلا فكأبي عَمْرٍو.

[۲-] والمضافةُ تُنْصَبُ.

منادی کے تابع کا اعراب

منادی کے دو اعراب ہیں: (۱) منادی اگر مفرد معرفہ یا نکرہ معینہ ہو تو رفع پر مبنی

ہوتا ہے(۲) اور اگر منادی مضاف یا شبہ مضاف ہوتا ہے یا نکرہ غیر معینہ ہوتا ہے تو منصوب ہوتا ہے۔اب یہ جاننا چاہئے کہ منادی کے بعد کبھی چار چیزوں میں سے کوئی چیز آتی ہے: (۱) منادی کی تاکید جیسے یا قومُ أجمعون (۲) منادی کی صفت، جیسے یا زید العاقل (۳) منادی کا عطف بیان، جیسے یا غلام بِشْرٌ(لڑکے کا نام) (۴)معرف باللام عطف کے ساتھ، جیسے یا زید والحارث۔ان چاروں توابع کا اعراب کیا ہوتا ہے؟اس عبارت میں اس کا بیان ہے۔فرماتے ہیں:

(۱) منادی مبنی علی الرفع (منادی کے اعراب کی پہلی قسم) کا تابع یعنی: تاکید، صفت،عطف بیان اور وہ معطوف جس پر حرف ندا یَا داخل نہیں ہوسکتا یعنی معرف باللام اگر مفرد ہوتو ان توابع کا حکم یہ ہے کہ لفظِ منادی پر حمل کرتے ہوئے ان کو مرفوع پڑھنا بھی جائز ہے، کیونکہ منادی لفظاً مرفوع ہےاور منادی کے محل پر حمل کر کے منصوب پڑھنا بھی جائز ہے۔کیونکہ منادی محلاً بر بنائے مفعولیت منصوب ہے۔جیسے یا قومُ أجمعون/ أجمعین (تاکید کی مثال) یا زید العاقلُ/ العاقلَ (صفت کی مثال)یا غلام بشرٌ/ بشراً (عطف بیان کی مثال) یا زید والحارثُ/ والحارثَ(معرف باللام کی مثال)

اور چوتھی صورت میں یعنی جب منادی کا تابع معرف باللام ہوتو بہتر کونسا اعراب ہے؟ اس میں اختلاف ہے: خلیل نحوی کے نزدیک بہتر رفع ہے، اور ابوعمرو بن العلانحوی کے نزدیک بہتر نصب ہے، اور ابوالعباس مبّرد کے نزدیک اگر معطوف سے الف لام دور ہوسکتا ہو جیسے الحسن سے دور ہوسکتا ہے تو پھر رفع بہتر ہےاور اگر الف لام دور نہیں ہوسکتا جیسے العجَم سے،تو پھر نصب بہتر ہے۔

(۲)اور جب منادی مبنی علی الرفع کا تابع مضاف ہوتو صرف منصوب ہوگا جیسے یا قومُ کلَّهم(تاکید کی مثال) یا زیدُ ذا المال(صفت کی مثال) یا زیدُ عبدَ الله (عطف بیان کی مثال)اور معرف باللام معطوف مضاف نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: منادی کے توابع کا اعراب: منادی مبنی (علی الرفع) کے توابع جو مفرد ہوں (المفردۃُ: توابع کی صفت ہے) یعنی تاکید، اور صفت، اور عطف بیان اور ایسے حرف کے ذریعہ معطوف کہ اس پر یا کا داخل ہونا ناجائز ہو یعنی معرف باللام معطوف: رفع دیا جاتا ہے منادی کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے اور نصب دیا جاتا ہے اس کے محل پر حمل کرتے ہوئے، جیسے یازیدُ العاقلُ اور العاقلَ......اور خلیل معطوف میں یعنی چوتھے تابع میں رفع پسند کرتے ہیں، اور ابو عمرو نصب پسند کرتے ہیں، اور ابو العباس: اگر وہ معرف باللام الحسن کی طرح ہو یعنی اس کا الف لام علحدہ ہوسکتا ہو تو وہ خلیل کی طرح ہیں یعنی رفع پسند کرتے ہیں، ورنہ ابو عمرو کی طرح ہیں یعنی اگر وہ الف لام دور نہ ہوسکتا ہو تو وہ نصب پسند کرتے ہیں............(۲) اور تابع مضاف ہو تو نصب دیا جائے گا۔

[قاعدة] والبدلُ والمعطوف غيرُ مَا ذُكر حكمُه حكمُ المستقل مطلقاً.(١)

[قاعدة] والعَلم الموصوف بابنٍ أو ابنةٍ، مضافاً إلى عَلَمٍ آخر: يُختار فتحُه.(٢)

[قاعدة] وإذا نودى المعرَّفُ باللام قيل: يا أيها الرجلُ، ويا هذا الرجلُ، ويا أيهذا الرجلُ؛ والتزموا رفعَ الرجل، لأنه المقصودُ بالنداءِ، وتوابِعِهِ، لأنها توابعُ معربٍ.(٣)

[قاعدة] وقالوا: يا الله: خاصَّةً.(٤)

[قاعدة] ولك فى مثل: ياتيمُ تيمَ عديٍّ: الضم والنصبُ.(٥)

(۱) قاعدہ: منادی مبنی علی الرفع کا بدل اور اس معطوف کا حکم جو معرف باللام نہ ہو: مستقل منادی کا حکم ہے۔ اور یہ حکم مطلقاً ہے۔ خواہ وہ بدل اور معطوف مفرد ہوں یا مضاف ہوں یا شبہ مضاف ہوں، ہر حال میں وہ مستقل منادی کی طرح ہیں۔ جیسے یا

زیدُ عَمرُو، یا زیدُ أخا عمرٍو، یا زیدُ طالعاً جبلاً، یا زید رجلاً صالحاً (بدل کی مثالیں) یا زیدُ وعمرُو، یا زیدُ وأخا عَمرٍو، یا زیدُ وطالعاًجبلاً،یا زید ورجلا صالحا (معطوف کی مثالیں)

(۲) قاعدہ: جب منادی مفرد معرفہ علم ہو، اوراس کی صفت لفظ ابن یا ابنۃ آئے اورلفظ ابن یا ابنۃ دوسرے علم کی طرف مضاف ہوں تو فتحہ بہتر ہے، اورضمہ بھی جائز ہے۔ جیسے یا زیدَ بنَ الحارثِ۔ کیونکہ اس طرح کے ناموں کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اس لئے تخفیف کی غرض سے فتح بہتر ہے۔

نوٹ: یہ قاعدہ مذکورہ بالا ضابطے سے گویا استثناء ہے۔ ضابطہ یہ تھا کہ منادی مفرد معرفہ بہرصورت علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے اس ضابطہ سے یہ صورت مستثنیٰ ہے۔

(۳) قاعدہ: معرف باللام پر حرف ندا داخل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ دو حرف تعریف جمع نہیں ہوسکتے، لیکن اگر اس کو منادی بنانا مقصود ہو تو اسم مبہم کا واسطہ لانا ضروری ہے اور وہی بظاہر منادی ہوگا اور معرف باللام اس کی صفت ہوگا اور حقیقت میں معرف باللام منادی ہوگا۔ اور وہ اسم مبہم أیہا، ھذا اورأیہذا ہیں۔ کہیں گے: یا أیہا الرجلُ، یا ھذا الرجلُ اوریا أیہذا الرجلُ اور الرجلُ پر بھی رفع پڑھیں گے کیونکہ حقیقت میں وہی منادی ہے، اگرچہ لفظوں میں اسم مبہم کی صفت ہے پس اس پر رفع ونصب دونوں جائز ہونے چاہئیں، مگر نحویوں نے اس کے رفع کا التزام کیا ہے۔

اسی طرح الرجل کا جو تابع آئے گا نحویوں نے اس کے رفع کا بھی التزام کیا ہے، جیسے یا أیہا الرجلُ الظریفُ اور یا أیہا الرجلُ ذو المال، یہ منادی معرب کا تابع ہے اور رفع ونصب دونوں کا جواز منادی مبنی کے توابع میں تھا، نہ کہ منادی معرب کے توابع میں۔

(۴) اللہ: معرف باللام ہے، پس قاعدہ سے اس پر حرف ندا، اسم مبہم کے توسط کے بغیر نہیں آسکتا، مگر یا اللہ کہتے ہیں، یہ صرف اسی کلمہ کی خصوصیت ہے، کیونکہ یہ کلمہ

بکثرت استعمال ہوتا ہے اس لئے تخفیف کی گئی ہے۔

(۵) قاعدہ: جب منادی مفرد معرفہ صورۃً مکرر ہو، اور دوسرے منادی کے بعد مضاف الیہ آ رہا ہو تو پہلے منادی پر رفع ونصب دونوں جائز ہیں اور دوسرے پر صرف نصب۔ جیسے یا تیمُ تیمَ عديٍ۔ پہلے منادی پر رفع اس لئے جائز ہے کہ منادی مفرد معرفہ ہے اور وہ رفع پر مبنی ہوتا ہے اور نصب اس لئے جائز ہے کہ وہی درحقیقت عدی کی طرف مضاف ہے اور دوسرا تیم تاکید ہے۔

ترجمہ: قاعدہ: اور بدل اور معطوف علاوہ اس کے جو ذکر کیا گیا یعنی معرف باللام کے علاوہ: اس کا حکم مستقل منادی کا حکم ہے ہر حال میں............قاعدہ: اور وہ نام جس کی صفت لائی گئی ہو ابن یا ابنة کے ذریعہ، درانحالیکہ وہ (ابن یا ابنة) دوسرے نام کی طرف مضاف ہو: اس کا فتحہ پسند کیا گیا ہے............قاعدہ: اور جب معرف باللام کو پکارا جائے تو کہا جائے گا: یا أیها الرجل اور یا هذا الرجل، اور یا أیهذا الرجل۔ اور التزام کیا ہے نحویوں نے الرجل کے رفع کا (اس کا عطف الرجلِ پر ہے) اس لئے کہ وہ توابع (منادی) معرب کے توابع ہیں............قاعدہ اور کہتے ہیں عرب یا اللہ مخصوص طور پر............قاعدہ: اور آپ کے لئے جائز ہے یا تیمُ تیمَ عديٍ جیسی مثال میں: ضمہ اور نصب۔

[قاعدة] والمضافُ إلى ياءِ المتكلم: يجوز فيه: يا غلامِيَ، ويا غلامِيْ، ويا غلامِ، ويا غلاماَ؛ وبالهاء وقفاً.[1]

[قاعدة] وقالوا: يا أَبِيْ، ويا أُمِّيْ، ويا أَبَتِ، ويا أُمَّتِ: فتحاً وكسراً؛ وبالألف، دون الياء.[2]

[قاعدة] ويا ابنَ أُمِّ، ويا ابنَ عَمِّ خاصةً مثلُ بابِ يا غلامي؛ وقالوا: يا ابنَ أُمَّ، ويا ابنَ عَمَّ.[3]

(۱) قاعدہ: جو منادی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار صورتیں جائز ہیں: (۱) یاء کا فتحہ جیسے یا غلامِیَ (۲) یاء کا سکون جیسے یا غلامِیْ (۳) یاء حذف کر کے کسرہ پر اکتفا کرنا جیسے یا غلامِ (مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ یاء کا ماقبل مکسور ہو، ورنہ حذف جائز نہ ہوگا جیسے یا فتایَ) (۴) یاء کو الف سے بدل دینا جیسے یا غلامًا ــــــ اور چاروں صورتوں میں حالت وقف میں ہاء بڑھا سکتے ہیں جیسے یاغلامِیَہْ، یا غلامِیْہ، یا غلامِہْ، یا غلامَاہ۔

(۲) أب اور أم کی جب یاء کی طرف اضافت کی جائے تو مذکورہ چار صورتوں کے علاوہ دو صورتیں اور بھی جائز ہیں: (۱) یاء کو ت سے بدلنا اور ت پر فتح یا کسرہ پڑھنا (۲) ت کے بعد الف بڑھانا۔ ی بڑھانا جائز نہیں۔ پس کہیں گے یا أبِیَ/ أمِّیَ، یاأَبِیْ/ أمِّیْ، یا أبِ/ أمِّ، یا أبا/ أُمَّا، یا أَبَتِ/ أَمَّتِ، یا ابتا/ أمتا (یا أبتی/ أَمَّتی جائز نہیں)

(۳) قاعدہ: جب أمّ اور عَمّ پر ابن یا بنت داخل کیا جائے اور اس کو منادی بنایا جائے تو ان میں پانچ صورتیں جائز ہیں۔ چار صورتیں یا غلامی والی اور پانچویں صورت: یاء کو حذف کر کے میم پر فتحہ پڑھنا۔ کہیں گے: یا ابن أمِّیَ/ أُمِّیْ/ أمِّ/ أَمَّا/ أَمَّ، یا بنتَ أُمِّیَ/ أمِّیْ/ أمِّ/ أمَّا/ أمَّ، یا ابن عَمِّیَ/ عَمِّیْ/ عَمِّ/ عَمَّا/ عَمَّ، یا بنتَ عَمِّیَ/ عَمِّیْ/ عَمِّ/ عَمَّا/ عَمَّ۔

ترجمہ: قاعدہ: اور وہ منادی جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جائز ہے اس میں .... اور وہ منادی ہ کے ساتھ ہوگا حالتِ وقف میں .... قاعدہ: اور کہا عربوں نے .... اور أبتِ اور أمَّتِ: تاء کے فتحہ اور کسرہ کی حالت میں، اور (تاء کے بعد) الف کے ساتھ، نہ کہ ی کے ساتھ .... قاعدہ: اور یا ابنَ أُمِّ اور یا ابن عَمِّ خاص طور پر یا غلامی جیسے الفاظ کی طرح یعنی یہ بات صرف أم اور عَمّ میں ہے، أخ اور خال میں نہیں ہے ان میں صرف یا ابن أخی اور یا ابن خالی کہیں گے اور کہا انھوں نے یا ابن أمَّ اور یا ابن عَمَّ یعنی الف کو حذف کر کے فتحہ پر اکتفا کرنا۔

[ترخيم المنادى]

وترخيمُ المنادى جائز، وفي غيره ضرورةً؛ وهو: حذفٌ في آخره تخفيفاً. [۱]

وشرطُه: [۲]

[الف] **أن لايكون مضافاً، ولا مُسْتَغَاثًا، ولا جملةً.**

[ب] **ويكون: إما علماً زائداً على ثلاثة أَحْرُفٍ، وإما بتاء التأنيث.**

ترخیم کا بیان

(۱) رَخَّمَ الشيئَ: کے معنی ہیں: نرم وآسان بنانا، ہلکا کرنا۔ اور اصطلاحی معنی ہیں: نداء کے وقت اسم کے آخری حرف کو تلفظ آسان کرنے کے لئے حذف کرنا۔ منادی کی ترخیم ہر حال میں جائز ہے، خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو۔ اور غیر منادی میں ضرورتِ شعری کی وجہ سے جائز ہے (ضرورةً: أي واقعٌ ضرورةً) نثر میں جائز نہیں۔

(۲) منادی کی ترخیم کے لئے منفی پہلو سے تین باتیں ضروری ہیں: (۱) منادی مضاف نہ ہو (۲) منادی مستغاث نہ ہو (۳) منادی جملہ نہ ہو ـــــ اور مثبت پہلو سے دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ضروری ہے: (۱) اگر منادی علم (نام) ہو تو ضروری ہے کہ وہ تین حروف سے زائد ہو (۲) اور علم نہ ہو تو ضروری ہے کہ اس کے آخر میں ۃ ہو۔

وضاحت: مضاف مضاف الیہ صورۃً دو کلمے ہیں اور حقیقۃً ایک۔ اس لئے ترخیم کہاں کی جائے اس کی کوئی صورت نہیں ـــــ اور مستغاث میں آواز کی درازی مطلوب ہوتی ہے اس لئے آخر میں الف زیادہ کرتے ہیں اور ترخیم اس کے منافی ہے ـــــ اور جب منادی جملہ ہو تو اس کو بعینہٖ باقی رکھنا ضروری ہے ورنہ

قصۂ عجیبہ پر اس کی دلالت باقی نہ رہے گی، جیسے یا تَأَبَّطَ شَرًّا! ـــــ اور علم میں تین حروف سے زائد ہوں تبھی ترخیم کے بعد کلمہ سہ حرفی باقی رہے گا، ورنہ گھٹ جائے گا ـــــ اور کلمہ سہ حرفی ہو اور علم نہ ہو مگر اس کے آخر میں ۃ ہو جیسے شاۃٌ تو ۃ حذف کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ ۃ علحدہ حرف ہے اور کلمہ پہلے سے تین حرف سے کم ہے اس لئے ترخیم سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

[مقداره] فإن كان في آخره زيادتان في حكم الواحدة، كأسماءَ ومروان، أوحرفٌ صحيحٌ قبلَه مَدَّةٌ، وهو أكثر من أربعة أَحْرُفٍ: حُذِفَتَا؛ وإن كان مركباً حُذِفَ الاسمُ الأخير؛ وإن كان غير ذلك فحرفٌ واحدٌ.(۱)

[قاعدة] وهو في حكم الثابت على الأكثر، فيقال: يا حَارِ، وياثَمُوْ، ويا كَرَوَ.(۲)

وقد يُجْعَلُ اسْمًا برأسه، فيقال: ياحارُ، ويا ثَمِيْ، ويا كَرَا.(۳)

(۱) **مقدار محذوف کا بیان:** ترخیم میں منادی کے آخر سے کتنے حروف حذف کئے جائیں گے؟ اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) اگر منادی کے آخر میں ایسے دو حرف ہوں جن کی زیادتی ایک ساتھ ہوئی ہے تو ترخیم کے وقت دونوں کو حذف کر دیں گے جیسے اسماء اور مروان میں کہیں گے: **یا أَسْمُ یا مَرْوُ۔**

(۲) منادی کے آخر میں حرفِ صحیح ہو اور اس سے پہلے مدّہ ہو یعنی ایسا حرفِ علت ہو جس کے ماقبل کی حرکت اس کے موافق ہو تو بھی ترخیم کے وقت دونوں کو حذف کریں گے بشرطیکہ کلمہ چار حروف سے زائد ہو جیسے عمار اور منصور میں کہیں گے: **یا عَمَّ یا مَنْصُ۔**

(۳) اور اگر کلمہ مرکب ہو اور اسناد اور اضافت نہ ہو تو ترخیم میں دوسرے اسم کو حذف کریں گے، جیسے بعلبك میں کہیں گے یا بعلَ۔

(۴) اور اگر منادی مذکورہ تین صورتوں کے علاوہ ہو تو ترخیم میں آخر سے ایک حرف حذف کریں گے، جیسے خالد میں کہیں گے: یا خالِ۔

(۲) قاعدہ: منادی مرخم کا اکثری استعمال اس طرح ہوتا ہے کہ گویا حرفِ محذوف ثابت ہے، چنانچہ محذوف سے پہلے والا حرف بدستور اپنی حالت پر رہتا ہے۔ پس کہیں گے یا حارِ، یا ثَمُوْ، یا کَرَوَ (یہ حارث، ثمود اور کَرَوَان کی ترخیم ہے) کَرَوَان: لمبی چونچ اور بھورے رنگ کا ایک پرندہ ہے جو کبوتر کے ہم شکل اور خوش آواز ہے۔

(۳) قاعدہ: کبھی ترخیم کے بعد منادی مرخم کو مستقل اسم کی حیثیت دیدیتے ہیں اور تعلیل و بناء میں اس کے ساتھ مستقل اسم جیسا معاملہ کرتے ہیں۔ چنانچہ یا حارث میں یا حارُ کہتے ہیں، کیونکہ منادی مفرد معرفہ ہے اس لئے ضمہ پر مبنی ہے اور یا ثمود میں یا ثَمِیْ کہتے ہیں کیونکہ واو سے پہلے ضمہ ہے اس لئے اس کو ی سے بدل دیا اور میم کو کسرہ دیا۔ اور یا کَرَوَانُ میں یا کَرَا کہتے ہیں، کیونکہ واو متحرک ماقبل مفتوح ہے اس لئے اس کو الف سے بدل دیا۔

ترجمہ: ترخیم کی مقدار: پس اگر منادی کے آخر میں ایسے دو حروف کی زیادتی ہو جو ایک حرف کے حکم میں ہوں، جیسے أسماء (بروزن فَعْلَاءُ، از وَسَامَةٌ بمعنی حُسن۔ یہ عورت کا نام ہے) اور مَرْوان (اس میں الف نون زائدتان ہیں) یا ایسا حرفِ صحیح ہو جس سے پہلے حرفِ مدّہ ہو، درانحالیکہ کلمہ چار حروف سے زائد ہو: تو دونوں حرف حذف کئے جائیں گے ـــــ اور اگر لفظ مرکب (بنائی) ہو تو آخری اسم حذف کیا جائے گا ـــــ اور اگر اس کے علاوہ (صورت) ہو تو ایک حرف حذف کیا جائے گا ـــــ قاعدہ: اور منادی مرخم ثابت کے حکم میں ہے اکثری استعمال میں ـــــ اور کبھی منادی مرخم مستقل اسم گردانا جاتا ہے پس کہا جاتا ہے الخ۔

[حكم المندوب]

وقد استعملوا صيغةَ النداء فى المندوب.

وهو: المُتَفَجَّعُ عليه بيا أو وا، واخْتُصَّ بوا.

وحكمُه: فى الإعراب والبناء حكمُ المنادى.

[قاعدة] ولك زيادةُ الألف فى آخره.(۱)

[قاعدة] فإن خِفْتَ اللَّبْسَ قلتَ: واغُلاَمَكِيْه، وواغلامَكُمُوْهُ.(۲)

[قاعدة] ولك الهاءُ فى الوقف.(۳)

[قاعدة] ولا يُنْدَبُ إلا المعروفُ، فلا يقال: وَارَجُلاَهْ.(٤)

[قاعدة] وامْتَنَعَ وَازيدَ الطَّوِيْلاَهْ، خلافاً ليونس.(٥)

مندوب کا حکم

دہائی دینے والے کو نَادب اور جس کو پکارا جائے اس کو مندوب کہتے ہیں۔ اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ عرب: ندا کے صیغہ کو مندوب میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور صیغۂ ندا سے مراد صرف یاء ہے دوسرے حروف ندا ندبہ میں استعمال نہیں کئے جاتے۔ مندوب: وہ ہے جس پر یا اور وا کے ذریعہ رویا جائے، جیسے یا زیداهْ، وَاوَیلاهْ۔ اور وا صرف ندبہ میں مستعمل ہے اور یا دونوں کے لئے ہے اور معرب ومبنی ہونے میں مندوب کا حکم منادی کی طرح ہے۔ یعنی جس طرح منادی مفرد معرفہ علامتِ رفع پر مبنی ہوتا ہے مندوب بھی علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے وازیدُ اور جس طرح منادی مضاف منصوب ہوتا ہے مندوب مضاف بھی منصوب ہوتا ہے، جیسے وا عبدَ اللہ۔

(۱) قاعدہ: آواز کی درازی کے لئے مندوب کے آخر میں الف زائد کرنا جائز

ہے، کیونکہ ندبہ میں آواز کی درازی مطلوب ہے، جیسے وَازَیْدا۔

(۲) قاعدہ: اگر مندوب کے آخر میں الف زیادہ کرنے سے التباس پیدا ہوتو الف کواس حرف سے بدل دیں گے جوآخرِ مندوب کی حرکت کے ہم جنس ہو، جیسے واحد مؤنث حاضر کے غلام کے ندبہ میں اگر کہیں گے:وَاغلامکَاہ تو واحد مذکر حاضر کے غلام کے ندبہ سے اشتباہ پیدا ہوگا، کیونکہ اس میں بھی یہی صیغہ استعمال کیا جائے گا اور پتہ نہیں چلے گا کہ کاف اصل میں مکسور ہے یا مفتوح،اس لئےوَاغلامکیه کہیں گے الف کوکاف کے زیر کی مناسبت سے یاء سے بدلیں گے ـــــ اسی طرح اگر جمع مذکر حاضر کے غلام کے ندبہ میں کہیں گے وَا غلامکماہ تو تثنیہ مذکر حاضر کے غلام کے ندبہ سے التباس ہوجائے گا اس لئے کہیں گے واغلامکموہ،الف کومیم کے پیش کی مناسبت سے واو سے بدلیں گے۔

(۳) قاعدہ: حالتِ وقف میں الف ندبہ کے بعد سکتہ کی ہ بڑھانا جائز ہے،اسی طرح یاءاورواو کے بعد بھی۔

(۴) قاعدہ: ندبہ صرف مشہور شخص کا ہوتا ہے، مجہول وغیر معروف شخص کا نہیں ہوتا۔لہٰذا وارجلاہ کہنا درست نہیں۔ پہلی صورت میں لوگ رونے والے کومعذور خیال کریں گےاور دوسری صورت میں اس کا مذاق اڑائیں گے۔

(۵) قاعدہ: جمہور کے نزدیک مندوب کی صفت کے آخر میں الف ندبہ کا لاحق کرنا جائز نہیں۔پس وازیدَ الطویلاہ کہنا جائز نہیں البتہ یونس نحوی کے نزدیک جائز ہے۔

ترجمہ: مندوب کا حکم: اورعربوں نے ندا کا صیغہ مندوب میں استعمال کیا ہے ـــــ اورمندوب: وہ شخص ہے جس پر دکھ ظاہر کیا گیا ہو یَایا وَاکے ذریعہ، اور مندوب خاص کیا گیا ہے وَاکے ساتھ(المتفَجَّع: اسم مفعول ہے تفجَّع علیه سے جس کے معنی ہیں: کسی پر دکھ تکلیف محسوس کرنا) ـــــ اور مندوب کا حکم معرب

ومبنی ہونے میں منادی کے حکم کی طرح ہے ـــــ قاعدہ: اور آپ کے لئے جائز ہے مندوب کے آخر میں الف کو زیادہ کرنا ـــــ قاعدہ: پس اگر آپ اشتباہ سے ڈریں تو کہیں:............قاعدہ: اور آپ کے لئے جائز ہے حالت وقف میں ہ بڑھانا ....قاعدہ: اور ندبہ نہیں کیا جائے گا مگر مشہور آدمی کا پس نہیں کہا جائے گا: ''ہائے مرد!'' ـــــ قاعدہ: اور نا جائز ہے وازیدَ الطویلاہْ کہنا، برخلاف یونس کے۔

[قاعدة] ويجوز حذفُ حرف النداء، إلا مع اسم الجنس، والإشارة، والمستغاث، والمندوب، نحو:﴿ يُوْسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا﴾ وأيها الرجل، وأيهذا الرجل.(١)

[فائدة] وشَذَّ: '' أَصْبِحْ ليلُ'' و''افْتَدِ مَخْنُوْقُ'' و'' أَطْرِقْ كَرَا'' (٢)

[قاعدة] وقد يُحْذَف المنادى لقيام قرينة جوازاً، مثلُ: أَلَا يَا اسْجُدُوْا.(٣)

(۱) قاعدہ: چار صورتوں کے علاوہ جب قرینہ پایا جائے تو منادی پر سے حرف ندا حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے ﴿یوسفُ أعرض عن هذا﴾ اس کی اصل یا یوسف أعرض عن هذا ہے اور قرینہ یہ ہے کہ اگر یوسفُ مبتدا ہو تو أعرض خبر نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ جملہ انشائیہ ہے۔ اسی طرح أیها الرجل اور أیهذا الرجل میں حرف ندا ''یا'' محذوف ہے۔

اور وہ چار جگہیں جہاں حرف ندا کو حذف کرنا جائز نہیں: اسم جنس، اسم اشارہ، مستغاث اور مندوب ہیں۔ اول دو میں اس لئے جائز نہیں کہ ان کا ندا بکثرت نہیں کیا جاتا۔ اور آخری دو میں اس لئے جائز نہیں کہ ان میں آواز کی درازی مطلوب ہے اور حرف ندا کا حذف اس کے منافی ہے، پس ندا میں صرف رجلُ، هٰذَا، لَزیدُ اور زیدُ کہنا جائز نہیں، بلکہ یا رجلُ، یا هذا، یالَزیدُ اور وَازیدُ یا یازیدُ کہنا ضروری ہے۔

(۲) فائدہ: تین محاوروں میں اسم جنس پر سے حرف ندا حذف کیا گیا ہے جو شاذ ہے:

(۱) امرأالقیس کی بیوی کا قول ہے: أَصْبِحْ لیلُ: اے رات ختم ہو! یہاں لیلُ اسم جنس پر سے حرف ندا حذف کیا گیا ہے۔

(۲) اِفْتَدِ مخنوقُ: اے گلا گھونٹے ہوئے فدیہ دے۔ یہاں مخنوقُ: اسم جنس پر سے حرف ندا حذف کیا گیا ہے۔

(۳) أَطْرِقْ کَرَا: اے کرَوَان سر جھکا یعنی نیچے اتر آ تا کہ میں تیرا شکار کروں، یہاں بھی کَرَا اسم جنس پر سے حرف ندا حذف کیا گیا ہے۔

وضاحت: (۱) کہتے ہیں کہ ایک رات امرأ القیس نے بیوی سے کہا: اُقْتُلِی السِّرَاجَ: چراغ بجھادے۔ عورت نے کہا: ہائے تو عجمی ہے، عرب نہیں ہے! عرب کہے گا: إِطْفَئِ السِّرَاجَ: چراغ بجھادے۔ وہ رات بھر روتی رہی کہ میں کس ناجنس کے پلّے پڑ گئی۔ اور کہتی رہی: أَصْبِحْ لیلُ: رات ختم ہو تا کہ میں اس عجمی شوہر سے جان چھڑاؤں۔

(۲) ایک سوئے ہوئے شخص پر دوسرا شخص گر پڑا اور اس کا گلا دبا دیا۔ سوئے ہوئے نے ہر چند چھٹنے کی کوشش کی مگر لاحاصل! گلا گھونٹنے والے نے اس سے کہا: اِفْتَدِ مخنوقُ: اے گلا گھونٹے ہوئے مجھے کچھ مال دے تا کہ میں تجھے چھوڑ دوں۔

(۳) کرَوَان: ایک کبوتر نما پرندہ ہے، وہ اڑتا ہوا جارہا ہو اور شکاری اس کو شکار کرنا چاہے تو ایک منتر پڑھتا تھا: أَطْرِقْ کَرَا، أَطْرِقْ کرا، إِنَّ النُّعَامَةَ فی الْقُرىٰ: کرا سر جھکالے، کرا سر جھکالے، شتر مرغ یقیناً گاؤں میں ہے یعنی وہ تجھ سے بڑا پرندہ ہے اور وہ شکار ہو گیا ہے۔ یہ منتر سن کر کروان نیچے اتر آتا تھا اور شکار ہو جاتا تھا۔

(۳) قاعدہ: اگر قرینہ موجود ہو تو منادی کو حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے أَلَا یا اسجدوا: سنو! اے قوم سجدہ کرو، یہاں منادی قومُ محذوف ہے اور قرینہ یہ ہے کہ حرف ندا فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

والثالث: ما أُضْمِرَ عامِلُه على شَرِيْطَةِ التفسير.

وهو: كلُّ اسمٍ بعدَه فعلٌ أو شِبْهُهُ، مشتغلٌ عنه بضميره أو متعلِّقِه، لو سُلِّطَ عليه هو أو مناسبهُ: لَنَصَبَه، مثلُ: زيداً ضربتُه، وزيداً مررت به، وزيداً ضربتُ غلامَه، وزيداً حُبِسْتُ عليه: يُنْصَبُ بفعلٍ مضمرٍ يُفسِّرُه ما بعده، أي: ضربتُ، وجاوزتُ، وأَهَنْتُ، وَلاَ بَسْتُ.

(۳) ما اُضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر

تیسرا مقام: جہاں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنا واجب ہے: ما أُضْمِرَ عامِلُه علی شَرِیْطَةِ التفسیر ہے۔ شریطة اور شرط کے ایک معنی ہیں یعنی وہ مفعول بہ جس کا ناصب بشرطِ تفسیر پوشیدہ کیا گیا ہو، یعنی بعد میں اس کے ناصب کی وضاحت آرہی ہو۔ اور اس موقع پر عامل کا حذف اس لئے واجب ہے کہ مفسِّر اور مفسَّر کا اجتماع لازم نہ آئے۔

تعریف: ما أضمر: وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل آئے جو اس اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں یا اس کے کسی متعلق میں مشغول ہونے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرسکتا ہو۔ لیکن اگر اس فعل یا شبہ فعل کو اس اسم پر مسلط کیا جائے تو وہ اس کو نصب دے، جیسے زیداً ضربتُه: زید کو مارا میں نے۔ یہاں زیداً سے پہلے ضربتُ عامل محذوف ہے۔ اس کی تفسیر بعد میں آنے والا فعل: ضربتُه کررہا ہے جو زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں مشغول ہے یعنی اس کا عامل ہونے کی وجہ سے زیداً کو نصب نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر ضمیر ہٹاکر ضربتُ زیداً کہیں تو وہ اس کو نصب دے سکتا ہے۔

پھر ما أُضمر: کی چار صورتیں ہیں:

(۱) بعد میں آنے والا فعل اس اسم (مفعول بہ) کی ضمیر میں مشغول ہو اور اس کو بعینہٖ اس اسم پر مسلط کیا جاسکتا ہو، جیسے زیداً ضربتُه۔

(۲) بعد میں آنے والا فعل اس اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں مشغول ہو، مگر اس فعل کو بعینہٖ اس اسم پر مسلط نہ کیا جاسکتا ہو، البتہ اس کے مناسب فعل کو مسلط کیا جاسکتا ہو، جیسے زیداً مررت به أی جاوزتُ زیداً۔

(۳) بعد میں آنے والا فعل اس اسم کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں مشغول ہو، اور نہ اس فعل کو بعینہٖ مسلط کیا جاسکتا ہو، نہ اس کے مناسب مترادف کو مسلط کیا جاسکتا ہو، البتہ اس سے مناسبت رکھنے والے اور اس کے لئے لازم کسی فعل کو مسلط کیا جاسکتا ہو، جیسے زیداً ضربتُ غلامَه أی أَهَنْتُ زیداً: کیونکہ غلام کی توہین آقا کی توہین ہے۔

(۴) بعد میں آنے والا فعل اس اسم کے کسی متعلق میں مشغول ہو اور اس کے مناسب لازم ہی کو مسلط کیا جاسکتا ہو جیسے زیداً حُبِسْتُ علیه: میں زید پر محبوس کیا گیا۔ یہاں لَابَسْتُ: لازمِ فعل ہی کو مسلط کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب متکلم زید پر روکا گیا تو وہ اس کے ساتھ ہوا۔

ما أُضمر: کی یہ چار صورتیں ہیں۔ مصنف رحمہ اللہ نے ان کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔

پہلی مثال: زیداً ضربتُهٗ ہے۔۔ اس مثال میں زیداً کے بعد آنے والا فعل ضربتُه زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں مشغول ہے اور اس کو بعینہٖ زید پر مسلط کیا جاسکتا ہے، کہیں گے: ضربتُ زیداً۔ دوسری مثال: زیداً مررتُ به ہے۔ اس میں بھی فعل مررتُ زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں حرفِ جر کے واسطہ سے مشغول ہے، مگر اس فعل کو بعینہٖ زید پر مسلط نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ مررتُ بزیدٍ کہیں گے تو باء جر دے گی وہ فعل زید کو نصب نہیں دے گا۔ ہاں اس کا ہم مفہوم دوسرا فعل جاوزتُ

(آگے بڑھ گیا) ہے اس کو مسلط کیا جاسکتا ہے وہ زید کو نصب دے گا پس یہ صورت بھی ما أضمر میں چلے گی۔ تیسری مثال: زیداً ضربتُ غلامَه ہے۔ اس میں بھی ضربتُ زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر میں مشغول ہے، اور اس فعل کو بعینہٖ مسلط نہیں کر سکتے، اگر کہیں گے ضربتُ غلامَ زیدٍ تو زید پر مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے جر آئے گا۔ مفعول بہ ہونے کی وجہ سے نصب نہیں آئے گا۔ اور کوئی دوسرا مترادف فعل بھی نہیں ہے جس کو زید پر مسلط کیا جائے، البتہ ایک فعلِ لازم ہے اس کو مسلط کیا جاسکتا ہے اور وہ فعل ہے أهنتُ (ذلیل کیا میں نے) کیونکہ کسی کے غلام کو مارنا آقا کو ذلیل کرنا ہے، پس أهنتُ زیدا کہہ سکتے ہیں۔ ما أضمر عامله میں یہ صورت بھی معتبر ہے۔ چوتھی مثال: زیداً حُبِسْتُ علیه ہے۔ اس میں بھی فعل کو زید پر مسلط نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ علی کی وجہ سے زید پر جر آئے گا۔ البتہ لا بَسْتُ: (ملا ہوا ہونا) ایک مناسب لازم فعل ہے جس کو مسلط کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب متکلم زید کے پاس روکا گیا تو وہ اس کے ساتھ ہوا۔ ما أضمر عامله میں تسلیط کی یہ صورت بھی معتبر ہے ——— پس ان چاروں صورتوں میں زید کو عامل مقدر نصب دے گا۔

شبہ فعل کی مثالیں: زیداً أنا ضَارِبُه، زیداً أنا مارٌّ به، زیداً أنا ضاربٌ غلامَه، زیداً أنا محبوسٌ علیه، أی أنا ضاربٌ زیداً، أنا مجاوِزٌ زیداً، أنا مُهِیْنٌ زیداً، أنا حابِسٌ زیداً.

ترجمہ: اور تیسری جگہ: وہ مفعول بہ ہے جس کا عامل پوشیدہ کیا گیا ہو تفسیر کی شرط پر اور ما أُضمر: ہر وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو، جو اس سے اعراض کر کے اس کی ضمیر میں یا اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز میں مشغول ہو، اگر مسلط کیا جائے مفعول بہ پر وہ فعل یا اس سے مناسبت رکھنے والا کوئی فعل: تو وہ ضرور اس کو نصب دے،............نصب دیا جاتا ہے زید ایسے فعل کے ذریعہ جو پوشیدہ کیا گیا ہے، جس کی تفسیر کرتا ہے اس کا مابعد یعنی............

[وجوه إعرابِه]

[١-] ويُخْتَارُ الرفعُ بالإبتداءِ، عند عدم قرينة خلافِه، أو عند وجود أقوى منها، كأمَّا مع غير الطلب، وإذا للمفاجاة.

[٢-] ويُخْتَارُ النصبُ بالعطف على جملة فعلية، للتناسب، وبعد حرف النفى، والاستفهام، وإذا الشرطية، وحيث، وفى الأمر، والنهى، إذ هى مواقع الفعل، وعند خوفِ لَبْسِ المفسِّر بالصفة، مثلُ: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾

ما أُضمر عاملُه کا اعراب

جو اسم: ما أُضمر عاملُه کے قبیل سے ہو خواہ حقیقۃً اس پر ما أُضمر کی تعریف صادق آتی ہو یا نہ آتی ہو اس کے اعراب کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) رفع پسندیدہ (۲) نصب پسندیدہ (۳) رفع واجب (۴) نصب واجب (۵) رفع ونصب دونوں یکساں۔

پہلی صورت: دو صورتوں میں رفع پسندیدہ ہے: (۱) جب وہ اسم أمَّا کے بعد کلامِ غیر طلبی میں آئے (۲) جب وہ اسم إِذَا مفاجاتیہ کے بعد آئے، جیسے لقيتُ القومَ فأَمَّا زيدٌ فأكرمتُه اور خرجتُ فإذا زيدٌ يضربُه عَمْرٌو: میں نے قوم سے ملاقات کی پس رہا زید تو میں نے اس کا اکرام کیا، نکلا میں پس اچانک زید کو عمرو مار رہا تھا ـــــ اور کلام طلبی: امر ونہی اور دعا ہیں، ان کے علاوہ کلام غیر طلبی ہیں ـــــ اور ان دو صورتوں میں رفع پسندیدہ اس لئے ہے کہ پہلی صورت میں نصب کا کوئی قرینہ نہیں، رفع ہی کا قرینہ ہے، کیونکہ أما کے بعد اکثر مبتدا آتا ہے۔ اور دوسری صورت میں اگرچہ رفع ونصب دونوں کے قرینے موجود ہیں مگر رفع کا قرینہ اقوی ہے، کیونکہ إذا مفاجاتیہ اکثر جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور خرجتُ پر عطف نصب کا قرینہ ہے

مگروہ قرینہ ضعیف ہے۔

دوسری صورت: آٹھ صورتوں میں نصب پسندیدہ ہے: (۱) اس جملہ کا جس میں وہ اسم واقع ہے: جملہ فعلیہ متقدمہ پر عطف ہو، جیسے ضربتُ زیداً وعَمْرًا أکرمتُه اس صورت میں نصب پسندیدہ اس لئے ہے کہ معطوف ومعطوف علیہ میں تناسب حاصل ہوجائے (۲) وہ اسم حرف نفی کے بعد آیا ہو، جیسے ما/ لا/ إنْ زیداً ضربتُه: میں نے زید کونہیں مارا (۳) وہ اسم حرفِ استفہام کے بعد آیا ہو جیسے أزیداً ضربتَه: کیا تو نے زید کو مارا؟ (۴) وہ اسم إذا شرطیہ کے بعد آیا ہو، جیسے إذا زیداً تلْقَه فأكرِمْه: جب تیری زید سے ملاقات ہوتو تو اس کا اکرام کر (۵) وہ اسم حیث کے بعد آیا ہو، جیسے حیث زیداً تَجِدْه فأكرِمْه: جہاں زید تجھے ملے اس کا اکرام کر (إذا: مجازاتِ زمانی پر دلالت کرتا ہے اور حیث: مجازات مکانی پر) (۶) وہ اسم امر سے پہلے آیا ہو، جیسے زیداً اِضْرِبْه: زید کو مار (۷) وہ اسم نہی سے پہلے آیا ہو، جیسے زیداً لا تضربه: زید کومت مار ـــــ اور ۲ تا ۷ میں نصب پسندیدہ اس لئے ہے کہ یہ فعل مقدر ماننے کی جگہیں ہیں یعنی ان کے بعد فعل کا واقع ہونا اولیٰ ہے ـــــ (۸) رفع کی صورت میں جملہ تفسیریہ کا صفت کے ساتھ اشتباہ ہوتا ہو جیسے ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ أی إنا خلقنا کل شیئ اور رفع کی صورت میں خلقناہ: شیئ کی صفت بھی بن سکتا ہے جبکہ یہ مرادنہیں اس لئے نصب اولیٰ ہے۔

ترجمہ: ما أضمر عاملہ کے اعراب کی صورتیں: (۱) اور رفع پسند کیا جائے گا ابتدا کی وجہ سے یعنی مبتدا ہونے کی وجہ سے، اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہونے کے وقت (پہلی صورت میں جبکہ وہ اسم أما کے بعد آیا ہو) یا اس قرینہ سے زیادہ قوی قرینہ پائے جانے کے وقت (دوسری صورت میں جبکہ اسم إذا کے بعد آیا ہو) جیسے أما غیر طلب کے ساتھ یعنی کلام غیر طلبی میں اور اس إذا کے ساتھ جو مفاجات کے لئے ہے۔

(۲) اور نصب پسند کیا جاتا ہے جملہ فعلیہ پر عطف کرنے کے ذریعہ، تناسب کے

لئے اور حرف نفی، استفہام، اذا شرطیہ، حیث کے بعد اور امر و نہی میں کیونکہ یہ (چھ) فعل کی جگہیں ہیں اور مفسِّر کے صفت کے ساتھ اشتباہ کے اندیشہ کے وقت،...... (باقی تین صورتیں آگے آرہی ہیں)

[-٣] ويستوي الأمران في مثل: زيدٌ قام وعَمْراً أكرمته.

[-٤] ويجب النصبُ بعد حرف الشرط، وحرف التحضيض، مثلُ: إن زيداً ضربتَه ضَرَبك، وألَّا زيداً ضربتَه!

[-٥] وليس "أزيدٌ ذُهِبَ به" منه، فالرفعُ، وكذلك: ﴿كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾

تیسری صورت: جب اس اسم کا عطف جملہ ذات الوجہین پر ہو تو رفع اور نصب دونوں یکساں ہیں، جیسے زیدٌ قَامَ وعَمراً أكرمتُه: زید کھڑا ہوا اور عمرو کا میں نے اکرام کیا۔ اس میں عمرو کا عطف اگر جملہ کبری یعنی زید قام پر کریں گے تو رفع آئے گا اور جملہ صغری یعنی قام پر کریں گے تو نصب آئے گا۔

چوتھی صورت: جب وہ اسم حرف شرط (إنْ اور لَوْ) کے بعد آئے یا حرفِ تحضیض کے بعد آئے تو نصب واجب ہے، جیسے إِنْ/لو زیداً ضربتَه ضربَك: اگر تو زید کو مارے گا تو وہ تجھے مارے گا اور ألَّا زيداً ضربتَه؟! زید کو تو نے کیوں نہیں مارا؟!

پانچویں صورت: وہ اسم بظاہر ما أضمر کے قبیل سے ہو، مگر حقیقت میں وہ اسم اس باب سے نہ ہو تو رفع واجب ہے، پہلی مثال: أزيدٌ ذُهِبَ به: کیا زید کو لے جایا گیا؟ یہ ما أضمر کی مثال نہیں ہے، کیونکہ ذُهب به کو نہ حرف جر کے ساتھ زید پر مسلط کیا جا سکتا ہے نہ بغیر حرف جر کے، کیونکہ بصورتِ اول زید مجرور ہوگا اور بصورتِ ثانی ذَهب نصب نہیں دے سکتا، کیونکہ وہ فعل لازم ہے اس کے تعدیہ کے لئے باء ضروری ہے۔ دوسری مثال: ﴿كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ﴾ کفار نے جو کچھ کیا ہے

وہ نوشتوں میں محفوظ ہے۔ اس میں فعلوہ: شیئ کی صفت ہے اور فی الزبر: خبر ہے۔ اس فعلوا کو کل شیئ پر مسلط نہیں کر سکتے، کیونکہ پھر فی الزبر یا تو شیئ کی صفت ہوگا یا فعلوا سے متعلق ہوگا اور دونوں صورتیں باطل ہیں اس لئے یہ مثال بھی ما اُضمر کی نہیں ہے اس لئے رفع واجب ہے۔

ترجمہ: (۳) اور یکساں ہیں دونوں باتیں یعنی رفع ونصب زید قام إلخ جیسی مثال میں (۴) اور نصب واجب ہے حرف شرط اور حرف تحضیض کے بعد (۵) اور أزیدٌ ذھب به: ما أُضمر سے نہیں ہے، پس رفع واجب ہے اور اسی طرح ﴿کُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ﴾

[فائدة] ونحوُ: ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ﴾: الفاء بمعنى الشرط عند المُبَرَّدِ؛ وجملتان عند سيبويه، وإلا فالمختار النصب.

ایک سوال کا جواب: پیچھے ما اُضمر کے وجوہِ اعراب کی دوسری صورت میں یہ بات آئی ہے کہ اگر وہ اسم: فعل امر سے پہلے آیا ہو تو اس اسم پر نصب پسندیدہ ہے، مگر ارشاد پاک: ﴿ الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا﴾ میں باتفاقِ قراء رفع ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ الزانیة والزانی: فعل امر اجْلِدُوْا سے پہلے آئے ہیں۔

مبرد نحوی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ فاجلدوا میں فاء جزائیہ ہے، کیونکہ الزانیة والزانی میں الف لام بمعنی الذی ہیں اور اس کا صلہ اسم فاعل ہے، پس مبتدا شرط کے معنی کو متضمن ہے اس لئے جزاء پر فاء آئی ہے۔ پس یہ آیت ما اُضمر کے باب سے نہیں۔

اور سیبویہ نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ دو جملے ہیں۔ پہلے جملے میں خبر محذوف ہے أی حکمُ الزانیة والزانی فیما یُتلی علیکم فیما بعدُ۔ اور فاجلدوا دوسرا جملہ

ہے اور اس پر فاء شرط مقدر کے جواب میں آئی ہے۔ أی إن ثَبَتَ زناهما فاجلدوا غرض آیت پاک ما أضمر کے باب سے نہیں اس لئے اعتراض درست نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا یعنی فاء جزائیہ: مبتدا متضمن معنی شرط کے جواب میں نہ ہوتی یا یہ دو جملے نہ ہوتے تو پھر قاعدہ کے مطابق نصب آنا ضروری تھا جبکہ قراء رفع پر متفق ہیں۔

الرابع: التحذير

وهو: معمولٌ بتقديرِ " اتَّقِ" تحذيراً مما بعدَه، أو ذُكِرَ المُحَذَّرُ منه مكرَّرًا، مثلُ: إياك والأسدَ، وإياك وأن تَحْذِفَ، والطريقَ الطريقَ.

وتقول: إياك من الأسد، ومن أن تَحْذِفَ، وإياك أن تَحْذِفَ بتقدير من؛ ولا تقول: إياك الأسدَ، لامتناع تقدير:"من"

تحذیر کا بیان

چوتھی جگہ: جہاں مفعول بہ کے ناصب کو حذف کرنا واجب ہے تحذیر ہے۔ تحذیر (ڈرانے) کے موقع پر تنگیٔ وقت کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے ـــــــ تحذیر کے معنی ہیں: ڈرانا۔ اور جس کو ڈرایا جائے اس کو مُحَذَّر، اور جس چیز سے ڈرایا جائے اس کو محذَّر منه کہتے ہیں۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تحذیر یعنی محذر: وہ اسم ہے جو فعل اتّقِ مقدر کا معمول (مفعول بہ) ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اور اس اسم کے بعد جس چیز کو ذکر کیا جائے اس سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے یعنی وہ محذر منہ ہوتا ہے، یا محذر منہ کو مکرر لایا جاتا ہے۔

وضاحت: تحذیر (ڈرانے) کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: اگر وقت میں تنگی نہ ہو تو پہلے اسم فعل بمعنی اتّقِ لایا جائے پھر واو عاطفہ کے بعد محذر منہ (اسم حقیقی یا حکمی) لایا جائے، پس وہاں فعل اور محذّر دونوں مقدر ہونگے اور اسم مذکور محذر منہ ہوگا۔ اور اگر چاہیں تو اسم فعل کے بعد محذر منہ کو واو اور مِن یا أَن کے ساتھ لائیں، دونوں کے بغیر نہیں لا سکتے۔ مثلاً:

(۱) إياك والأسدَ: شیر سے بچ۔ یہاں إياك: اسم فعل بمعنی اتَّقِ ہے اور واو کے بعد اتّقِ نَفْسَك محذوف ہے اور اس کا قرینہ اسم فعل ہے اور نفسك محذّر ہے اور الأسدَ محذّر منہ ہے اور وہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور الأسدَ: اسم حقیقی ہے۔

(۲) إياك وأن تَخْذِفَ: کنکریاں مت مار (بچے کنکریاں مارا کرتے ہیں جو کبھی کسی کی آنکھ میں لگ جاتی ہے) أن تخذِف بتاویل مصدر ہو کر اسم حکمی ہے اور اس سے پہلے من محذوف ہے (کتاب میں تحذف (حاحطّی کے ساتھ) ہے اس کے معنی ہیں: خرگوش کو لکڑی سے مارنا۔ زمخشری کی مفصل میں بھی یہی لفظ ہے، مگر اس سے بہتر لفظ تخذف (خا معجمہ کے ساتھ) ہے، اس لئے میں نے شرح میں مثال بدل دی ہے اس کا خیال رکھیں) (۳) إياك من الأسدِ (۴) إياك من أن تَخْذِف (۵) اور إياك أن تخذف (اس میں من مقدر ہے) البتہ إياك الأسدَ کہنا درست نہیں، کیونکہ أن کے بغیر من محذوف نہیں ہو سکتا۔

دوسرا طریقہ: اور وقت تنگ ہو تو صرف محذر منہ کو مکرر ذکر کرتے ہیں جیسے الطريقَ الطريقَ! أی اتَّقِ نفسَك الطريقَ۔ اس صورت میں فعل اور محذر دونوں محذوف ہونگے اور الطريقَ محذر منہ ہوگا۔

ترجمہ: چوتھی جگہ تحذیر ہے: اور تحذیر اتَّقِ مقدر ماننے کے ذریعہ معمول یعنی مفعول بہ ہوتا ہے، اس چیز سے ڈرانے کے لئے جو محذّر کے بعد ہے یا محذّر منہ مکرر ذکر کیا جائے الخ۔

[۳-] المفعول فيه

هو: ما فُعِلَ فيه فعلٌ مذكورٌ: من زمان أو مكان.

وشرطُ نَصَبِه: تقديرُ في؛ وظروفُ الزمان كلُّها تقبل ذلك؛ وظروف المكان: إن كان مُبْهَمًا قَبِلَ ذلك، وإلا فلا.

[قاعدة] وفُسِّرَ المبهمُ بالجهات السِّتِّ، وحُمِلَ عليه عندَ، ولَدَى، وشِبْهُهُمَا لإبْهَامِهِمَا، ولفظُ " مكان" لكثرته، وما بعدَ دخلتُ على الأصح.(۱)

[قاعدة] ويُنْصَبُ بعامل مُضْمَرٍ، وعلى شَرِيْطَةِ التفسير.(۲)

مفعول فیہ کا بیان

پانچ مفعولوں میں سے تیسرا مفعول: مفعول فیہ ہے۔ مفعول فیہ: وہ زمانہ یا جگہ ہے جس میں اس سے پہلے ذکر کیا ہوا فعل (کام) کیا گیا ہو جیسے ضربتُ زيداً أمامَ المُدِيْر: میں نے زید کو مہتمم صاحب کے سامنے مارا۔ اس میں أمامَ المدير مفعول فیہ ہے ـــــ مفعول فیہ کو ظرف بھی کہتے ہیں۔ پھر ظرف کی دو قسمیں ہیں: ظرف زمان اور ظرف مکان۔ ظرف زمان: جس میں وقت کے معنی پائے جائیں۔ ظرف مکان: جس میں جگہ کے معنی پائے جائیں۔ پھر ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: مبہم اور محدود۔ مبہم جس کی کوئی حد متعین نہ ہو، جیسے دَهْر (زمانہ) محدود: جس کی حد متعین ہو، جیسے شهر (مہینہ) پس ظرف کی کل چار قسمیں ہوئیں: (۱) ظرف زمان مبہم، جیسے دَهْر، حين (۲) ظرف زمان محدود، جیسے يوم، ليل، شهر، سَنة (۳) ظرف مکان مبہم، جیسے جہاتِ ستّہ: أَمَامٌ، خَلْفٌ، يمينٌ، شمالٌ، فوقَ، تحتَ (۴) ظرف مکان محدود، جیسے دار، بيت، مسجد۔

قاعدہ: مفعول فیہ کے منصوب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ فی مقدر ہو، اگر فی مذکور ہوگا تو اسم ظرف مجرور ہوگا۔ ظرف کی پہلی تین قسمیں یعنی ظرف زمان مبہم ومحدود اور ظرف مکان مبہم فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں، جیسے صمتُ شهراً أي في شهر اور چوتھی قسم یعنی ظرف مکان محدود میں فی کو لفظوں میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ جیسے صليتُ في المسجد، مگر فعل دخل کے بعد فی نہیں آتا، جیسے دخل البيتَ، مگر دخول معنوی مراد ہو تو آتا ہے جیسے دخل في الجامعة: جامعہ میں داخلہ لیا۔

(۱) قاعدہ: ظرف مکان مبہم صرف جہاتِ ستّہ ہیں یعنی أمام، خلف، يمين، شمال، فوق اور تحت ــــــ اور عِنْدَ (پاس) اور لَدیٰ (پاس) اور ان دونوں کے مشابہ الفاظ، جیسے دُوْنَ (وَرے) سِویٰ (علاوہ) کو ظرف مکان مبہم پر محمول کیا گیا ہے یعنی ان کے حکم میں رکھا گیا ہے یعنی ان میں بھی فی مقدر ہوتا ہے، کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کا ابہام ہوتا ہے۔ اسی طرح لفظ مکان کو بھی جہاتِ ستہ پر محمول کیا گیا ہے، اس لئے کہ یہ کثیر الاستعمال ہے، پس تخفیف مناسب ہے اور فی کے حذف سے تخفیف ہو جائے گی اسی طرح دخلت کے بعد آنے والا ظرف مکان محدود بھی اصح قول میں جہات ستہ پر محمول کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بھی کثیر الاستعمال ہے۔

(۲) قاعدہ: مفعول فیہ پر دو اور طرح سے بھی نصب آسکتا ہے: (۱) عاملِ مُضمر (پوشیدہ) کی وجہ سے، جیسے کسی نے پوچھا: متى سِرْتَ: تو کب چلا؟ آپ نے جواب میں کہا: يومَ الجمعة تو اس کا ناصب سِرْتُ پوشیدہ ہے (۲) بعد میں مفِسّر آرہا ہو تو مفعول فیہ کا ناصب پوشیدہ کر دیا جاتا ہے، جیسے يومَ الجمعة صُمْتُ فيه۔ یہاں یومَ الجمعة سے پہلے فعل صُمْتُ پوشیدہ ہے جس نے نصب دیا ہے اور اس کی تفسیر بعد والا فعل کر رہا ہے۔

ترجمہ: (۳) مفعول فیہ: وہ زمانہ یا جگہ ہے جس میں سابق میں ذکر کیا ہوا کام کیا گیا ہو۔ اور اس کے نصب کی شرط فی کی تقدیر ہے۔ اور ظرف زمان سارے اس کو

(تقدیر فی کو) قبول کرتے ہیں یعنی ان میں فی مقدر ہوسکتا ہے۔اورظروف مکان: اگر مبہم ہوں تو اس کو قبول کرتے ہیں ورنہ نہیں ـــــ قاعدہ: اورظروف مکان مبہم تفسیر کئے گئے ہیں جہات ستہ کے ساتھ یعنی چھ جہتوں پر دلالت کرنے والے الفاظ ہی ظروف مکان مبہم ہیں اوراس پر محمول کیا گیا ہے عنداور لدی اوران دونوں کے مشابہ الفاظ ان دونوں کے مبہم ہونے کی وجہ سے اور (محمول کیا گیا ہے) لفظ مکان اس کے بکثرت استعمال کی وجہ سے،اوروہ ظرف جو دخلتُ کے بعد آئے اصح قول پر ـــــ قاعدہ: اورنصب دیا جاتا ہے مفعول فیہ عامل مضمر کے ذریعہ اورشریطۃ التفسیر کے ذریعہ۔

[٤-] المفعول له

هو: ما فُعِلَ لأَجْلِه فعلٌ مذكورٌ، مثلُ: ضربتُه تأديباً، وقعدتُ عن الحَرْبِ جُبْنًا؛ خلافاً للزُّجَاجِ؛ فإنه عنده مصدر.

وشرطُ نصَبِه: تقدير اللام، وإنما يجوز حذفُها إذا كان فعلاً لفاعل الفعل المعلَّلِ به، ومقارناً له فى الوجود.

مفعول لہٗ کا بیان

چوتھا مفعول: مفعول لہٗ ہے۔مفعول لہٗ: وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ کام کیا گیا ہو جو اس سے پہلے ذکر کیا گیا ہے،مفعول لہٗ منصوب ہوتا ہے،اورمفعول لہٗ کی دو صورتیں ہیں:(۱) وہ مفعول لہٗ جس کو حاصل کرنے کے لئے کوئی کام کیا گیا ہو،جیسے ضربتُه تأديباً: میں نے اس کو سلیقہ سکھانے کے لئے مارا۔اس میں مارنا تأدیب کی تحصیل کے لئے ہے یعنی مارنے سے یہ مقصد حاصل ہوگا (۲) وہ مفعول لہٗ جس کے موجود ہونے کی وجہ سے کوئی کام کیا گیا ہو، جیسے قعدتُ عن الحربِ جُبْنًا: میں

بزدلی کی وجہ سے لڑائی سے بیٹھ گیا۔ یعنی پیچھے رہا اس میں بزدلی پہلے سے موجود تھی اس لئے لڑائی میں شریک نہ ہوا ـــــــ جمہور کے نزدیک مفعول لہٗ مستقل معمول ہے۔ اور زجاج نحوی کہتے ہیں: مفعول لہٗ کوئی مستقل معمول (مفعول) نہیں ہے، وہ درحقیقت مصدر یعنی مفعول مطلق ہے البتہ من غیر لفظ المصدر ہے۔

اور مفعول لہٗ کے منصوب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ لام مقدر ہو، اگر لام مذکور ہوگا تو وہ مجرور ہوگا، جیسے ضربتُه للتأديبِ ـــــــ اور لام کو حذف کرنا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے: (۱) فعل اور مفعول لہٗ کا فاعل یعنی کرنے والا ایک ہو، جیسے مذکورہ مثالوں میں مارنے والا اور سلیقہ سکھانے والا ایک ہے، اسی طرح لڑائی سے پیچھے رہنے والا اور بزدلی کا شکار ایک ہے۔ (۲) فعل اور مفعول لہٗ کے وجود کا زمانہ ایک ہو، مذکورہ مثالوں میں مارنا اور سلیقہ سکھانا ساتھ ہے اور لڑائی سے بیٹھنا اور بزدلی ساتھ ہیں۔ پس جئتُك لإكرامك إياىَ اور أكرمتك اليومَ لوعدى بذلك لام کے ذکر کے ساتھ کہیں گے، لام کا حذف جائز نہیں۔ پہلی مثال میں آنا متکلم کا اور اکرام کرنا مخاطب کا فعل ہے۔ ایک فاعل کے دونوں فعل نہیں ہیں اور دوسری مثال میں دونوں کا زمانہ مقارن نہیں اکرام کرنا آج ہے اور وعدہ پہلے ہے۔

ترجمہ: مفعول لہٗ: وہ اسم ہے جس کی وجہ سے وہ کام کیا گیا ہو جو پہلے مذکور ہوا ہے............ برخلاف زجاج کے، پس بیشک مفعول لہٗ ان کے نزدیک مصدر (مفعول مطلق) ہے ـــــــ اور اس کے نصب کی شرط: لام کی تقدیر ہے۔ اور اس کا (لام کا) حذف اسی صورت میں جائز ہے جبکہ مفعول لہٗ اس فعل کے فاعل کا کام ہو جس کے ساتھ وہ وجہ بیان کیا گیا ہے یعنی جس کا وہ مفعول لہٗ بنایا گیا ہے اور اس فعل کے ساتھ وجود (پائے جانے) میں مقارن ہو (المعلَّل: اسم مفعول ہے عَلَّلَه بکذا: وجہ بیان کرنا)

[۵-] المفعول معه

هو: المذكورُ بعد الواو، لمُصاحبته معمولَ فعلٍ: لفظاً أو معنى.

[قاعدة] فإن كان الفعل لفظاً، وجاز العطف: فالوجهانِ، مثلُ: جئتُ أنا وزيدٌ، وزيداً؛ وإلا تعيَّنَ النَّصَبُ، مثلُ: جئت وزيداً.

وإن كان معنىً، وجاز العطفُ: تعيَّن العطفُ، نحوُ: مالزيد وعَمرٍو؛ وإلا تعين النصبُ، مثلُ: مالك وزيداً، وماشأنُك وعَمراً، لأن المعنى: ما تصنع؟

مفعول معہ کا بیان

پانچواں مفعول: مفعول معہ ہے۔ مفعول معہ: وہ اسم ہے جو واو بمعنی مَعَ کے بعد آئے اور وہ فعل کی معمول کے ساتھ مصاحبت کو بتلائے، جیسے **جاء القاسمُ والکتابَ**: قاسم کتاب کے ساتھ آیا۔ اس میں **الکتابَ**: مفعول معہ ہے کیونکہ وہ اس واو کے بعد آیا ہے جس کے معنی ہیں: ساتھ، اور وہ فاعل کے ساتھ مصاحبت کو بتلاتا ہے —— اور فعل خواہ لفظی ہو یا معنوی۔ مذکورہ مثال میں فعل **جاء** لفظی ہے اور فعل معنوی کی مثال ہے: **مالَكَ وزیداً**: تجھے زید سے کیا لینا ہے **أی ما تَصْنَعُ وزیداً**: تو زید کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور فعل معنوی: وہ فعل ہے جو لفظ سے مستنبط کیا جا سکتا ہو۔

فائدہ: مفعول معہ کی چار صورتیں ہیں: (۱) فعل لفظوں میں ہو اور معیّت فاعل کے ساتھ ہو، جیسے **جاء البَرْدُ والجُبَّاتِ**: سردی جبّوں کے ساتھ آئی، یعنی سردی آتے ہی لوگوں نے جبّے پہن لئے (۲) فعل لفظوں میں ہو اور معیت مفعول کے ساتھ ہو، جیسے **کفاكَ وزیداً درھمٌ**: آپ کے لئے اور زید کے لئے ایک روپیہ کافی ہے۔ (۳) فعل معنوی ہو اور معیت فاعل کے ساتھ ہو، جیسے **مَالَكَ وَزَیْدًا**: آپ کو زید سے کیا

لینا ہے(۴)فعل معنوی ہواور معیت مفعول کے ساتھ ہو، جیسے حَسْبُكَ وزیداً درھمٌ: آپ کے لئے اور زید کے لئے ایک درہم کافی ہے۔

نوٹ: جو واو بمعنی مَعَ ہوتا ہے ضروری نہیں کہ اس کے بعد آنے والا اسم: مفعول معہ ہی ہو، جیسے کل رجل و ضَیْعَتَہ میں ضیعتہ: مفعول معہ نہیں ہے، کیونکہ مفعول معہ کے لئے مقارنت زمانی یا مکانی شرط ہے جو یہاں مفقود ہے۔

قاعدہ: اگر فعل لفظی ہو، اور واو کے مابعد کا اس کے ماقبل پر عطف جائز ہو، تو مفعول معہ میں اعراب کی دو صورتیں ہیں: عطف کر کے رفع پڑھنا اور مفعول معہ بنا کر نصب پڑھنا۔ جیسے جئتُ أنا وزیدٌ/ زیداً: یہاں عطف جائز اس لئے ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے آگئی ہے ـــــ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب بر بنائے مفعولیت متعین ہوگا، جیسے جئتُ وزیداً، یہاں عطف جائز نہیں کیونکہ ضمیر متصل پر تاکید لائے بغیر عطف جائز نہیں۔

اور اگر فعل معنوی ہو، اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے، جیسے مالزیدٍ وعَمرٍو: زید اور عمر و کو ایک دوسرے سے کیا لینا ہے۔ یہاں فعل معنوی ہے اور عطف جائز ہے پس اسی کا اعتبار ہوگا ـــــ اور اگر عطف جائز نہ ہو تو نصب متعین ہوگا، جیسے مالَكَ وزیداً اور ماشأنك وعَمراً پہلی مثال مجرور بحرف کی ہے، دوسری مجرور باضافت کی اور دونوں صورتوں میں عطف جائز نہیں، کیونکہ ضمیر مجرور پر اعادۂ جار کے بغیر عطف جائز نہیں۔

ترجمہ: (۵) مفعول معہ: وہ اسم ہے جو واو بمعنی مع کے بعد مذکور ہو، اس کا ساتھ ہونا بتانے کے لئے فعل کے معمول کے ساتھ، خواہ فعل لفظی ہو یا معنوی۔

قاعدہ: پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو دو صورتیں (رفع اور نصب) ہیں۔ ورنہ نصب متعین ہے ـــــ اور اگر فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہے......... ورنہ نصب متعین ہے......... اس لئے کہ معنی ہیں: ماتصنع؟ (یہ فعل معنوی مستنبط کر کے دکھلایا ہے)

مشقی سوالات

(۱) منصوب کونسا اسم ہے؟ مفعول مطلق کی عربی تعریف سناؤ اور مطلب بیان کرو

(۲) مفعول مطلق کتنے مقاصد کے لئے آتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو، اور بتاؤ کس کا تثنیہ و جمع آتا ہے اور کس کا نہیں آتا؟

(۳) مفعول مطلق من غیر لفظ الفعل کی مثال دو

(۴) جوازاً مفعول مطلق کے فعل کے حذف کی مثال دو

(۵) وجوباً مفعول مطلق کے فعل کے حذف کی مثال دو

(۶) مفعول مطلق قیاساً چھ جگہ وجوباً حذف کیا جاتا ہے وہ جگہیں مع امثلہ بیان کرو (خیال رہے پہلی جگہ دو ضابطوں پر مشتمل ہے)

(۷) مفعول بہ کی عربی تعریف سناؤ اور اس کی مع مثال وضاحت کرو

(۸) کیا مفعول بہ اپنے فعل سے مقدم آ سکتا ہے؟ مثال دو

(۹) جوازاً مفعول بہ کے فعل کے حذف کی مثال دو

(۱۰) مفعول بہ کا فعل چار جگہ وجوباً محذوف ہوتا ہے۔ پہلی جگہ سماعی ہے اس کی مثالیں دو

(۱۱) دوسری جگہ منادی ہے۔ منادی کی عربی تعریف سناؤ اور وضاحت کرو

(۱۲) منادی کے دو اعراب مع امثلہ بیان کرو اور مستغاث کا اعراب بیان کرو

(۱۳) منادی کے توابع کتنے ہیں؟ اور ان کا اعراب کیا ہے؟

(۱۴) منادی کا تابع معرف باللام ہو تو اس کے اعراب میں خلیل، ابوعمرو اور ابو العباس کا کیا اختلاف ہے؟

(۱۵) منادی مبنی علی الرفع کے بدل اور اس معطوف کا حکم بیان کرو جو معرف باللام نہ ہو

(۱۶) جب منادی مفرد معرفہ علم ہو اور اس کی صفت ابن آئے اور وہ دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو اس کا کیا اعراب ہوتا ہے؟

(۱۷) کیا معرف باللام پر حرف ندا داخل ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں ہوسکتا تو اس کے لئے حیلہ کیا ہے؟

(۱۸) یا أیها الرجل میں الرجل کا کیا اعراب ہے اور کیوں؟ اور الرجل کا اگر تابع آئے تو اس کا کیا اعراب ہوگا؟

(۱۹) یااللّٰہ کیوں جائز ہے؟

(۲۰) یا تیم تیم عدی سے کیا مراد ہے؟ اور اس کا کیا اعراب ہے؟

(۲۱) جو منادی یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

(۲۲) أب اور أم کی جب یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو ان میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

(۲۳) أم اور عم پر ابن یا بنت داخل کر کے منادی بنایا جائے تو ان میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

(۲۴) ترخیم کی تعریف کرو، منادی اور غیر منادی کی ترخیم کا کیا حکم ہے؟

(۲۵) ترخیم کے لئے مثبت اور منفی کیا شرطیں ہیں؟

(۲۶) ترخیم میں کتنے حروف حذف کئے جاتے ہیں؟ اس کا ضابطہ بیان کرو

(۲۷) ترخیم کے بعد لفظ کا کیا حکم ہوتا ہے؟

(۲۸) مندوب کس کو کہتے ہیں؟ اس کے لئے کونسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں؟ اور اعراب و بناء میں مندوب کا کیا حکم ہے؟

(۲۹) مندوب کے آخر میں کونسے حروف بڑھا سکتے ہیں؟

(۳۰) ندبہ کس کا کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا مندوب کی صفت میں حرفِ ندبہ بڑھا سکتے ہیں؟ اس میں کس کا اختلاف ہے؟

(۳۱) حرف ندا کن چار جگہوں میں حذف نہیں کر سکتے ؟ مع امثلہ بیان کرو

(۳۲) أصبح ليلُ، افتد مخنوقُ اور أطرق كَرَا میں اسم جنس پر سے حرف ندا کیسے حذف ہوا ہے؟

(۳۳) منادی حذف کیا جا سکتا ہے؟ مثال دو

(۳۴) ما أضمر عامله على شريطة التفسير کی عربی تعریف سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۳۵) ما أضمر عامله کی چار صورتیں ہیں ان کو مع امثلہ بیان کرو

(۳۶) ما أضمر عامله کے اعراب کی پانچ صورتیں ہیں۔ تمام صورتیں مع امثلہ بیان کرو

(۳۷) الزانية والزاني سے کیا اشکال ہوتا ہے؟ اور اس کا مبرد اور سیبویہ نے کیا جواب دیا ہے؟

(۳۸) تحذیر کی عربی تعریف کرو۔ اور تحذیر کی دو صورتیں بیان کرو

(۳۹) مفعول فیہ کی عربی تعریف سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۴۰) مفعول فیہ کے نصب کے لئے کیا شرط ہے؟ کونسے ظروف فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں؟

(۴۱) اصلی ظرفِ مکان مبہم کیا ہیں؟ اور کون ان پر محمول ہیں؟

(۴۲) مفعول فیہ کے نصب کی دو اور صورتیں کیا ہیں؟

(۴۳) مفعول لہٗ کی عربی تعریف مع مثال سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۴۴) مفعول لہٗ میں زجاج کا کیا اختلاف ہے؟

(۴۵) مفعول لہٗ کے منصوب ہونے کے لئے دو شرطیں کیا ہیں؟

(۴۶) مفعول معہ کی عربی تعریف سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۴۷) مفعول معہ کی چاروں صورتیں مع اعراب و امثلہ بیان کرو

[٦-] الحال

ما يُبَيِّنُ هيئةَ الفاعلِ أو المفعولِ به: لفظاً أو معنىً، نحوُ: ضربتُ زيداً قائما، وزيد في الدار قائماً، وهذا زيدٌ قائماً.

وعاملها: الفعلُ أو شِبْهُهُ، أو معناه.(١)

وشرطُها: أن تكون نكرة، وصاحِبُها معرفةً غالباً.(٢)

[فائدة] وأرْسَلَهَا العِرَاكَ، ومررتُ به وحدَه، ونحوُه: متأوَّلٌ.(٣)

حال کا بیان

حال: وہ اسم ہے جو فاعل کی یا مفعول بہ کی (یا دونوں کی) حالت بیان کرے (جو صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت ہوتی ہے) اور فاعل ومفعول بہ عام ہیں خواہ لفظی ہوں یا معنوی (لفظی: وہ ہیں جو منطوقِ کلام سے سمجھے جائیں اور معنوی: وہ ہیں جو لفظ کے علاوہ کسی اور امر سے سمجھے جائیں)

مثالیں: (۱) ضربتُ زیداً قائما: یہ فاعلِ لفظی اور مفعول لفظی دونوں سے حال واقع ہونے کی مثال ہے۔ پس اگر قائما ضمیر متکلم سے حال ہے تو ترجمہ ہوگا: ''میں نے زید کو اپنے کھڑے ہونے کی حالت میں مارا'' اور اگر زیداً سے حال ہو تو ترجمہ ہوگا: ''میں نے زید کو اس کے کھڑے ہونے کی حالت میں مارا'' (۲) زید فی الدار قائما: یہ بھی فاعل لفظی سے حال واقع ہونے کی مثال ہے، مگر یہ فاعل لفظی حقیقی نہیں بلکہ حکمی ہے، کیونکہ قائما اس ضمیر سے حال ہے جو فی الدار میں ہے۔ ترجمہ ہے: ''زید گھر میں (ٹھہرا ہوا) ہے اپنے کھڑے ہونے کی حالت میں'' زید استَقَرَّ فی

الدار قائما: پس قائما استقر کی ضمیر فاعل سے حال ہے(۳) هذا زيدقائماً: یہ مفعول بہ معنوی سے حال واقع ہونے کی مثال ہے۔تقدیر کلام ہے:أُشير إلى زيدٍ حالَ كونِه قائما: اشارہ کرتا ہوں میں زید کی طرف درانحالیکہ وہ کھڑا ہے۔إلی زید: مفعول بہ معنوی ہے۔

(۱) حال منصوب ہوتا ہے، اوراس کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل ہوتے ہیں۔ اور معنیٰ فعل سے مراد وہ اسم ہے جس میں فعل کے معنیٰ پائے جائیں، جیسے هذا میں أُشیر کے معنیٰ پائے جاتے ہیں، جیسے جاء زيد راكباً (فعل کے عامل ہونے کی مثال)زيد فی الدار قائما(شبہ فعل کے عامل ہونے کی مثال، تقدیر عبارت ہے: زيد مستَقِرٌّ فی الدار قائما)هذا زيد نائما: أی أشير إلى زيد نائما(یہ معنیٰ فعل کے عامل ہونے کی مثال ہے)

(۲) حال کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو(اور وہ اکثر مفرد ہوتا ہے) اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔جیسے جاء زيد راكباً: زید ذوالحال معرفہ ہےاور حال راكباً نکرہ مفرد ہے۔

(۳) ایک سوال کا جواب ہے۔سوال: آپ نے ابھی کہا کہ حال کے لئے نکرہ ہونا شرط ہے، حالانکہ محاورات میں حال معرفہ بھی آیا ہے۔ جیسے:(۱) أَرْسَلَهَا العِرَاكَ میں العِرَاكَ: حال ہے حالانکہ وہ معرفہ ہے(۲) اسی طرح مررتُ به وحده (میں اس کے پاس سے گذرا درانحالیکہ وہ تنہا تھا) اس میں وحده حال ہے حالانکہ وہ مرکب اضافی ہونے کی وجہ سے معرفہ ہے(۳) اسی طرح فعلتَه جُهْدَكَ (تو نے اپنی کوشش بھر کام کیا) اس میں جهدَك حال ہے حالانکہ وہ معرفہ ہے۔

جواب: یہ سب حال بتاویل مفرد ہیں۔ان کے معانی ہیں:(۱)مُعْتَرِكاً (۲)منفرداً (۳)مجتهداً۔

پہلی مثال کی وضاحت:أَرْسَلَها العِرَاكَ: لبید شاعر کے شعر کا ایک ٹکڑا ہے

أرسل کا فاعل: گورخر ہے اور ضمیر مؤنث ھا کا مرجع اس کی مادینین ہیں۔لبید نے یہ منظر دیکھا کہ ایک گورخر اپنی مادینوں کے ساتھ چشمہ پر آیا۔ مادینوں کو پانی پینے کے لئے چھوڑ دیا اور خود ان کی نگہبانی کے لئے ایک طرف کھڑا ہو گیا تا کہ کوئی شکاری ان کا شکار نہ کرے،لبید نے یہ منظر دیکھ کر کہا:

أَرْسَلَهَا العِرَاكَ ولم يَذُدْها ۞ ولم يُشْفِقْ على نَغَصِ الدِّخَالِ

ترجمہ: گورخر نے اپنی مادینوں کو پانی پر ہجوم کرتے ہوئے چھوڑ دیا، اور ان کو (جمع ہونے سے) ہٹایا نہیں÷ اور نہ اس کا خوف کیا کہ وہ جمع ہونے کی حالت میں پوری طرح سیراب نہ ہو سکیں گی۔

لغات: العِراكَ: پانی پر اونٹوں کا ہجوم کرنا کہتے ہیں: أَوْرَدَ إبلَه العِرَاكَ: وہ اپنے اونٹوں کو اکٹھا کر کے پانی پر لایا.......... ذَادَ يَذُوْدُ ذَوْدًا: ہٹانا، دفع کرنا.......... أَشْفَقَ إِشْفَاقًا: ڈرنا.......... نَغَصَ الشاربُ: پینے والے کا شکم سیر ہو کر نہ پی سکنا، پیاسا رہ جانا.......... الدِّخَال فى الوِرْد: اونٹوں کو گھاٹ پر پانی پلانے کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو اونٹ پانی پی چکا ہے اسے مزید سیراب کرنے کے لئے ایسے دو اونٹوں کے درمیان کھڑا کرتے ہیں جو پہلی مرتبہ پی رہے ہیں، کہتے ہیں هو سَقٰى إبلَه دِخَالاً.......... اس طریقے سے سیراب کرنے میں فائدہ یہ ہے کہ یہ سیراب ہوا ہوا اونٹ دائیں بائیں والے اونٹوں کے دیکھا دیکھی اور پیئے گا تو مزید سیراب ہوگا۔ اور اس طریقہ میں نقصان یہ ہے کہ بھیڑ میں پینا چاہے گا تو بھی نہیں پی سکے گا یہ نَغَصُ الدِّخَالَ ہے۔

[قاعدة] فإن كان صاحِبُها نكرةً: وجب تقديمها.(۱)

[قاعدة] ولا تتقدَّم على العامل المعنوى، بخلاف الظروف، ولا على المجرور على الأصح.(۲)

[قاعدة] وكلُّ مادلَّ على هيئةٍ: صَحَّ أن يقعَ حالاً، مثلُ: هذا بُسْرًا

أَطْيَبُ منه رُطَبًا.(٣)

[قاعدة] وقد تكون جملةً خبرية:(٤)

[الف] فالاسميةُ: بالواو والضمير، أو بالواو، أو بالضمير على ضعف.

[ب] والمضارعُ المثبت: بالضمير وحده.

[ج] وما سواهما: بالواو والضمير، أو بأحدهما.

[د] ولابد فى الماضى المثبت من قد: ظاهرةً أو مقدَّرةً.

[قاعدة] ويجوز حذفُ العامل، كقولك للمسافر: راشِدًا مَهْدِيًّا.(٥)

[قاعدة] ويجب فى المؤكِّدَةِ، مثلُ: زيدٌ أبوك عَطُوْفًا، أى: أُحِقُّهُ وشرطها: أن تكون مقرِّرَةً لمضمونِ جملةٍ اسمية.(٦)

(۱) قاعدہ: ذوالحال کے لئے معرفہ ہونا ضروری ہے، اگر ذوالحال نکرہ ہوتو حال کو مقدم کرنا واجب ہے، تاکہ اس میں تخصیص پیدا ہو اور صفت سے اشتباہ ختم ہو، جیسے لقیتُ فاضلاً رجلاً: ملاقات کی میں نے ایک شخص سے اس کے فاضل ہونے کی حالت میں۔اس میں فاضلاً اگر ذوالحال سے مؤخر ہوگا تو ممکن ہے اس کو کوئی صفت سمجھ لے اور یہ ترجمہ کرے: ''میں نے فاضل آدمی سے ملاقات کی'' حالانکہ یہ مقصود نہیں، اس لئے تقدیم ضروری ہے۔

(۲) قاعدہ: حال: عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوسکتا، کیونکہ عامل معنوی ضعیف عامل ہے، وہ ماقبل میں عمل نہیں کرسکتا۔ ہاں ذوالحال ظرف ہوتو مقدم ہوسکتا ہے، کیونکہ ظرف میں وسعت ہے۔جیسے زید قائما فی الدار: اس میں قائما حال ہے فی الدار کی ضمیر سے أی زید قائما استقر/ مستقرٌّ فی الدار۔

اسی طرح اگر ذوالحال مجرور ہوتو بھی اصح قول کے مطابق حال کی تقدیم جائز نہیں، مجرور بالاضافہ میں تو عدم جواز متفق علیہ ہے پس جاء تْنی مجرداً عن الثیاب

ضاربۃُزید (زید کی مارنے والی میرے پاس کپڑوں سے ننگی آئی) کہنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں مجرداً عن الثیاب: حال ہے اور ضاربۃُ زید (مرکب اضافی) ذوالحال ہے، پس یہ تقدیم بالاتفاق جائز نہیں۔اور جار مجرور پر حال کی تقدیم کے جواز وعدم جواز میں اختلاف ہے۔سیبویہ کے نزدیک جائز نہیں، مصنف رحمہ اللہ نے اسی کو اصح مذہب قرار دیا ہے، اور بعض کے نزدیک جائز ہے، جیسے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ میں کافۃً: للناس سے حال ہے اور مقدم ہے۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں: حال کے لئے مشتق یا معنیٔ مشتق میں ہونا شرط ہے یعنی اس کو بتاویل مشتق بنانا ضروری ہے۔مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ بات شرط نہیں، جو بھی اسم ہیئت (حالت) پر دلالت کرے وہ حال ہوسکتا ہے خواہ مشتق ہو یا جامد، جیسے هذا بُسْرًا أطيبُ منه رُطَبًا: یہ بحالت بُسر (گدری ہونے کی حالت میں) اس سے اچھی ہے رُطب (پختہ ہونے کی حالت) سے یعنی پکّی سے نیم پکی اچھی لگتی ہے۔اس میں بُسْراً اور رُطَبا: حال ہیں حالانکہ دونوں اسم جامد ہیں۔اور ذوالحال هذا میں اشارہ کے معنی ہیں۔

(۴) قاعدہ: حال چونکہ مبتدا کی خبر کی طرح ہوتا ہے اس لئے عام طور پر نکرہ مفرد ہوتا ہے، مگر کبھی خبر کی طرح جملہ اسمیہ بھی حال ہوتا ہے (جملہ انشائیہ بغیر تاویل کے حال نہیں ہوسکتا) اور جملہ چونکہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوتا ہے اور حال کا ذوالحال سے ارتباط ضروری ہے، اس لئے جب جملہ حال واقع ہو تو اس میں حرف ربط ہونا ضروری ہے۔اور حرفِ ربط دو ہیں: واو اور ضمیر، پس:

(الف) جب جملہ اسمیہ حال واقع ہو تو اس میں واو اور ضمیر دونوں لائیں گے یا صرف واو لائیں گے، صرف ضمیر لانا ضعیف ہے، جیسے جئتُ وأنا راكب: میں سوار ہونے کی حالت میں آیا (واو اور ضمیر دونوں کی مثال) كنتُ نبيا وآدم بين الماء والطين: میں نبی تھا درانحالیکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے (صرف واو کی مثال)

اور کلّمته فُوْہٗ إلی فِیَّ: میں نے اس سے منہ در منہ بات کی (صرف ضمیر کی مثال، فوہٗ میں ضمیر ہے یہ ترکیب ضعیف ہے)

(ب) اور جب مضارع مثبت حال واقع ہو تو تنہا ضمیر ربط کے لئے کافی ہے، کیونکہ مضارع مثبت اسم فاعل کے مشابہ ہے اور اسم فاعل میں تنہا ضمیر کافی ہوتی ہے، مگر ضروری ہے کہ فعل مضارع حرفِ استقبال (سین اور لن) سے خالی ہو، جیسے جاء نی زید یَسْرَع: زید میرے پاس تیزی سے آیا۔

(ج) اور مذکورہ دونوں صورتوں کے علاوہ یعنی جب حال مضارع منفی ہو یا ماضی مثبت یا منفی ہو تو واو اور ضمیر دونوں ربط کے لئے لائیں گے اور ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے (اس صورت میں صرف ضمیر پر اکتفا کرنا ضعیف نہیں) جیسے جاء نی زید وما یتکلم غلامُہ (واو اور ضمیر دونوں کی مثال، غلامُہ کی ضمیر زید کی طرف راجع ہے) جاء نی زید ما یتکلم غلامُہ (صرف ضمیر کی مثال) جاء نی زید وما یتکلم عَمْرو (صرف واو کی مثال) اور یہ سب مثالیں مضارع منفی کی ہیں ــــــ ماضی مثبت کی مثالیں: جاء نی زید وقد خرج غلامُہ (واو اور ضمیر دونوں کی مثال) جاء نی زید قد خرج غلامُہ (صرف ضمیر کی مثال) جاء نی زید وقد خرج عمرٌو (صرف واو کی مثال) ــــــ ماضی منفی کی مثالیں: جاء نی زید وما خرج غلامُہ، جاء نی زید ما خرج غلامُہ اور جاء نی زید وما خرج عَمرو۔

(د) اور جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس پر قد داخل کرنا ضروری ہے، خواہ قد لفظوں میں ہو یا مقدر ہو جیسے جاء نی زید قد رکب غلامُہ (قد لفظوں میں ہے) ﴿جَاءُ وْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ﴾ أی قد حَصِرَتْ (قد مقدر ہے) (النساء ۹۰)

(۵) قاعدہ: جب کوئی قرینہ حالیہ یا مقالیہ موجود ہو تو حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے سفر میں جانے والے سے کہنا: راشداً مھدیاً: أی سِرْ: راہِ راست پر ہدایت پائے ہوئے جا۔

(٦) قاعدہ: حالِ مؤکّدہ میں عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔ حالِ مؤکدہ: وہ حال ہے جو عام طور پر ذوالحال سے جدا نہ ہوتا ہو جیسے زيد أبوك عطوفاً: زید تیرا باپ بالیقین مہربان ہے أي أُحِقُّه عطوفاً ـــــ اور اس حال کے عامل کے حذف کے واجب ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ حال جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کرنے والا ہو (اگر جملہ کے بعض اجزاء کو ثابت کرتا ہو تو عامل کا حذف واجب نہیں، جیسے ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلاً﴾ اس میں رسولاً حال ہے اور صرف رسالت کو ثابت کرتا ہے، اسی طرح اگر حال جملہ فعلیہ کو ثابت کرتا ہو تو بھی اس کے عامل کا حذف واجب نہیں جیسے ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِياً﴾ اس میں قرآنا عربیاً حال ہے اور جملہ فعلیہ کی تاکید کرتا ہے)

ترجمہ: قاعدہ: پس ذوالحال نکرہ ہو تو اس کی تقدیم واجب ہے (لفظ الحال مؤنث سماعی ہے اس لئے اس کی طرف مؤنث ضمیر لوٹائی ہے) قاعدہ: اور حال: عاملِ معنوی پر مقدم نہیں ہوتا، برخلاف ظروف کے اور نہ مجرور پر مقدم ہوتا ہے، اصح قول کے مطابق ـــــ قاعدہ: اور ہر وہ اسم جو کسی حالت پر دلالت کرے: اس کا حال واقع ہونا درست ہے،..........قاعدہ: اور حال کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے (الف) پس جملہ اسمیہ واو اور ضمیر کے ساتھ، یا واو کے ساتھ ہوتا ہے یا ضمیر کے ساتھ ہوتا ہے کمزوری کے ساتھ ـــــ (ب) اور مضارع مثبت: تنہا ضمیر کے ساتھ ہوتا ہے ـــــ (ج) اور ان دونوں کے علاوہ واو اور ضمیر کے ساتھ یا دونوں میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے ـــــ (د) اور ماضی مثبت میں قد کا ہونا ضروری ہے، خواہ ظاہر ہو یا مقدر ـــــ قاعدہ: اور حال کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے آپ کا مسافر سے کہنا: راشداً مهدياً ـــــ قاعدہ: اور تاکید کرنے والے حال میں حذفِ عامل واجب ہے جیسے زید تیرا باپ ہے مہربان ہونے کی حالت میں یعنی میں اس کو ثابت کرتا ہوں، اور حالِ مؤکدہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جملہ اسمیہ کے مضمون کو ثابت کرنے والا ہو۔

[۷-] التمييز

ما يرفعُ الإبهامَ المُسْتَقِرَّ عن ذاتٍ: مذكورةٍ أو مقدَّرةٍ.

فالأول:(۱)

[۱-] عن مفردٍ مقدارٍ غالباً:

[الف] إما في عددٍ، نحوُ: عشرون درهماً، وسيأتي.

[ب] وإما في غيره، نحوُ: رِطلٌ زيتاً، ومَنَوَانِ سَمْنًا، وقفيزانِ بُرًّا، وعلى التمرة مثلُها زُبْدًا.

فَيُفْرَدُ: إن كان جنسا، إلا أن تُقْصَدَ الأنواعُ، ويُجْمَعُ في غيره.

ثم إن كان بتنوينٍ، أو بنونِ التثنية جازت الإضافة، وإلا فلا.

[۲-] وعن غير مقدارٍ، مثلُ: خاتَمٌ حديداً؛ والخفضُ أكثر.

تمیز کا بیان

ممیَّز (باب تفعیل سے اسم مفعول) واضح کیا ہوا۔ اور مُمَیِّزْ (اسم فاعل) یعنی واضح کرنے والا۔ ممیَّز: وہ ہے جس کے ابہام کو تمیز دور کرتی ہے۔ اور ممیِّز: تمیز ہی کا دوسرا نام ہے ـــــ اردو رسم الخط میں تمیز ایک یاء سے لکھتے ہیں اور عربی میں تمییز دو یاء سے لکھی جاتی ہے۔

تمیز: وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ سے ابہام راسخ کو دور کرے یعنی لفظ کے معنی موضوع لہٗ میں جو ابہام بیٹھا ہوا ہے اس کو تمیز دور کرتی ہے ـــــ اور ذاتِ مذکورہ یا ذاتِ مقدرہ میں اشارہ ہے کہ تمیز کی دو قسمیں ہیں: ایک: وہ تمیز ہے جو ذات مذکورہ سے یعنی پہلے ذکر کی ہوئی چیز سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے، جیسے رِطْلٌ

زَيْتًا۔ زیت نے رطل کا ابہام دور کیا ہے۔ دوسری: وہ تمیز ہے جو ذاتِ مقدرہ سے یعنی فرض کی ہوئی ذات سے ابہام مستقر کو دور کرتی ہے۔ جیسے طاب زيدٌ نفسًا: زید اچھی طبیعت کا آدمی ہے۔ اس کی تقدیرِ عبارت طاب شيئ منسوبٌ إلى زيد ہے۔ اس میں تمیز نفساً نے شیئ کے ابہام کو دور کیا ہے جو ذاتِ مقدرہ ہے، جس کا عبارت میں ذکر نہیں۔

(۱) قسم اول کا بیان: وہ تمیز جو ذاتِ مذکورہ سے ابہام کو دور کرتی ہے اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) وہ اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے۔ مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ جملہ یا شبہ جملہ نہ ہو۔ اور مقدار: اس چیز کو کہتے ہیں جس سے چیزوں کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ چار چیزیں ہیں: عدد (گنتی) وزن (تول) کَیل (پیمانہ) اور مساحت (زمین کی پیمائش)

(۲) اور کبھی مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور غیر مقدار سے مراد یہ ہے کہ وہ عدد، وزن، کیل اور مساحت نہ ہو۔ جیسے خاتمٌ حديدًا: لوہے کی انگوٹھی۔ اور یہ تمیز اکثر مجرور ہوتی ہے، جیسے خاتمُ حديدٍ۔ (اس دوسری صورت کا ذکر عبارت کے بالکل آخر میں ہے)

پھر پہلی صورت کی دو صورتیں ہیں:

(الف) وہ عدد کے ابہام کو دور کرے، جیسے عشرون درهما (عدد کی تمیز کا بیان آگے تفصیل سے اسمائے عدد کے بیان میں آرہا ہے)

(ب) یا عدد کے علاوہ کا ابہام دور کرے، یعنی وزن، کیل اور مساحت کا ابہام دور کرے، جیسے رِطْلٌ زَيْتًا: آدھ سیر تیل مَنْوَانِ سَمْنًا: ایک سیر گھی، قفيزانِ بُرًّا: دو قفیز گیہوں۔ (ایک قفیز ۳۹ کلو کا ہوتا ہے) اور على التمرة مثلُها زُبْدًا: کھجور پر اس کے بقدر مکھن ہے، زُبْدًا: تمیز ہے اس نے مثل کا ابہام دور کیا ہے۔

تمیز کی پہلی قسم کا عامل اسم تام ہوتا ہے۔اسم تام: وہ اسم ہے جس کا آخر ایسا ہو کہ وہ مضاف نہ بن سکے۔اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں: (۱) اسم کے آخر میں تنوین ہو، جیسے رطلٌ کے آخر میں (۲) آخر میں تثنیہ کا نون ہو، جیسے منوانِ اور قفیزان کے آخر میں (۳) آخر میں جمع کا نون ہو، اس کی مثال مصنف رحمہ اللہ نے نہیں دی جیسے عشرون رجلاً (۴) اس کی ایک بار اضافت ہو چکی ہو، جیسے مِثلُها (اور معرف باللام کی بھی اضافت نہیں ہوسکتی مگر وہ اسم تام نہیں کیونکہ الف لام اس کے شروع میں ہوتا ہے، آخر میں نہیں ہوتا)

اور تمیز کی یہ پہلی قسم اگر اسم جنس ہو تو مفرد آئے گی، تثنیہ جمع نہیں آئے گی۔البتہ اگر اس کی دو یا چند انواع کو بیان کرنا مقصود ہو تو تثنیہ جمع لائیں گے۔اور اگر تمیز اسم جنس نہ ہو تو اسم تام کے موافق تثنیہ جمع آئے گی، جیسے عندی عدل ثوبین/ أثواباً۔

پھر اگر وہ اسم: تنوین یا نون تثنیہ کے ذریعہ تام ہوا ہے تو تمیز کی طرف اس کی اضافت درست ہے اور اگر نون جمع یا اضافت کے ذریعہ تام ہوا ہے تو تمیز کی طرف اس کی اضافت درست نہیں۔

ترجمہ: تمیز کا بیان: تمیز: وہ اسم ہے جو کسی ذات سے ٹھہرنے والے ابہام کو اٹھائے، خواہ وہ ذات ذکر کی ہوئی ہو یا مان لی گئی ہو —— پس پہلی قسم: (۱) عام طور پر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے: (الف) یا تو کسی عدد (گنتی) میں —— (ب) یا غیر عدد میں ابہام کو دور کرتی ہے —— پس تمیز مفرد لائی جاتی ہے اگر وہ اسم جنس ہو، مگر یہ کہ انواع کا قصد کیا جائے، اور جمع لائی جائے گی اسم جنس کے علاوہ میں —— پھر اگر ہو وہ (تمیز کا عامل) تنوین کے ذریعہ یا نون تثنیہ کے ذریعہ (تام ہونے والا) تو اضافت جائز ہے، ورنہ نہیں —— (۲) اور وہ تمیز غیر مقدار سے ابہام کو اٹھائے گی جیسے خاتمٌ حدیدًا اور (اس صورت میں) جر اکثر ہوتا ہے یعنی خاتم کی حدید کی طرف اضافت کی جاتی ہے۔

والثانی:

[-۱] عن نسبة فی جملة، أو ما ضاهاها، مثلُ: طاب زيدٌ نفساً، وزيدٌ طَيِّبٌ أباً، وأُبُوَّةً، وداراً، وعلماً.

[-۲] أو فی إضافةٍ، مثلُ: يُعْجِبُنِیْ طيبُه أبًا، وأُبُوَّةً، وداراً، وعلماً، ولله دَرُّهُ فارساً.

[فائدة] ثم إن كان اسماً يَّصِحُّ جعلُه لِمَا انْتَصَبَ عنه: جاز أن يكون له، ولمتعلِّقِه؛ وإلا فهو لمتعلِّقِه؛ فَيُطَابِقُ فيهما ما قُصِدَ، إلا إذا كان جنساً؛ إلا أن تُقْصَدَ الأنواعُ.

وإن كان صفةً: كانت له وطِبْقَه، واحتملتِ الحالَ.

[قاعدة] ولايتقدَّم على عامله، والأصحُّ: أن لا يتقدَّم على الفعل، خلافاً للمازِنی والمبرد.

دوسری قسم کا بیان: وہ تمیز جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو اٹھاتی ہے اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

(۱) تمیز جملہ یا شبہ جملہ میں نسبت کے ابہام کو دور کرے، جیسے طاب زید نفساً (یہ جملہ میں نسبت کے ابہام کو دور کرنے کی مثال ہے) **زید طَيِّبٌ أبًا/ أبوةً/ داراً/ علماً:** زید باپ کے اعتبار سے/ باپ ہونے کے اعتبار سے/ گھر کے اعتبار سے/ علم کے اعتبار سے اچھا ہے (یہ شبہ جملہ میں نسبت کے ابہام کو دور کرنے کی مثالیں ہیں)

(۲) تمیز اضافت میں موجود ابہام کو دور کرے۔ جیسے يُعجبنی طِيْبُهُ أباً/ أبوةً/ داراً/ علماً: حیرت میں ڈالا مجھے اس کے باپ کے اعتبار سے/ باپ ہونے کے اعتبار سے/ گھر کے اعتبار سے/ علم کے اعتبار سے عمدہ ہونے نے۔ **طيبُه:** مرکب اضافی ہے أبا وغیرہ نے اس کی نسبت کے ابہام کو دور کیا ہے۔ **لله دَرُّهُ فارساً:** اللہ

کے لئے اس کی خوبی ہے شہ سوار ہونے کے اعتبار سے، فارساً نے دَرُّہ (مرکب اضافی) کی نسبت کے ابہام کو رفع کیا ہے۔

فائدہ: پھر یہ دوسری قسم کی تمیز اگر ایسا اسم ذات ہو جس کا ممیز سے بھی تعلق قائم کیا جاسکتا ہو اور اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز سے بھی تعلق قائم کیا جاسکتا ہو تو دونوں میں سے کسی سے بھی تعلق قائم کیا جائے گا۔ اور اگر اس اسم ذات کا ممیّز ہی سے تعلق قائم کیا جاسکتا ہو تو پھر تمیز کو اسی سے متعلق کریں گے اور دونوں صورتوں میں تمیز مقصد کے موافق لائے جائے گی۔ البتہ اگر تمیز اسم جنس ہو تو ہر حال میں مفرد آئے گی۔ مگر یہ کہ انواع کا قصد کیا جائے تو پھر تثنیہ جمع لائیں گے ـــــ اور اگر تمیز اسم صفت ہو تو اس کا تعلق صرف ممیّز سے ہوگا، اور اسی کے مطابق آئے گی۔ البتہ اس صورت میں حال بننے کا احتمال رہے گا۔

وضاحت: (۱) مُنْتَصَبْ عنه یعنی ممیّز۔ انْتَصَبَ: کھڑا ہونا۔ عنه: اس کی جانب سے مُمَیَّز کی جانب سے تمیز کھڑی ہوتی ہے اور اس کے ابہام کو رفع کرتی ہے اس لئے ممیّز کو منتصب عنہ کہتے ہیں۔

(۲) تمیز کا تعلق ممیّز سے بھی کیا جاسکتا ہو اور اس کے کسی متعلق سے بھی، جیسے طاب زيدٌ أباً کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) زید خود باپ ہو یعنی وہ باپ ہونے کے اعتبار سے اچھا ہے یعنی وہ اچھا باپ ہے (۲) زید کا باپ مراد ہو یعنی زید باپ ہونے کے اعتبار سے اچھا ہے یعنی اس کا باپ اچھا آدمی ہے، اس صورت میں تمیز کا تعلق زید سے نہیں ہوگا، بلکہ اس کے باپ سے ہوگا۔ غرض ایسی صورت میں أباً کو دونوں کی تمیز قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) اور اگر تمیز: ممیّز کے متعلق ہی کی ہوسکتی ہو، جیسے طاب زيد أبوة یا طاب زيدا علماً یا طاب زيد داراً تو یہ تمیزیں زید کی نہیں ہونگی، اس کے متعلق کی ہونگی۔

اور مذکورہ دونوں صورتوں میں تمیز مقصد کے مطابق آئے گی۔ کہیں گے: طاب

زید أبا/ والزیدان أبوین/ والزیدون آباء ـــــ ہاں تمیز اگر اسم جنس ہو تو پھر اس کو مفرد لائیں گے، جیسے طاب زید/ الزیدان/ الزیدون علماً ـــــ البتہ اگر انواع کا ارادہ کیا جائے تو پھر تثنیہ جمع لائیں گے، جیسے طاب الزیدان علمَیْن/ والزیدون علوماً ـــــ اور اگر تمیز اسم صفت ہو اور اس کا تعلق ممیّز ہی سے ہوسکتا ہو تو وہ اسی کی تمیز ہوگی۔ جیسے طاب زید والداً۔ یہاں ایک احتمال متعین ہے اور وہ زید کے باپ ہونے کا ہے، اس کے باپ کا یہاں احتمال نہیں۔ یہ احتمال صرف أباً میں تھا اور اس صورت میں مفرد تثنیہ جمع اور تذکیر و تانیث میں تمیز: ممیّز کے مطابق آئے گی۔ البتہ حال ہونے کا احتمال باقی رہے گا، جیسے طاب زید فارساً میں فارساً حال بھی ہوسکتا ہے۔

(۱) قاعدہ: تمیز اپنے عامل سے پہلے نہیں آسکتی، کیونکہ اس کا عامل اگر اسم تام ہو تو وہ ضعیف عامل ہے، اگر اس کا معمول مقدم ہوگا تو وہ اس میں عمل نہ کرسکے گا، اسی طرح اگر اس کا عامل فعل ہو تو بھی زیادہ صحیح مذہب یہ ہے کہ تمیز مقدم نہیں ہوسکتی، کیونکہ تمیز درحقیقت فاعل ہے اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوسکتا۔ البتہ مازنی اور مبرد اس دوسری صورت میں تمیز کی تقدیم کو جائز کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ تمیز اگرچہ فاعل ہے مگر منصوب ہونے کی وجہ سے اس کی فاعلیت باقی نہیں رہی اور فعل عامل قوی ہے اس لئے تمیز پہلے آسکتی ہے۔

ترجمہ: اور دوسری قسم: (جو ذاتِ مقدرہ سے ابہام کو اٹھاتی ہے) جملہ میں اور اس چیز میں جو جملہ کے مشابہ ہے نسبت سے ابہام کو اٹھائے گی (ضاھاہ: مشابہ ہونا) جیسے زید طیب أبا: زید اچھا باپ ہے یا اس کا باپ اچھا ہے، زید طیب أبوۃ: زید اچھا باپ ہے، زید طیب داراً زید کا گھر اچھا ہے۔ زید طیب علما: زید کا علم اچھا ہے ـــــ (۲) یا اضافت میں نسبت کے ابہام کو اٹھائے گی، جیسے یُعجبنی طِیْبُ زیدٍ أبًا: حیرت میں ڈالا مجھے زید کی باپ ہونے کے اعتبار سے عمدگی نے (اس میں

بھی دونوں احتمال ہیں أباً: زید کی تمیز بھی ہوسکتا ہے اوراس کے باپ کی بھی) اور أبوۃ میں صرف ایک ہی احتمال ہے یعنی یہ زید کی تمیز ہے ـــــ پھر اگر تمیز کی یہ دوسری قسم ایسا اسم ہو جس کو منتصب عنہ (ممیَّز) کے لئے گردانا جاسکتا ہو تو جائز ہے کہ تمیز ممیّز کے لئے ہو اور اس سے تعلق رکھنے والی چیز کے لئے ہو۔ ورنہ یعنی اگر اس کو ممیّز کا حال قرار نہ دے سکتے ہوں تو وہ ممیّز سے تعلق رکھنے والی چیز کے لئے ہوگی۔ پس تمیز دونوں صورتوں میں اس کے مطابق آئے گی جس کا قصد کیا گیا ہے، مگر جبکہ تمیز اسم جنس ہو (تو مفرد آئے گی) مگر یہ کہ انواع کا قصد کیا گیا ہو (تو تثنیہ جمع آئے گی) ـــــ اور اگر تمیز اسم صفت ہو تو وہ صفت ممیّز کے لئے ہوگی اور اس کے مطابق آئے گی (واو بمعنی مع ہے اور طِبْقٌ بمعنی مطابقۃ ہے) اور وہ اسم صفت حال کا احتمال رکھے گا ـــــ

قاعدہ: اور تمیز اپنے عامل پر مقدم نہیں ہوتی اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ تمیز فعل پر بھی مقدم نہیں ہوتی، برخلاف مازنی اور مبرد کے۔

[۸-] المستثنیٰ

المستثنیٰ: متصلٌ ومنقطع.

فالمتصل: هو المُخْرَجُ عن متعددٍ: لفظاً أو تقديراً، بإلَّا وأَخَوَاتِهَا.

والمنقطع: المذكورُ بعدها، غَيْرُ مُخْرَجٍ.

[إعرابه]

[۱-] وهو منصوبٌ:

[الف] إذا كان بعدَ إلَّا غيرِ الصفة فى كلام موجَبٍ.

[ب] أو مقدَّما على المستثنىٰ منه.

[ج] أو منقطعاً؛ فى الأكثر.

[د] أو كان بعدَ خلاَ، وعَدَا؛ فى الأكثر.

[هـ] أو ما خلاَ، وما عداَ، وليس، ولايكون.

مستثنٰی کا بیان

استثناء: (مصدر) نکالنا۔ مستثنٰی (اسم مفعول) نکالا ہوا۔ مستثنٰی: وہ اسم ہے جس کو حرف استثناء کے ذریعہ ماقبل کے حکم سے نکالا گیا ہو، جیسے جاء القومُ إلا زیداً: پورا قبیلہ آیا مگر زید نہیں آیا۔ حروف استثناء نو ہیں: إلَّا، غیر، سِوی، سَواء، حاشا، خلا، عدا، ما خلا، ما عدا ـــــ مستثنٰی منہ: وہ اسم ہے جو حرفِ استثناء سے پہلے واقع ہو، اوراس میں سے مستثنٰی کو نکالا گیا ہو، مذکورہ مثال میں قوم مستثنٰی منہ ہے۔

مستثنٰی کی ماقبل میں داخل ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں: مستثنٰی متصل اور مستثنٰی منفصل (منقطع)

۱- مستثنٰی متصل: وہ ہے جو إلا اوراس کی بہنوں کے ذریعہ متعدد چیزوں سے نکالا گیا ہو، خواہ وہ متعدد چیزیں (مستثنٰی منہ) لفظاً متعدد ہوں یا تقدیراً، جیسے جاء نی القومُ إلا زیداً (القوم لفظوں میں موجود ہے اور وہ متعدد افراد کا مجموعہ ہے اس میں سے زید کو نکالا گیا ہے) ماجاء نی إلا زیدٌ (اس میں بھی زید کو قوم سے نکالا گیا ہے مگر وہ لفظوں میں مذکور نہیں)

۲- مستثنٰی منقطع: وہ ہے جو إلا اوراس کی بہنوں کے بعد مذکور ہو، اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، اس لئے کہ وہ مستثنٰی منہ میں داخل ہی نہیں ہوتا جیسے جاء نی القومُ إلا حمارَهم۔

مستثنٰی کا اعراب:

پہلا اعراب: مستثنٰی پانچ صورتوں میں وجوباً منصوب ہوتا ہے:

پہلی صورت: جب مستثنٰی کلام موجب میں إلا غیر صفتی کے بعد آئے۔ کلام موجب: وہ کلام ہے جس میں نفی، نہی اور استفہام نہ ہو۔ اور إلا غیر صفتی وہ إلا ہے جو غیر اور سوی کے معنی میں نہ ہو، بلکہ إلا استثنائی ہو تو اس کے بعد جو مستثنٰی

آئے گا وہ وجوباً منصوب ہوگا، جیسے جاء نی القومُ إلا زیداً : میرے پاس زید کے علاوہ ساری قوم آئی۔

دوسری صورت: جب مستثنیٰ: مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، خواہ کلام موجب ہو یا غیر موجب، جیسے جاء نی إلا زیداً القومُ اور ماجاء نی إلا زیداً أحدٌ۔

تیسری صورت: جب مستثنیٰ منقطع إلا کے بعد واقع ہو، جیسے ما فی الدار أحد إلا حماراً (یہ اکثر نحویوں کا مذہب ہے)

چوتھی صورت: جب مستثنیٰ خلا یا عدا کے بعد آئے، ، جیسے جاء نی القوم خلا/ عدا زیداً (یہ بھی اکثر نحویوں کا قول ہے)

پانچویں صورت: جب مستثنیٰ ماخلا، ما عدا، لیس اور لایکون کے بعد آئے، جیسے جاء نی القوم ما خلاَ/ ما عدا زیداً اور جاء نی القوم لیس زیداً اور سیجیئ أھلك لایکون زیداً : آپ کی فیملی زید کے علاوہ عنقریب آئے گی۔

نوٹ: مستثنیٰ کے باقی تین اعراب آگے آرہے ہیں۔

ترجمہ: مستثنیٰ: متصل اور منقطع ہے۔ پس متصل: وہ ہے جو متعدد سے نکالا ہوا ہو، خواہ وہ متعدد لفظوں میں مذکور ہو یا مانا ہوا ہو إلا اور اس کی بہنوں کے ذریعہ ـــــ اور منقطع: وہ ہے جو إلا وغیرہ کے بعد ذکر کیا ہوا ہو درانحالیکہ وہ نکالا ہوا نہیں ہے ـــــ (مستثنیٰ کا اعراب)(ا) اور مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے: (الف) جب وہ کلام موجب میں إلا غیر صفتی کے بعد واقع ہو (ب) یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو (ج) یا مستثنیٰ منقطع ہو، اکثر نحویوں کی رائے میں (د) یا خلا اور عدا کے بعد آئے، اکثر نحویوں کی رائے میں (ھ) یا ماخلا، ما عدا، لیس اور لایکون کے بعد آئے۔

[۲-] ویجوز فیه النصبُ، ویُختارُ البدلُ: فیما بعدَ إلَّا، فی کلام غیرِ مُوْجَبٍ، وذُکر المستثنیٰ منه، مثلُ: ما فعلوہ إلا قلیلٌ، وإلا قلیلاً.

[٣-] ويُعْرَبُ على حَسْبِ العوامل، إذا كان المستثنىٰ منه غيرَ مذكور، وهو في غير الموجَبِ، لِيُفِيْد، مثلُ: ماضربني إلا زيدٌ؛ إلا أن يستقيمَ المعنى، مثلُ: قرأتُ إلا يومَ كذا.

[فائدة] ومن ثَمَّ لم يُجزْ مثلُ: مازالَ زيدٌ إلا عالماً.(١)

[قاعدة] وإذا تعذَّر البدل على اللفظ فعلى الموضِع، مثلُ: ماجاء ني من أحد إلا زيدٌ، ولا أحدَ فيها إلا عَمْرٌو، وما زيدٌ شيئًا إلا شيئٌ لا يُعْبَأُ به:

لأن "مِن" لا تُزاد بعد الإثبات، ومَا ولاَ: لا تُقَدَّرَانِ عاملتَين بعدَه، لأنهما عَمِلَتا للنفي، وقد انتقض النفي بإلاَّ.

بخلاف: ليس زيدٌ شيئًا إلا شيئًا، لأنها عَمِلَتْ للفعلية، فلا أثر فيها لنقض معنى النفي، لبقاء الأمر العاملة هي لأجْله.

ومن ثَمَّ جاز: ليس زيدٌ إلا قائماً؛ وامتنع: مازيدٌ إلا قائماً.

[٤-] ومخفوضٌ بعدَ غيرِ، وسِوىٰ، وسُواءٍ، وسواءٍ، وبعدَ حاشا في الأكثر.

دوسرا اعراب: جب مستثنیٰ إلا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو تو مستثنیٰ میں نصب بر بنائے استثناء جائز ہے اور مستثنیٰ منہ سے بدل بنانا بہتر ہے، جیسے ﴿مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ﴾: اس میں إلا قليلاً بھی جائز ہے۔

تیسرا اعراب: جب مستثنیٰ إلا کے بعد کلام غیر موجب میں آئے اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو تو عامل کے چاہنے کے مطابق اعراب دیا جائے گا، جیسے ماضربني إلا زيدٌ: مجھے زید ہی نے مارا۔ اور کلام غیر موجب کی قید اس لئے ہے کہ اسی صورت میں کلام بامعنی ہوگا۔ کلام موجب میں تو بے معنی ہو جائے گا، جیسے ضربني إلا زيد: مجھے زید کے علاوہ سب نے مارا۔ یہ بات کیونکر ممکن ہے؟ ــــــ البتہ اگر کلام موجب میں معنی درست ہوں تو پھر حسب عوامل اعراب دیا جا سکتا ہے جیسے قرأتُ إلا يوم كذا:

میں نے فلاں دن کے علاوہ ہر دن میں پڑھا یہ بات معقول ہے، کیونکہ کل چھ دن ہیں ان میں پڑھنا ممکن ہے، پس یہاں علی حسب العوامل اعراب دیا جا سکتا ہے۔

(۱) فائدہ: کلام موجب میں مستثنیٰ منہ کا حذف کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کلام کے معنی درست نہ ہوں، چنانچہ مازال زید إلا عالماً: کہنا جائز نہیں، کیونکہ اس کے معنی ہیں: زید ہمیشہ رہا مگر عالم یعنی صفت علم کے علاوہ دیگر تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ متصف رہا۔ یہ بات کیونکر ممکن ہے؟

(۲) قاعدہ: مستثنیٰ کے اعراب کی دوسری صورت میں بدل بنانا مختار تھا۔ اس صورت میں اگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کرتے ہوئے بدل بنانا دشوار ہو تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کر کے بدل پڑھیں گے، تاکہ بقدر امکان بہتر صورت پر عمل ہو سکے، جیسے ماجاء نی من أحدٍ إلا زیدٌ: میرے پاس زید کے سوا کوئی نہیں آیا۔ اور لا أحدَ فی الدار إلا عَمْرٌو: گھر میں کوئی نہیں سوائے عمرو کے اور ما زیدٌ شیئًا إلا شیئٌ لایُعْبَأُ به: زید کچھ نہیں، ہاں بے حیثیت چیز ہے، اس میں لایعبأ به مستثنیٰ کی صفت ہے اور یہ صفت اس لئے لائی گئی ہے کہ شیٔ کا استثناء اس کی ذات سے لازم نہ آئے، صفت لانے کے بعد مستثنیٰ منہ عام اور مستثنیٰ خاص ہو گیا، اور خاص کا عام سے استثناء درست ہے۔

پہلی مثال میں لفظ پر حمل کرتے ہوئے بدل قرار دینا اس وجہ سے نادرست ہے کہ بدل قرار دینے کی صورت میں من کا زید سے پہلے اعادہ ضروری ہوگا، اور من استغراقیہ اثبات کے بعد زیادہ نہیں ہوتا۔ اور دوسری اور تیسری مثال میں لفظ پر حمل اس لئے نادرست ہے کہ لا کو عمرو پر اور ما کو شیئ پر عامل مقرر نہیں کر سکتے، اس لئے کہ لائے نفی جنس اور ما مشابہ بلیس معنیٔ نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور نفی دونوں صورتوں میں إلا کی وجہ سے ٹوٹ جاتی ہے۔

اس لئے محل پر حمل کر کے مرفوع پڑھیں گے، کیونکہ دوسری مثال میں أحد مبتدا ہونے کی وجہ سے اور تیسری مثال میں شیئٌ خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہیں۔

البتہ لیس زیدٌ شیئًا إلا شیئًا لا یعبأ بہ: درست ہے، اس لئے کہ لیس فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے، معنیٰ نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا، پس إلا کی وجہ سے نفی ختم ہونے کے بعد بھی وہ عمل کرسکتا ہے۔

چنانچہ لیس زیدٌ إلا قائما کہنا درست ہے، کیونکہ لیس کا عمل فعلیت کی وجہ سے ہے، نفی ختم ہونے کے بعد بھی وہ عمل کرسکتا ہے۔اور ما زید إلا قائما کہنا درست نہیں، کیونکہ نفی ٹوٹنے کے بعد ما عمل نہیں کرسکتا۔

چوتھا اعراب: جب مستثنیٰ غیر، سِویٰ اور سَوَاء کے بعد آئے تو وہ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوگا اور اکثر نحویوں کے نزدیک حاشا کے بعد بھی مجرور ہوتا ہے۔

ترجمہ: (۲) اور مستثنیٰ میں نصب جائز ہے اور بدل بنانا پسند کیا جاتا ہے: اس مستثنیٰ میں جو إلا کے بعد ہو، کلام غیر موجب میں اور مستثنیٰ منہ ذکر کیا گیا ہو، ....
(۳) اور مستثنیٰ اعراب دیا جاتا ہے عوامل کے موافق جبکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور وہ مستثنیٰ کلام غیر موجب میں ہوتا کہ وہ فائدہ دے، جیسے ماضربنی إلا زید، مگر یہ کہ معنی درست ہوں، ....(فائدہ) اور اسی وجہ سے جائز نہیں مازال إلخ..........
(قاعدہ) اور جب لفظ سے بدل بنانا متعذر ہو تو محل پر محمول کریں گے، ....اس لئے کہ مِن: اثبات کے بعد نہیں بڑھایا جاتا۔ اور ما اور لا مقدر نہیں مانے جاتے عامل ہونے کی حالت میں إلا کے بعد، اس لئے کہ وہ دونوں نفی کی وجہ سے عمل کرتے ہیں اور تحقیق نفی إلا کے ذریعہ ٹوٹ گئی ہے ـــــ برخلاف لیس زید شیئا إلا شیئا کے، اس لئے کہ لیس فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے، پس کوئی اثر نہیں لیس میں نفی کے معنی کے ٹوٹنے کا، اس امر کے باقی رہنے کی وجہ سے جس کی وجہ سے لیس عمل کرتا ہے یعنی اس کی فعلیت باقی ہے ـــــ اور اسی جگہ سے جائز ہے لیس زید إلا قائما اور ناجائز ہے مازید إلا قائما ـــــ (۴) اور مستثنیٰ: غیر، سوی اور سواء کے بعد مجرور ہوتا ہے اور اکثر کے نزدیک حاشا کے بعد بھی۔

[قاعدة] وإعرابُ غيرَ فيه كإعراب المستثنىٰ بإلاَّ.(۱)

[قاعدة] وغيرُ: صفةٌ حُمِلَتْ على " إلا" فى الاستثناء، كما حُمِلَتْ "إلا" عليها فى الصفة، إذا كانت تابعةً لجمع مَنْكُوْرٍ، غيرِ محصور، لتعذُّر الاستثناء، مثلُ: ﴿ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ وضَعُفَ فى غيره.(۲)

[قاعدة] إعرابُ سِوىً، وسَواءٍ: النصبُ على الظرف على الأصح.(۳)

(۱) قاعدہ: لفظ غیر کا اعراب بابِ استثناء میں ـــــ نہ کہ صفت میں ـــــ مستثنیٰ بہ إلا کے اعراب کی طرح ہے، کیونکہ جب لفظ غیر نے اپنے مابعد کو مجرور کردیا تو گویا مستثنیٰ کے اعراب کو اس نے خود اوڑھ لیا۔ اور غیر باب صفت میں موصوف کے ساتھ معرب ہوتا ہے، جیسا کہ اگلے قاعدہ میں آرہا ہے۔

(۲) قاعدہ: لفظ غیر میں اصل یہ ہے کہ وہ صفت واقع ہو، جیسے جاء نی رجل غیرُ زید: میرے پاس زید کے علاوہ آدمی آیا۔ لیکن کبھی غیر کو إلا پر محمول کرکے استثناء میں استعمال کرتے ہیں، جیسے جاء نی القوم غیرَ زیدٍ۔

اور لفظ إلا میں اصل یہ ہے کہ وہ استثناء میں مستعمل ہو، لیکن کبھی اس کو غیر پر محمول کرکے صفت کے لئے استعمال کرتے ہیں، اور ایسا اس وقت کیا جاتا ہے جب إلا ایسی جمع کے بعد آئے جو نکرہ غیر محصور ہو یعنی اس کے افراد شمار کئے ہوئے نہ ہوں، جیسے جاء نی رجالٌ إلا زید۔ یہاں إلا استثناء کے لئے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ زید نہ مستثنیٰ متصل ہوسکتا ہے نہ منقطع، اس لئے کہ متصل میں مستثنیٰ: مستثنیٰ منہ میں یقیناً داخل ہوتا ہے اور منقطع میں یقیناً داخل نہیں ہوتا اور زید کا جماعتِ رجال میں نہ داخل ہونا متعین ہے نہ داخل ہونا۔ ہاں جاء نی الرجال إلا زیداً میں زید بالیقین مستثنیٰ منہ میں داخل

ہے، کیونکہ الرجال: معرف باللام ہونے کی وجہ سے سب مردوں کو شامل ہے، پس یہ استثناء متصل ہے اور پہلی مثال میں إلا بمعنی غیر ہے۔

اور جمع منکور (نکرہ) غیر محصور کی قید اس لئے لگائی کہ اگر إلا سے پہلے جمع محصور ہوگی تو وہاں استثناء جائز ہوگا، جیسے لِزَیدٍ علیَّ عشرة دراھم إلا واحداً أو اثنین، کیونکہ ایک تا نو عشرۃ میں داخل ہیں۔

دوسری مثال: باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ اگر آسمان وزمین میں اللہ کے علاوہ معبود ہوتے تو دونوں درہم برہم ہوجاتے۔ یہاں إلا بمعنی غیر ہے کیونکہ آلِھة جمع منکور غیر محصور ہے اور آلھةٌ میں اللہ کا داخل ہونا اور نہ ہونا یقینی نہیں، اس لئے کوئی بھی مستثنٰی نہیں ہوسکتا، پس لامحالہ إلا اللہ: آلھة کی صفت ہوگا۔

اور إلا کو غیر صفتی پر جمع منکور غیر محصور کے علاوہ میں محمول کرنا ضعیف ہے، کیونکہ دیگر جگہوں میں استثناء صحیح ہوگا اور إلا میں اصل استثناء ہے۔

(۳) قاعدہ: سوی اور سواء پر ظرف ہونے کی وجہ سے نصب آتا ہے۔ یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور وہی اصح ہے۔ اور ان کی ظرفیت مقدرہ (فرض کی ہوئی) ہے پس جاء نی القوم سِویٰ زیدٍ کی تقدیر مکانَ زیدٍ ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور غیر کا اعراب استثناء میں إلا کے ذریعہ مستثنٰی کے اعراب کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) اور غیرُ صفت ہے وہ استثناء میں إلا پر محمول کیا گیا ہے، جس طرح إلا: غیر پر محمول کیا گیا ہے صفت میں، جبکہ إلا ایسی جمع کے بعد آنے والا ہو جو نکرہ غیر محصور ہو (منکور اور نکرہ ایک ہیں) استثناء دشوار ہونے کی وجہ سے ....اور اس کے علاوہ میں یعنی جمع منکور غیر محصور کے علاوہ میں ضعیف ہے یعنی إلا کو بمعنی غیر لینا کمزور مذہب ہے ـــــ (قاعدہ) سوی اور سواء کا اعراب نصب ہے بر بنائے ظرفیت صحیح ترین قول کے مطابق۔

[۹-] خبر كان وأخواتها

هو: المسنَدُ بعد دخولها، مثلُ: كان زيد قائما.

وأَمْرُه كأمرِ خبرِ المبتدأ، ويتقدَّم معرفةً.(۱)

[قاعدة] وقد يُحْذَفُ عامِلُه في نحوِ: "الناس مَجْزِيُّوْنَ بأعمالهم: إِن خيراً فخيرٌ، وإن شَرًّا فَشَرٌّ" ويجوز في مثلها أربعة أَوْجُهٍ.(۲)

[قاعدة] ويجب الحذفُ في مثلِ:" أَمَّا أنت مُنْطَلِقًا: انْطَلَقْتُ" أي: لِأَنَّ كنتَ.(۳)

افعال ناقصہ کی خبر کا بیان

زمخشری رحمہ اللہ نے افعال ناقصہ کے اسم وخبر کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے مرفوعات کے بیان میں ان افعال کے اسم کا تذکرہ نہیں کیا اور یہاں بھی اس کا تذکرہ چھوڑ دیا۔ یہ عجیب بات ہے! افعال ناقصہ سترہ ہیں: کان، صار، أصبح، أمسی، أضحی، ظلَّ، بات، ما فَتِیَٔ، مادام، ماانْفَكَّ، لیس، عاد، راح، ما بَرِحَ، مازال، آض اورغدا۔ یہ سب نواسخ جملہ ہیں۔ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بنالیتے ہیں۔ ان کے داخل ہونے کے بعد جملہ کا جو جز مسند الیہ ہوتا ہے وہ ان کا اسم اور جو جز مسند ہوتا ہے وہ ان کی خبر ہوتا ہے۔ یہ افعال اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ کان: خبر کو اسم کے لئے گذشتہ زمانہ میں ثابت کرتا ہے۔ صار: حالت کی تبدیلی کے لئے آتا ہے۔ اس کے بعد کے پانچ افعال جملہ کے مضمون کو اپنے اپنے اوقات کے ساتھ ملاتے ہیں اور ما فَتِیَٔ سے چار افعال استمرار خبر کے لئے ہیں یعنی یہ بتاتے ہیں کہ ان کی خبر ان کے اسم کے لئے ہمیشہ سے ثابت ہے اور مادام: خبر کے ثابت رہنے کے زمانہ تک کسی کام کا

وقت بتانے کے لئے ہے اور لیس: زمانۂ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کرتا ہے اور آخری چار افعال صار کے معنی میں آتے ہیں۔

(۱) کان کی خبر کا حال مبتدا کی خبر کی طرح ہے۔ بس ایک بات میں جدا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مبتدا کی خبر معرفہ ہو تو اس کا مبتدا پر مقدم کرنا جائز نہیں، کیونکہ التباس لازم آئے گا اور کان کی خبر معرفہ ہو تو بھی اسم سے مقدم آسکتی ہے، کیونکہ اختلاف اعراب کی وجہ سے التباس پیدا نہ ہوگا۔ (البتہ اگر کان کے اسم وخبر میں اعراب اور قرینہ منتفی ہوں تو خبر کی تقدیم جائز نہیں، جیسے کان الفتی هذا)

(۲) قاعدہ: جب إنْ شرطیہ کے بعد کوئی اسم آئے پھر فاء آئے پھر دوسرا اسم آئے، جیسے إن خيراً فخير تو کان کو حذف کرنا جائز ہے، دیگر افعال ناقصہ کو حذف کرنا جائز نہیں اور اس تخصیص کی وجہ کان کا کثیر الاستعمال ہونا ہے۔ اور ایسی ترکیب میں چار صورتیں جائز ہیں: (۱) إن خيراً فخيرٌ یعنی اول کا نصب کان محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے اور دوسرے اسم کا رفع: مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے (یہ صورت چاروں صورتوں میں اقوی ہے) (۲) إن خيراً فخيراً یعنی دونوں اسموں کا نصب کان محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے (۳) إن خير فخير یعنی دونوں کا رفع: اول کا رفع کان کا اسم ہونے کی بنا پر اور ثانی کا رفع مبتدا ہونے کی بنا پر (۴) إن خير فخيراً یعنی اول کا رفع کان کا اسم ہونے کی بنا پر اور ثانی کا نصب کان کی خبر ہونے کی بنا پر۔

اور عبارت کے معنی یہ ہیں: لوگ اپنے اعمال کی جزا دیئے جائیں گے اگر عمل اچھا ہوگا تو اچھی جزا ملے گی اور عمل برا ہوگا تو بری جزاء ملے گی۔

(۳) قاعدہ: جب کان کو حذف کر کے اس کی جگہ میں کوئی چیز لائی جائے تو اب کان کو محذوف رکھنا واجب ہے ورنہ عوض اور معوّض عنہ کا اجتماع لازم آئے گا۔ جیسے أَمَّا أنتَ منطلقاً انطلقت: میں آپ کے چلنے والا ہونے کی وجہ سے چلنے والا ہوں۔ اس میں أَمَّا أنتَ کی اصل ہے: لِأَنْ کنتَ۔ پہلے لام کو حذف کیا، کیونکہ أَن سے پہلے

لام محذوف رہتا ہے، پھر کان کو حذف کیا تو ضمیر متصل ضمیر منفصل أنت ہوگئی، پھر کان کے عوض میں ما زائدہ لائے اور نون کا میم میں ادغام کیا تو أمَّا أنت ہوگیا۔ اب کان کو محذوف رکھنا واجب ہے، کیونکہ اس کے بدل ما آ گیا۔

[۱۰-] اسمُ إنَّ وأَخَوَاتها

هو: المسنَدُ إليه بعدَ دخولها، مثلُ: " إن زيدًا قائم"

[۱۱-] المنصوبُ بلا التي لِنَفْيِ الجنس

هو: المسندُ إليه بعد دخولها، يَلِيْهَا نكرةً مضافاً أو مُشَبَّهًا به، مثلُ: "لاغلامَ رجلٍ ظريفٌ فيها" و"لاعشرين درهماً لك"

فإن كان مفرداً: فهو مبنيٌّ على ما يُنْصَبُ به.[۱]

وإن كان معرفةً، أو مفصولاً بينه وبين لا: وجب الرفع والتكرير.

(۱۰) حروف مشبہ بالفعل کا اسم

دسواں منصوب: حروف مشبہ بالفعل کا اسم ہے۔ یہ حروف بھی نواسخ جملہ ہیں۔ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بنا لیتے ہیں اور ان کا اسم مسند الیہ اور خبر مسند ہوتی ہے جیسے إن زيداً قائم: بیشک زید کھڑا ہے۔

(۱۱) لائے نفی جنس کا منصوب

گیارہواں منصوب: لائے نفی جنس کا اسم ہے۔ مگر مصنف رحمہ اللہ نے اسم لا التي نہیں کہا، کیونکہ اس لا کا اسم ہمیشہ منصوب نہیں ہوتا، پس اگر اسم لا کہتے تو وہم ہوتا کہ لا کا اسم ہر حال میں منصوب ہوتا ہے۔

لائے نفی جنس بھی نواسخ جملہ میں سے ہے۔ اس لا کے داخل ہونے کے بعد جملہ

کا جو جز مسند الیہ ہوتا ہے وہی لا کا اسم ہوتا ہے اور منصوب ہوتا ہے۔ البتہ اس کے نصب کے لئے تین شرطیں ہیں: (۱) اسم لا سے متصل آئے (۲) اسم نکرہ ہو (۳) اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو۔ جیسے لاغلامَ رجلٍ ظریفٌ فی الدار (نکرہ مضاف کی مثال) اور لاعشرین درهماً لك (نکرہ مشابہ مضاف کی مثال)

(۱) پس اگر لائے نفی جنس کا اسم مفرد ہو یعنی تیسری شرط فوت ہو تو علامتِ نصب پر مبنی ہوگا۔ اور مفرد سے مراد یہ ہے کہ وہ مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو۔ پس یہ حکم تثنیہ وجمع کو بھی شامل ہوگا، جیسے لارجلَ/ مسلمَیْن/ مسلِمِین/ مسلماتٍ فی الدار اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مِنْ کو متضمن ہوتا ہے، لارجلَ أی ما من رجل۔

اور اگر نکرہ ہونے کی شرط منتفی ہو یعنی دوسری شرط منتفی ہو اور لا کا اسم معرفہ ہو یا اتصال کی شرط معدوم ہو یعنی پہلی شرط منتفی ہو اور لا اور اسم کے درمیان فصل ہو تو پھر وہ اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لا کی تکرار دوسرے معرفہ کے ساتھ ضروری ہوگی (عبارت میں أو مانعۃ الخلو کا ہے یعنی دونوں باتوں سے خالی نہ ہو، جمع ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں) جیسے لا زیدٌ فی الدار ولا عمرو (صرف معرفہ کی مثال) لا فی الدار رجل ولا امرأة (صرف فصل کی مثال) لا فی الدار زید ولا عمرو (فصل اور معرفہ دونوں کی مثال)

[فائدة] ومثلُ: " قضيةٌ ولا أباحسنٍ لها" متأوَّلٌ.(۱)

[فائدة] وفى مثلِ: "لاحولَ ولا قوةَ إلا بالله": خمسةُ أوجُهٍ: فَتْحُهُمَا، وفتحُ الأول ونصَبُ الثانى، ورفعُه، ورفعُهُما، ورفعُ الأول — على ضُعْفٍ — وفتح الثانى.(۲)

[قاعدة] وإذا دخلَتِ الهمزةُ: لم يتغيرِ العملُ؛ ومعناها: الاستفهام، والعرض، والتَّمَنِّیُّ.(۳)

(۱) فائدہ: ابھی قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو رفع اور تکرار واجب ہے، مگر قَضِيَّةٌ ولا أبا حَسَنٍ لھا میں ابوالحسن معرفہ ہے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے اور نہ مرفوع ہے نہ مکرر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس قول میں تاویل کی گئی ہے: پہلی تاویل: مضاف محذوف ہے أي لا مِثْلَ أبي حسنٍ، اور لفظ مثل اگرچہ معرفہ کی طرف مضاف ہے مگر ابہام کی زیادتی کی وجہ سے وہ اضافت سے بھی معرفہ نہیں ہوا۔ دوسری تاویل: علم سے مراد وہ صفت ہے جس کے ساتھ صاحب علم مشہور ہے۔ جیسے حاتم سے سخاوت مراد لی جاتی ہے اسی طرح یہاں ''فیصلہ کرنے کی غیر معمولی صلاحیت'' مراد ہے، اور جب وصفِ مشہور مراد لیا تو علمیت اور تعریف باطل ہوگئی —— صحابہ کے زمانہ میں جب کوئی مشکل پیش آتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو حل فرماتے، اس لئے یہ محاورہ ہوگیا۔ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا ہے اور کوئی اس کو حل کرنے والا نہیں ہوتا تو کہتے ہیں: ''قضیہ ہے یعنی یہ ایک اہم معاملہ ہے اور اس کو حل کرنے والے ابوالحسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہیں ہیں!''

(۲) فائدہ: جب لا بطور عطف مکرر آئے اور ہر لا کے بعد نکرہ متصلًا آئے، جیسے لا رجل فی الدار ولا امرأة اور جیسے لا حول ولا قوة إلا باللہ تو وہاں پانچ صورتیں جائز ہیں: (۱) دونوں کا فتح یعنی دونوں زبر پر مبنی اور لا برائے نفی جنس (۲) اول کا فتح یعنی زبر پر مبنی اور ثانی کا نصب یعنی معرب اور اس کا اعراب زبر۔ اس صورت میں پہلا لا برائے نفی جنس اور دوسرا لا زائد برائے تاکید ہے (۳) اول کا فتح یعنی زبر پر مبنی اور ثانی کا رفع یعنی اعرابی پیش۔ پہلا لا برائے نفی جنس اور دوسرا لا زائد اور قوة کا عطف حول کے محل پر وہ بر بنائے ابتدا محلاً مرفوع ہے (۴) دونوں کا رفع یعنی دونوں پر اعرابی پیش مبتدا ہونے کی وجہ سے اور دونوں لا: مُلْغٰی (زائد) (۵) اول کا رفع اور ثانی کا فتح، پہلا لا مشابہ بہ لیس اور دوسرا لا برائے نفی جنس۔ مگر یہ صورت ضعیف ہے اس لئے کہ لا بمعنی لیس کا عمل قلیل ہے (نوٹ: بنائی حرکت کے نام ضمہ، فتح، کسرة

اور وقف ہیں اور اعرابی حرکت کے نام ضمہ، نصب، جر اور سکون ہیں)

(۳) قاعدہ: جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو اس کا عمل نہیں بدلے گا۔ پس اگر لا کا اسم مبنی ہے تو مبنی ہی رہے گا اور معرب ہے تو معرب ہی رہے گا، اور ہمزہ کبھی استفہام کے لئے ہوگا، جیسے ألا رجلَ في الدار؟ کبھی عرض کے لئے، جیسے ألا نزولَ عندي! اور کبھی تمنّی کے لئے، جیسے ألا ماءَ أَشْرَبُهُ۔

> [قاعدة] ونعتُ المَبْنِيِّ الأَوَّلُ مفرداً يليه: مبنيٌّ، ومعربٌ: رفعاً ونصباً، مثلُ: لارجلَ ظريفَ، وظريفٌ، وظريفاً؛ وإلا فالإعراب.(۱)
>
> [قاعدة] والعطفُ على اللفظ وعلى المَحَلِّ جائز، مثلُ: لا أبا وابناً، وابنٌ.(۲)

(۱) قاعدہ: لائے نفی جنس کے اسم مبنی بر فتح کی پہلی صفت جبکہ مفرد اور متصل ہو: اس میں تین وجوہ جائز ہیں: (۱) مبنی بر فتح ہو جیسے لارجلَ ظریفَ (۲) مرفوع ہو، جیسے لارجلَ ظریفٌ (۳) منصوب ہو یعنی اس پر اعرابی زبر آئے، جیسے لارجلَ ظریفاً، پہلی وجہ کی وجہ یہ ہے کہ لا درحقیقت صفت پر داخل ہے، کیونکہ صفت موصوف کے لئے قید ہوتی ہے اور جب نفی مقید پر داخل ہوتی ہے تو قید کی نفی ہوتی ہے، اور باقی دو وجہوں کی وجہ یہ ہے کہ مبنی کا تابع اعراب میں تابع ہوتا ہے، بناء میں تابع نہیں ہوتا، کیونکہ بناء ایک عارضی امر ہے، پھر صفت کو محل پر حمل کریں گے تو مرفوع ہوگی، لا کا اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے اور لفظ پر حمل کریں گے تو منصوب ہوگی۔

اور اگر اُس صفت میں مذکورہ تینوں باتیں نہ ہوں یعنی وہ پہلی صفت نہ ہو دوسری یا تیسری ہو یا مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا شبہ مضاف ہو یا متصل نہ ہو تو وہ صرف معرب ہوگی اور مرفوع ہوگی یا منصوب۔ محل بعید (لا کے اسم کے محل) پر حمل کریں گے تو رفع

آئے گا، اور اس کے لفظ پر حمل کریں گے یا محل قریب پر حمل کریں گے تو نصب آئے گا۔(الأول: نعت کی صفت ہے اور مفرداً اور یلیہ حال ہیں)

(۲) قاعدہ: لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف جائز ہے، جبکہ اسم نکرہ ہو اور لا مکرر نہ ہو، اور اس وقت معطوف میں دو وجہ جائز ہیں: (۱) لفظ پر حمل کر کے نصب پڑھنا (۲) محل پر حمل کر کے رفع پڑھنا، جیسے لا أبَ و ابناً اور لا أَبَ و ابنٌ ——— یہ ہمام بن غالب کے شعر کا ٹکڑا ہے، اس نے مروان بن الحکم اور اس کے بیٹے عبدالملک کی مدح میں کہا ہے:

ولا أبَ وابناً مثلُ مروانَ وابنِه ۞ إذا هو بالمَجْدِ ارْتَدىٰ وتَأَزَّرَا

ترجمہ: مروان اور اس کے بیٹے (عبدالملک) کی طرح نہ کوئی باپ ہے نہ کوئی بیٹا ÷ جب مروان نے بزرگی کی چادر اور لنگی پہن لی ——— اس میں ابناً کو منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

[فائدة] ومثلُ: "لا أَبَاله" و" لا غلامَىْ له": جائز، تشبيها له بالمضاف، لمشاركتهِ له فى أصل معناه؛ ومن ثَمَّ لم يُجْز:" لا أَبَا فيها" وليس بمضاف، لفساد المعنى، خلافاً لسيبويه.(۱)

[فائدة] ويُحْذَفُ كثيرًا فى مثلِ: "لا عليك" أى لا بأسَ عليك.(۲)

(۱) فائدہ: اگر یہ کہنا ہو کہ فلاں ثابت النسب نہیں تو کہیں گے لا أبَ له اور یہ کہنا ہو کہ فلاں کا کوئی غلام نہیں تو کہیں گے لا غلامَ له (کیونکہ نکرہ تحت النفی عام ہوتا ہے) اس صورت میں لا کا اسم علامتِ نصب پر مبنی ہوگا اور له خبر ہوگی، مگر کبھی کہتے ہیں: لا أبَا له اور لا غلامَىْ له یعنی لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت لاتے ہیں اور اسم پر اضافت کے احکام جاری کرتے ہیں اور لا أباً کی تنوین حذف کر کے الف باقی رکھتے ہیں اور غلامین میں سے تثنیہ کا نون حذف کر دیتے ہیں۔ اگرچہ

حقیقت میں یہ دونوں مضاف نہیں ہیں، مگر مضاف کے ساتھ چونکہ اصل معنی (تخصیص) میں شریک ہیں اس لئے مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر ان پر اضافت کے احکام جاری کرتے ہیں۔ چنانچہ لا أبَا فی الدار کہنا درست نہیں، کیونکہ اضافت کے اصل معنی (تخصیص) اس میں نہیں پائے جاتے ـــــ بہر حال ان دونوں ترکیبوں میں لا کا اسم حقیقۃً مضاف نہیں، صرف مضاف کے مشابہ ہے، کیونکہ حقیقۃً مضاف ماننے کی صورت میں معنی غلط ہو جائیں گے۔ اس وقت معنی ہونگے: ''فلاں کا باپ جو معلوم الوجود ہے اب نہیں رہا''یعنی مر گیا۔ حالانکہ یہ بات کہنی مقصود نہیں۔ اور فلاں کے دو غلام جو معلوم الوجود تھے اب نہیں رہے یعنی بیچ دیئے یا مر گئے۔ حالانکہ یہ کہنا بھی مقصود نہیں۔ پس حقیقۃً اضافت ماننے کی کوئی صورت نہیں، پس مضاف کے ساتھ تشبیہ دے کر اضافت کے احکام جاری کریں گے ـــــ مگر سیبویہ (خلیل اور عام نحوی) دونوں ترکیبوں میں حقیقی اضافت مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ له کا لام: زائد برائے تاکید ہے، لامِ اضافت نہیں ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں۔ لفساد المعنی کما مَرَّ۔

(۲) فائدہ: محاورہ ہے لا علیك: کوئی بات نہیں! اس میں لا کا اسم محذوف ہے أی لا بأس علیك اور حذف کا قرینہ یہ ہے کہ لا حرف پر داخل ہو رہا ہے، حالانکہ حرف پر حرف داخل نہیں ہوتا، معلوم ہوا کہ لا کا اسم محذوف ہے (کثیراً کا مطلب یہ ہے کہ اس محاورے میں عام طور پر اسم کو حذف کرتے ہیں، مگر کبھی ذکر بھی کرتے ہیں)

ترجمہ: (فائدہ) اور لا أبَا له اور لا غلامَیْ له جیسی ترکیبیں جائز ہیں یعنی ہر وہ ترکیب جس میں لائے نفی جنس کے اسم کے بعد لام اضافت لایا گیا ہو اور اس اسم پر اضافت کے احکام جاری کئے گئے ہوں۔ جیسے أباً کی تنوین حذف کر کے الف کو باقی رکھنا اور غلامَیْنِ سے تثنیہ کا نون حذف کرنا جائز ہے اس کو مضاف کے مشابہ قرار دینے کی وجہ سے لا کے اسم کے شریک ہونے کی وجہ سے مضاف کے ساتھ مضاف

کے اصل معنی میں یعنی جس طرح اضافت کی وجہ سے تخصیص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لام سے بھی اختصاص کا فائدہ حاصل ہوا ہے، چنانچہ لا أبَا فی الدار کہنا جائز نہیں۔ اور مذکورہ دونوں ترکیبیں درحقیقت مضاف نہیں ہیں معنی خراب ہو جانے کی وجہ سے، برخلاف سیبویہ کے —— (فائدہ) اور لا علیك جیسی ترکیبوں میں بارہا لائے نفی جنس کا اسم حذف کیا جاتا ہے۔ اس کی تقدیر عبارت لا بأسَ علیك ہے۔

[۱۲-] خبرُ ما و لا المشَبَّهَتَیْنِ بلیس

هو: المسندُ بعدَ دخولهما؛ وهی لغة حجازیة.

[قاعدة] وإذا زیدت: "إِنْ" مع: "ما" او انتقض النفی بإلَّا، أو تقدَّم الخبرُ: بطل العملُ.

[قاعدة] وإذا عُطِفَ علیه بموجِبٍ، فالرفعُ.

(۱۲) ما و لا مشابہ بہ لیس کی خبر

بارہواں اور آخری منصوب ما و لا مشابہ بہ لیس کی خبر ہے۔ یہ بھی نواسخ جملہ سے ہیں۔ دونوں جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بنا لیتے ہیں۔ اور اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ اور ان کے داخل ہونے کے بعد جملہ کا جو جز مسند الیہ ہوتا ہے وہ ان کا اسم ہوتا ہے اور جو جز مسند ہوتا ہے وہ ان کی خبر ہوتی ہے۔

اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ بنو تمیم اس ما و لا کی خبر کو ثابت نہیں کرتے۔ صرف اہل حجاز اس کو مانتے ہیں۔ اور قرآن چونکہ اہل حجاز کے محاورات میں نازل ہوا ہے اس لئے قرآن نے خبر کو ثابت کیا ہے: فرمایا: ﴿مَاهٰذَا بَشَرًا﴾ اس میں بشراً: ما کی خبر ہے اور منصوب ہے۔

(۱) قاعدہ: تین صورتوں میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے: (۱) جب ما کے

بعد إنْ آئے، جیسے ما إنْ زيدٌ قائمٌ (۲) جب إلا کے ذریعہ نفی ٹوٹ جائے یعنی ان کی خبر إلا کے بعد آئے، جیسے وما محمدٌ إلا رسولٌ (۳) جب ان کی خبر اسم سے پہلے آئے، جیسے ما قائمٌ زيدٌ۔

(۲) قاعدہ: جب ما و لا کی خبر پر حرف موجِب (بل اور لکن) کے ذریعہ عطف کیا جائے تو معطوف پر رفع واجب ہوگا (نصب جائز نہیں ہوگا) جیسے مازيدٌ مقيماً بل مسافر اور ما زيد قائما لكنْ قاعد۔ اور اس اعراب کی وجہ یہ ہے کہ ان کلماتِ موجبہ نے ما اور لا کی نفی کو باطل کر دیا ہے، اور وہ بر بنائے نفی ہی عامل تھے اس لئے اب وہ نصب نہیں دے سکتے۔ اور بل اور لکن: موجب اس لئے ہیں کہ یہ دونوں اپنے مابعد کے ثبوت پر دلالت کرتے ہیں۔

ترجمہ: اس ما اور لا کی خبر جو دونوں لیس کے مشابہ ہیں: وہی مسند ہوتی ہے دونوں کے داخل ہونے کے بعد اور وہ حجازی لغت ہے —— (قاعدہ) اور جب زیادہ کیا جائے إنْ: ما کے ساتھ یا نفی إلا کے ذریعہ ٹوٹ جائے یا خبر پہلے آئے تو عمل باطل ہو جاتا ہے —— قاعدہ: اور جب خبر پر عطف کیا جائے حرفِ موجِب کے ساتھ تو رفع ہے۔

مشقی سوالات

(۱) حال کی عربی تعریف مع مثال سناؤ اور اس کی وضاحت کرو

(۲) حال کا عامل کون ہوتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۳) حال کیسا ہوتا ہے اور ذوالحال کیسا؟ مع مثال بیان کرو

(۴) أرسلها العراكَ کی وضاحت کرو اور بتاؤ معرفہ حال کیسے واقع ہوا؟

(۵) جب ذوالحال نکرہ ہو تو کیا ضروری ہے؟

(۶) حال عامل معنوی پر کب مقدم ہو سکتا ہے؟ اور کب مقدم نہیں ہو سکتا؟

(۷) اسم جامد حال واقع ہوسکتا ہے؟ مثال دو

(۸) جملہ خبریہ حال واقع ہوتو جملہ حالیہ میں کیا لانا ضروری ہے؟ جملہ اسمیہ میں کیا لانا ضروری ہے؟

(۹) مضارع مثبت میں کیا لایا جائے گا؟ اس کے علاوہ میں کیا لایا جائے گا؟

(۱۰) ماضی مثبت حال واقع ہوتو اس میں کونسا حرف لانا ضروری ہے؟

(۱۱) حال کے عامل کا حذف کب جائز ہے اور کب واجب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو اور بتاؤ وجوب حذف کے لئے کیا شرط ہے؟

(۱۲) تمیز کی عربی تعریف بیان کرو اور بتاؤ تمیز کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۱۳) تمیز کی پہلی قسم کا عامل کون ہوتا ہے؟ اور اسم تام کس طرح بنتا ہے؟

(۱۴) تمیز کی دوسری قسم میں ممیّز کون ہوتا ہے؟ اور تمیز کونسے ابہام کو رفع کرتی ہے مع امثلہ بیان کرو

(۱۵) تمیز کب ممیّز سے متعلق ہوتی ہے اور کب اس کے کسی متعلق سے متعلق ہوتی ہے؟

(۱۶) کیا تمیز اپنے عامل سے پہلے آسکتی ہے؟ قاعدہ سناؤ اور اس میں جو اختلاف ہے وہ بیان کرو

(۱۷) مستثنیٰ کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر قسم کی تعریف مع مثال بیان کرو

(۱۸) مستثنیٰ کا اعراب مع امثلہ بیان کرو

(۱۹) مستثنیٰ میں کب نصب جائز ہے اور بدل بنانا پسندیدہ ہے؟

(۲۰) مستثنیٰ پر کب حسب عوامل اعراب آتا ہے؟

(۲۱) اگر مستثنیٰ کو لفظ سے بدل نہ بنایا جاسکتا ہوتو کیا کیا جائے گا؟

(۲۲) مستثنیٰ کب مجرور ہوتا ہے؟ مثال دو

(۲۳) استثناء میں غیر کا اعراب کیا ہے؟

(۲۴) غیر کب بمعنی إلا ہوتا ہے اور إلا کب بمعنی غیر ہوتا ہے؟

(۲۵) سوی اور سواء کا کیا اعراب ہے؟

(۲۶) کان کے اسم وخبر کا اعراب کیا ہے؟ مثال دو اور بتاؤ کان کا اسم کون ہوتا ہے اور خبر کون ہوتی ہے؟

(۲۷) جواز حذف کان کی مثال دو اور اس مثال میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

(۲۸) خبر کان کے عامل کا حذف کب واجب ہے؟ مثال دو

(۲۹) حروف مشبہ بالفعل کیا ہیں؟ اور ان کا اعراب کیا ہے؟

(۳۰) لائے نفی جنس کا اسم کون ہوتا ہے اور اس کے لئے کیا شرطیں ہیں؟

(۳۱) لائے نفی جنس کے اسم کا کیا اعراب ہے؟

(۳۲) قضيةٌ ولا أبا حسنٍ لها کی تاویل کیا ہے؟ اور تاویل کیوں ضروری ہے؟

(۳۳) لاحول ولا قوة سے کونسی ترکیب مراد ہے؟ اور اس میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟

(۳۴) جب لائے نفی جنس پر ہمزہ داخل ہو تو کیا حکم ہے؟

(۳۵) لائے نفی جنس کے اسم مبنی بر فتح کی پہلی صفت کے کیا اعراب ہیں؟

(۳۶) لائے نفی جنس کے اسم مبنی پر عطف کیا جائے تو معطوف میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟

(۳۷) لا أباله اور لا غلامَیْ له کا حکم بیان کرو اور لا أبا فیها کیوں ناجائز ہے؟

(۳۸) لا علیك میں کیا محذوف ہے؟

(۳۹) ما ولا مشابہ بلیس کی خبر کا کیا اعراب ہے؟ مثال دو اور بتاؤ ان دونوں حرفوں کا عمل کب باطل ہو جاتا ہے؟

(۴۰) جب ما اور لا کی خبر پر حرف موجب کے ذریعہ عطف کیا جائے تو معطوف کا اعراب کیا ہوگا؟ اور حرفِ موجِب کیا ہیں؟

المجرورات

هو: ماشْتَمَلَ على عَلَم المضاف إليه.

والمضاف إليه:

كلُّ اسْمٍ نُسِبَ إليه شيئٌ بواسِطَةِ حرف الجر: لفظاً أو تقديراً: مراداً.
فالتقدير: شرطُه: أن يكون المضافُ اسْمًا مُجَرَّدًا عنه تنوينُه لأجْلِها.
وهي: معنوية ولفظية:(۱)
فالمعنوية: أن يكون المضافُ غيرَ صفةٍ مضافةٍ إلى معمولها.

مجرورات کا بیان

مجرور: وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت (زیر) پر مشتمل ہو، خواہ زیر لفظی ہو یا تقدیری اور خواہ بصورت حرکت ہو یا بصورتِ حرف۔

مضاف الیہ کا بیان

مُضَافٌ: أَضَافَ إليه (مائل ہونا) سے اسم مفعول ہے۔ پس مضاف: وہ اسم ہے جو دوسرے کی طرف مائل ہو یعنی منسوب کیا گیا ہو، اور مضاف الیہ: وہ اسم ہے جس کی طرف دوسرا اسم حرفِ جر کے واسطہ سے منسوب کیا گیا ہو، خواہ حرف جر لفظوں میں ہو جیسے مررتُ بزید یا مقدر ہو، مگر مراد ہو یعنی اس کا اثر لفظوں میں باقی ہو، جیسے غلامُ زید أی غلامٌ لزید۔ اور حرفِ جر کی تقدیر کے لئے شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا

اسم ہو جس سے اس کی تنوین (یا قائم مقام تنوین: نونِ تثنیہ وجمع) اضافت کی وجہ سے ہٹادی گئی ہو۔

نوٹ: مضاف کا اعراب عامل کے تابع رہتا ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔

(۱) اضافت کی دو قسمیں ہیں: اضافتِ معنوی اور اضافت لفظی: اضافتِ معنوی: وہ اضافت ہے جس میں مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔ اور صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول اور صفتِ مشبہ ہیں اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول بہ ہیں۔ پس اضافت معنوی کی تین صورتیں ہونگی:

(۱) مضاف نہ صیغۂ صفت ہو نہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، جیسے غلامُ زید

(۲) مضاف صیغۂ صفت تو ہو مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو، بلکہ غیر معمول کی طرف مضاف ہو، جیسے کریم البلد شہر کا سخی (البلد: معمول نہیں کیونکہ ظرف ہے)

(۳) مضاف صیغۂ صفت نہ ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضربُ الیوم (ضرب صیغۂ صفت نہیں، کیونکہ مصدر ہے)

نوٹ: اضافت معنوی ہی اصلی اور حقیقی اضافت ہے۔

ترجمہ: مجرورات کا بیان: مجرور: وہ اسم ہے جو مضاف الیہ کی علامت (نشانی) پر مشتمل ہو۔ اور مضاف الیہ: ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز منسوب کی گئی ہو حرف جر کے واسطے سے، خواہ حرف جر لفظوں میں ہو یا مقدر ہو درانحالیکہ وہ مراد ہو۔ پس حرف جر کی تقدیر کے لئے شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس سے اس کی تنوین ہٹائی گئی ہو اضافت کی وجہ سے —— اور اضافت: معنوی اور لفظی ہے۔ پس معنوی: یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ نہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

وهي: إما بمعنى اللام، فيما عَدَا جنسَ المضافِ وظرفَه؛ وإما بمعنى مِن في جنس المضاف؛ أو بمعنى في في ظرفه —— وهو قليل —— مثلُ: غلام زيد، وخاتمُ فضةٍ، وضَرْبُ اليوم.[۱]

وتفيدُ تعريفاً مع المعرفة، وتخصيصاً مع النكرة.(۲)
وشرطها: تجريدُ المضاف من التعريف؛ وما أجازه الكوفيون من: "الثلاثةِ الأثواب" وشِبْهِهِ من العدد: ضعيفٌ.(۳)
واللفظية:(٤)
أن يكون صفةً مضافةً إلى معمولها، مثلُ: ضاربُ زيدٍ، وحَسَنُ الوجهِ.
ولاتفيدُ إلا تخفيفاً في اللفظ.(٥)
ومن ثَمَّ:
[١-] جاز: مررتُ برجلٍ حَسَنِ الوجه؛ وامتنع: بزيدٍ حَسَنِ الوجه.
[٢-] وجاز: الضَّارِبَا زيدٍ، والضَّارِبُوْ زيدٍ، وامتنع: الضاربُ زيدٍ، خلافاً للفرَّاءِ؛ وضَعُفَ:" الواهبُ المائةِ الهِجَانِ وعبدِها"
وإنما جاز:" الضاربُ الرجلِ" حملاً على المختار في:" الحَسَنِ الوجهِ"؛ والضَّارِبُك، وشِبْهُهُ —— فيمن قال: إنه مضاف —— حملاً على:" ضَارِبُكَ"

(۱) اضافتِ معنوی بتقدیر حرفِ جر ہوتی ہے، اور تین حرف جر (لام، مِن اور فی) مقدر ہوتے ہیں۔ اور ان کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس سے ہو نہ مضاف کا ظرف ہو تو اضافت بمعنی لام ہوگی جیسے غلامُ زید أی لزید اور اگر مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو تو اضافت بمعنی مِنْ ہوگی جیسے خاتمُ فضةٍ أی من فضة اور اگر مضاف الیہ مضاف کا ظرف ہو تو اضافت بمعنی فی ہوگی، جیسے ضربُ الیوم أی فی الیوم، اور اضافت بمعنی فی کا استعمال کم ہے۔
(۲) اگر کسی اسم کی معرفہ کی طرف اضافت کی جائے تو تعریف کا، اور نکرہ کی طرف اضافت کی جائے تو تخصیص کا یعنی قلتِ اشتراک کا فائدہ دے گی (مگر مثل

اور غیر اس سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ ابہام میں رسوخ کی وجہ سے معرفہ نہیں ہوتے)

(۳) اضافتِ معنوی کے لئے شرط یہ ہے کہ اس کو حرفِ تعریف سے خالی کرلیا جائے یعنی اس پر سے الف لام ہٹا دیا جائے۔ اور کوفی جو الثلاثة الأثواب: تین کپڑے اور الخمسة الدراهم: پانچ درہم کو جائز کہتے ہیں وہ ضعیف مذہب ہے (شِبْهِه من العدد: یعنی دیگر اعداد جن کو معدود کی طرف مضاف کیا جائے، جیسے الثمانية الأَكْوَابِ: آٹھ پیالے وغیرہ)

(۴) اضافت کی دوسری قسم: لفظی اضافت ہے، اور وہ یہ ہے کہ صیغۂ صفت اپنے معمول (فاعل یا مفعول بہ) کی طرف مضاف ہو، جیسے ضاربُ زیدٍ: زید کو مارنے والا اور حَسَنُ الوجهِ: خوبصورت۔ پہلی مثال میں اسم فاعل مفعول بہ کی طرف اور دوسری مثال میں صفتِ مشبہ فاعل کی طرف مضاف ہے۔

(۵) اضافتِ لفظی سے صرف تخفیف کا فائدہ حاصل ہوتا ہے، تعریف و تخصیص کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ:

۱- مررتُ برجلٍ حَسَنِ الوجه کہنا صحیح ہے۔ حسن الوجہ میں اضافت کی وجہ سے تنوین اور مضاف الیہ سے ضمیر حذف ہوئی ہے۔ اصل حَسَنٌ وجهُه تھا، اور اضافت کے بعد بھی نکرہ ہے اس لئے نکرہ کی صفت واقع ہوا ہے۔ اور مررتُ بزیدٍ حَسَنِ الوجه جائز نہیں۔ کیونکہ نکرہ: معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا۔

۲- اسی طرح الضاربَا زیدٍ: زید کو دو مارنے والے، اور الضاربو زید: زید کو بہت مارنے والے: صحیح ہیں، کیونکہ اول میں اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ اور ثانی میں نون جمع حذف ہوئے ہیں، یہ تخفیف ہوئی۔ یہ دونوں نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوئے ہیں، الف لام تعریف کی وجہ سے حذف نہیں ہوئے، چنانچہ فكّ اضافت کی صورت میں نون لوٹ آتے ہیں —— اور الضاربُ زید: درست نہیں، کیونکہ اس میں جو تنوین حذف ہوئی ہے وہ الف لام کی وجہ سے حذف ہوئی

ہے، اضافت کی وجہ سے حذف نہیں ہوئی، پس اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی اس لئے یہ ترکیب جائز نہیں ـــــ اور فراء نحوی کے نزدیک یہ ترکیب صحیح ہے، وہ کہتے ہیں کہ الضارب پر الف لام اضافت کے بعد داخل ہوا ہے اور تنوین اضافت کی وجہ سے حذف ہوئی ہے۔ اور وہ دلیل میں یہ شعر پیش کرتے ہیں:

الواهبُ المائةِ الهِجَانِ وعَبْدِها ❁ عُوْذًا يُزَجِّيْ خلفها أطْفالَها

ترجمہ: ممدوح سو سفید اونٹنیوں کو مع ان کے غلام (چرواہے) کے بخشنے والا ہے÷ درانحالیکہ وہ تازہ بیاہی ہوئی ہیں، ہانکتا ہے چرواہا ان کے پیچھے ان کے بچوں کو (الهِجَان: سفید اونٹنیاں، عُوذًا: نئی بیاہی ہوئی۔ زَجّي يُزَجِّيْ: ہانکنا) فراء کہتے ہیں: وعبدِها: مجرور ہے اور اس کا عطف المائة پر ہے، پس تقدیر عبارت ہوئی الواهبُ عبدِها یہ بعینہٖ الضاربُ زید جیسی ترکیب ہے پس معلوم ہوا کہ یہ ترکیب درست ہے۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال ضعیف ہے یا خود یہ شعر ضعیف ہے پس ضعیف سے استدلال بھی ضعیف ہے۔ اور استدلال ضعیف اس لئے ہے کہ اس میں اور بھی ترکیبی احتمال ہیں، مثلاً: وعبدَها: منصوب پڑھا جائے اور واو بمعنی مع ہو اور عبدَها مفعول معہ ہو، اور جب دوسرا احتمال پیدا ہو گیا تو استدلال باطل ہو گیا۔

اور فراء کی دوسری دلیل: یہ ہے کہ الضاربُ الرجلِ اور الضاربُكَ اور ان کے مانند ترکیبیں (جیسے الضارِبِيْ اور الضارِبُه) جائز ہیں، جبکہ یہ بھی الضاربُ زید کی طرح ہیں ان میں بھی معرف باللام معرفہ کی طرف مضاف ہے۔

مصنف رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ ترکیبیں بھی قاعدے سے جائز نہیں، کیونکہ اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی۔ مگر بتاویل ان کو جائز رکھا گیا ہے: (۱) الضاربُ الرجلِ کو الحسنُ الوجهِ پر محمول کیا گیا ہے کیونکہ دونوں میں صیغۂ صفت مضاف اور اسم جنس معرف باللام مضاف الیہ ہے اور الضاربُ زید کی یہ صورت نہیں (۲) اور الضاربُك میں جمہور نحوی اضافت کے قائل نہیں، وہ الف لام

کو بمعنی الذی کہتے ہیں اور کاف کو بر بنائے مفعولیت منصوب مانتے ہیں، پس ان کے قول کے مطابق تو اس سے استدلال صحیح نہیں، اور جو لوگ اس میں اضافت مانتے ہیں وہ الضاربک کو ضاربُک پر محمول کرتے ہیں۔ ضاربُک میں سقوط تنوین اتصالِ ضمیر کی وجہ سے ہے اضافت کی وجہ سے نہیں ہے۔

وضاحت: نحوی جب الف لام سے مجرد اسم فاعل یا اسم مفعول کا تعلق ان کے مفعولوں کے ساتھ کرتے ہیں اور وہ مفعول ضمائر متصلہ ہوتی ہیں تو اضافت کا التزام کرتے ہیں۔ اور اس کو نہیں دیکھتے کہ تخفیف ہوئی یا نہیں؟ چنانچہ انھوں نے ضاربُک کو درست قرار دیا اگرچہ اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی، جو کچھ تخفیف ہوئی ہے وہ ضمیر کے ملنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔

پھر جب انھوں نے ضاربُک کو درست قرار دیا تو اس پر الضاربُک کو محمول کیا اور اس کو بھی درست قرار دیا۔ اس لئے کہ دونوں ایک قبیل سے ہیں۔ دونوں اسم فاعل ہیں اور ضمیر متصل کی طرف مضاف ہیں۔

ترجمہ: اور اضافت: یا تو بمعنی لام ہوگی جنسِ مضاف اور ظرفِ مضاف کے علاوہ میں۔ اور یا بمعنی مِنْ ہوگی جنسِ مضاف میں۔ یا بمعنی فی ہوگی ظرفِ مضاف میں ـــــ اور یہ استعمال قلیل ہے ـــــ اور اضافت تعریف کا فائدہ دیتی ہے معرفہ کے ساتھ، اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے نکرہ کے ساتھ ـــــ اور اضافت معنوی کے لئے شرط: مضاف کو خالی کرنا ہے تعریف (الف لام) سے اور وہ ترکیب جس کو جائز رکھا ہے کوفیوں نے یعنی الثلاثة الأثواب اور اس جیسے عدد سے: ضعیف ہے ـــــ اور اضافت لفظی: یہ ہے کہ مضاف ایسا صفت کا صیغہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو............ اور اضافتِ لفظی صرف تلفظ میں ہلکا پن کا فائدہ دیتی ہے، اور اسی جگہ سے (ا) جائز ہے: مررتُ برجلٍ حَسَنِ الوجه (کیونکہ اضافت کی وجہ سے تخفیف ہوئی ہے) اور ناجائز ہے: مررت بزيد حَسَنِ الوجه (کیونکہ حسن الوجہ میں

اضافت لفظی ہے جو بحکم نکرہ ہے پس وہ معرفہ کی صفت نہیں بن سکتا) (۲) اور جائز ہے: الضاربَا زیدٍ اور الضاربو زید (کیونکہ دونوں میں اضافت کی وجہ سے تخفیف ہوئی ہے) اور ناجائز ہے: الضاربُ زید (کیونکہ اس میں اضافت کی وجہ سے کوئی تخفیف نہیں ہوئی) برخلاف فراء کے (وہ الضارب زید کو جائز کہتے ہیں اور الواهب المائة إلخ سے استدلال کرتے ہیں) یہ استدلال یا یہ ترکیب ضعیف ہے (یہ فراء کی دلیل کا جواب ہے) اور الضاربُ الرجل جائز ہوا ہے صرف الحسن الوجه میں مختار صورت پر محمول کرنے کی وجہ سے اور جائز ہوئے ہیں الضاربُك اور اس کے مشابہ ــــــ اس کی رائے میں جو کہتا ہے کہ الضاربُ مضاف ہے ــــــ ضاربُك پر محمول کرنے کی وجہ سے۔

[قاعدة] ولا يُضاف موصوف إلى صفةٍ، ولا صفةٌ إلى موصوفها.(۱)
ومثلُ: مسجدُ الجامع، وجانب الغَرْبِيِّ، وصلاة الأولى، وبَقْلَةِ الْحَمْقَاءِ: متأوَّل. ومثلُ: جَرْدُ قَطِيْفَةٍ، وأَخْلَاقُ ثيابٍ: متأوَّل.
[قاعدة] ولا يُضَافُ اسمٌ مُمَاثِلٌ للمضافِ إليه في العموم والخصوص، كَلَيْثٍ وأَسَدٍ، وحَبْسٍ ومَنْعٍ، لعدم الفائدة؛ بخلاف: "كلُّ الدراهم" و:"عينُ الشيئ" فإنه يَخْتَصُّ به؛ وقولهم:" سعيدُ كُرْزٍ" متأوَّلٌ.(۲)

(۱) قاعدہ: موصوف کی صفت کی طرف اضافتِ معنوی نہیں ہوسکتی، کیونکہ صفت درحقیقت عینِ موصوف ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ میں مغایرت ضروری ہے ــــــ اسی طرح صفت کی اضافت بھی موصوف کی طرف نہیں ہوسکتی، اور اس کی بھی وجہ وہی ہے کہ عینیت غیریت سے بدل جائے گی۔ اور جہاں اس قسم کی اضافتیں محاورات میں پائی جاتی ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے: (۱) مسجد الجامع میں

موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے اس کی تاویل مسجد الوقت الجامع ہے، (۲) جانب الغربی (سورۃ القصص آیت ۴۴) أی جانب المکان الغربی، (۳) صلاۃ الأولی أی صلاۃ الساعۃ الأولی (۴) بَقْلَۃُ الحَمْقَاء (کُرفہ کا ساگ) أی بقْلَۃُ الْحَبَّۃِ الحمقاء۔

اور جَرْدُ قَطِیْفَۃٍ (پرانی چادر) اور أخْلَاقُ ثیاب (پرانے کپڑے) میں صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے، مگر یہ ترکیب مقلوبی ہے اصل ترکیب توصیفی ہے۔ قطیفۃٌ جَرْدٌ اور ثیابٌ أَخْلَاقٌ ہیں، پھر صفت کو مقدم کر کے اضافت کی گئی ہے جس سے ترکیب ہلکی ہوگئی ہے مگر معنی وہی مرکب توصیفی کے باقی ہیں۔

(۲) قاعدہ: ایسے دو اسم جو عموم وخصوص میں مساوی ہوں ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اضافت بے فائدہ ہوگی (نہ تعریف کا فائدہ دے گی نہ تخصیص کا) جیسے لیث اور أسد (اعیان کی مثال) اور منْعٌ اور حَبْسٌ (معانی کی مثال) البتہ کلُ الدراھم اور عینُ الشیئ صحیح ہیں، کیونکہ اضافت سے پہلے کل: دراہم ودنانیر کو عام تھا اور عین: موجود ومعدوم کو عام تھا۔ اضافت کے بعد ان میں تخصیص ہوگئی —— اور جہاں کسی شخص کے نام کی اس کے لقب کی طرف اضافت کی گئی ہو جیسے جاء سعیدُ کُرْزٍ: وہ سعید آیا جس کا لقب کرز ہے: اس کی یہ تاویل ہے کہ جاء سعید ملقَّبٌ بکُرْزٍ، پس مضاف سے مراد ذات ہے اور مضاف الیہ سے مراد نفس لفظ ہے اس لئے مغائرت ہوگئی۔

ترجمہ: قاعدہ: اور کوئی موصوف کسی صفت کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا اور نہ کوئی صفت اس کے موصوف کی طرف مضاف کی جاتی ہے.......... قاعدہ: اور نہیں مضاف کیا جاتا ایسا اسم جو مضاف الیہ کے مماثل (مانند) ہو عام ہونے میں اور خاص ہونے میں، جیسے لیث اور أسد اور حبس اور منع: (اضافت) بے فائدہ ہونے کی وجہ سے۔ برخلاف کلُّ الدراھم اور عینُ الشیئ کے، پس کل اور عین میں سے ہر

ایک الدراهم اور الشیئ کی وجہ سے خاص ہوجاتے ہیں اور عربوں کا قول سعید کرز تاویل کیا ہوا ہے۔

[قاعدة] وإذا أُضِيْفَ:

[الف] الاسمُ الصحيحُ، أو الملحقُ به: إلى ياء المتكلم: كُسِرَ آخِرُه، والياءُ مفتوحةٌ، أو ساكنةٌ.

[ب] فإن كان آخِرُهُ ألِفًا: تُثْبَتُ؛ وهُذَيْلٌ: تَقْلِبُهَا — لغير التثنية — ياءً.

[ج] وإن كان ياءً أُدْغِمَتْ.

[د] وإن كان واواً: قُلِبَتْ يَاءً، وأُدْغِمَتْ.

وفُتِحَتِ الياءُ للساكِنَيْنِ.

قاعدہ: (الف) جب اسم صحیح یا جاری مجری صحیح (ملحق بالصحیح) کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اسم کے آخر کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیں گے اور یائے متکلم کو مفتوح یا ساکن پڑھیں گے۔ جیسے کتابِیْ، ظَبْیِیْ، دَلْوِیْ (صحیح: نحویوں کی اصطلاح میں وہ اسم ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔ اور ملحق بالصحیح (جاری مجری صحیح) وہ اسم ہے جس کے آخر میں واو یا یاء ہو اور اس سے پہلے جزم ہو، جیسے دلو اور ظبی)

(ب) اور اگر اسم کے آخر میں الف ہو تو اس کو ثابت رکھا جائے گا، خواہ وہ تثنیہ کا الف ہو یا غیر تثنیہ کا، جیسے غلامَایَ، عصَایَ اور رَحَایَ ——— اور قبیلۂ ہذیل غیر تثنیہ کے الف کو یاء سے بدل کر یائے متکلم میں ادغام کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: عَصَیَّ، رَحَیَّ۔

(ج) اور اگر اسم کے آخر میں یاء ہو تو اس کا یائے متکلم میں ادغام کیا جائے گا، خواہ

یاءِ تثنیہ کی ہو یا جمع کی، جیسے مسلِمَیْنِ سے مسلِمَیَّ اور مسلِمِیْن سے مسلِمِیَّ اور یائے متکلم کو اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لئے فتحہ دیں گے۔

(د) اور اگر اسم کے آخر میں واو ہو تو اس کو یاء سے بدلیں گے اور یاء میں ادغام کریں گے: جیسے مسلمون سے مسلِمِیَّ۔ اس لئے کہ جب ی کی طرف اضافت کی گئی تو نون گر گیا، پھر واو کو یاء سے بدلا اور ادغام کیا اور لام کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا، اور یائے متکلم کو اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لئے فتحہ دیا۔

ترجمہ: قاعدہ: اور جب مضاف کیا جائے: (الف) اسم صحیح یا صحیح کے ساتھ ملحق (ملایا ہوا) یائے متکلم کی طرف تو اس کے آخر میں کسرہ دیا جائے گا اور یاء مفتوح ہوگی یا ساکن ـــــ (ب) پس اگر اس کے آخر میں الف ہو تو وہ ثابت رکھا جائے گا اور ہذیل ـــــ تثنیہ کے الف کے علاوہ کو ـــــ یاء سے بدلتے ہیں ـــــ (ج) اور اگر یاء ہو تو اس کا ادغام کیا جائے گا ـــــ (د) اور اگر واو ہو تو وہ یاء سے بدل دی جائے گی اور وہ ادغام کی جائے گی اور یاء کو فتحہ دیا جائے گا دو ساکنوں کی وجہ سے۔

[قاعدة] وأما الاسماءُ السِّتَّةُ:

[۱-] فأَخِيْ، وأَبِيْ؛ وأَجَازَ المبردُ: أَخِيَّ، وأَبِيَّ.(۱)

[۲-] وتقول: حَمِيْ، وهَنِيْ.(۲)

[۳-] ويقال: فِيَّ ـــ في الأكثر ـــ وفَمِيْ.(۳)

[قاعدة] وإذا قُطعتْ: قيل: أَخٌ، وأَبٌ، وحَمٌ، وهَنٌ، وفَمٌ: وفتح الفاء أفصحُ منهما.(٤)

[فائدة] وجاء "حَمٌ" مثلَ يدٍ، وخَبْءٍ، ودَلْوٍ، وعَصًا: مطلقًا.(٥)

[فائدة] وجاء "هَنٌ" مثلَ يدٍ: مطلقاً.(٦)

[قاعدة] و"ذُو": لايُضاف إلى مُضْمَرٍ؛ ولا يُقْطَعُ.(۷)

(۱): اسمائے ستہ کا حکم :(۱) أبٌ کی اصل أَبَوٌ ہے اور أخ کی أخوٌ، آخر کا واو نسیاً منسیا کردیا گیا ہے، پس جب ان کی یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو أبِیْ اور أخِی کہیں گے، واو محذوف کو نہیں لوٹائیں گے۔ اور مبرد نحوی کہتے ہیں کہ اگر واو محذوف کو لوٹا کر یاء سے بدل کر ادغام کریں تو یہ بھی جائز ہے، کہیں گے: أبِیَّ اور أخِیَّ۔

(۲) حَمٌ کی اصل حَمَوٌ اور ھَنٌ کی اصل ھَنَوٌ ہے۔ واو نسیاً منسیاً کردیا گیا ہے۔ ان کی بھی جب یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو واو محذوف کو نہیں لوٹائیں گے، عورت کہے گی حَمِیْ (میرا دیور) ھَنِیْ (میری شرمگاہ) اس میں مبرد کا اختلاف نہیں ہے۔

(۳) فَمٌ کی اصل فُوْہٌ ہے، ہ نسیاً منسیا کردی گئی ہے اور واو کو میم سے بدل دیا ہے۔ جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو ہ محذوف کو نہ لوٹائیں گے اور میم کو یاء سے بدل کر ادغام کریں گے۔ اور فاء کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیں گے۔ کہیں گے: فِیَّ (میرا منہ) یہی بکثرت استعمال ہے اور اگر میم کو باقی رکھ کر اضافت کریں تو یہ بھی درست ہے کہیں گے: فَمِیْ (میرا منہ)

(۴) قاعدہ: جب مذکورہ اسمائے خمسہ کی اضافت ختم کردیں تو ان پر مطلقاً اعراب بحرکات جاری ہوگا۔ اور فم کی فاء میں ضمہ، کسرہ اور فتحہ تینوں جائز ہیں، مگر فتحہ زیادہ فصیح ہے۔

(۵) فائدہ: حَمٌ کو چار طرح پڑھ سکتے ہیں: (۱) یَدٌ کی طرح حَمٌ (۲) خَبْءٌ کی طرح حَمْءٌ (۳) دلو کی طرح حَمْوٌ (۴) عصا کی طرح حَمَا کہیں گے: ھذا حمٌ/ حَمْءٌ/حَمْوٌ/ حَمًا، رأیت حَمًا/ حَمْأً/ حَمْوًا/ حمًا، مررت بِحَمٍ/ بَحَمْءٍ/ بحَمْوٍ/ بحمًا —— اور حَمٌ میں یہ چار طریقے مطلقا جائز ہیں۔ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف، یا اضافت نہ ہو۔

(۶) ھَنٌ بھی مطلقاً ید کی طرح آیا ہے، خواہ یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یا کسی اور اسم کی طرف یا اضافت نہ ہو۔

(۷) اسمائے ستہ میں سے ذُو ہے۔ ذُو لازم الاضافت ہے، مگر اس کی اضافت صرف اسم جنس کی طرف ہوتی ہے، جیسے ذوالمال۔ ضمیر کی طرف اس کی اضافت نہیں ہوتی (ولا یقطع: یعنی اضافت سے کاٹا نہیں جاتا)

ترجمہ: (قاعدہ) اور رہے اسمائے ستّہ: (۱) پس أخي اور أبي ہے۔ اور جائز رکھا مبرد نے أخِيَّ اور أبيَّ ـــــ (۲) اور کہے گی عورت: حَمِيْ اور هَنِيْ ـــــ (۳) اور کہا جاتا ہے: فِيَّ ـــــ اکثر استعمال میں ـــــ اور فَمِيْ ـــــ (قاعدہ) اور جب اسمائے ستّہ اضافت سے کاٹے جائیں تو کہا جائے گا: أخٌ، أبٌ، حَمٌ، هَنٌ اور فمٌ اور فاء کا فتحہ زیادہ فصیح ہے دونوں (ضمہ اور کسرہ) سے ـــــ (فائدہ) اور آیا ہے حَمٌ: یَدٌ، خَبْءٌ، دَلْوٌ اور عَصا کی طرح ہر حال میں ـــــ (فائدہ) اور آیا ہے هَنٌ: یَدٌ کی طرح ہر حال میں ـــــ (قاعدہ) اور ذو: مضاف نہیں کیا جاتا ضمیر کی طرف اور اضافت سے کاٹا بھی نہیں جاتا۔

التوابع:

كلُّ ثانٍ بإعرابِ سابقه من جهةٍ واحدة.

[١-] النَّعْتُ(١)

تابعٌ يدلُّ على معنىً في متبوعه مطلقًا.

وفائدته: تخصيصٌ، أو توضيحٌ، وقد يكون لمُجَرَّدِ الثناء، أو الذَّمِّ، أو التوكيد، نحو: ﴿نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾(٢)

[فائدة] ولا فَصل بين أن يكون مُشْتَقًّا أو غيرَه: إذا كان وضعُه لغرضِ المعنى: عموماً، مثلُ تَمِيْمِيٍّ؛ وذي مالٍ؛ أو خصوصاً، مثلُ: مررتُ برجلٍ أيِّ رجلٍ، وبهذا الرجل، وبزيد هذا.(٣)

[قاعدة] وتُوْصَفُ النَّكِرَةُ بالجملة الخبرية، ويَلْزَم الضميرُ.(٤)

توابع کا بیان

تابع: ہر وہ دوسرا اسم ہے جس پر وہی اعراب آئے جو پہلے اسم پر آیا ہے اور اعراب کی جہت بھی ایک ہو۔ پہلے اسم کو متبوع کہتے ہیں۔ توابع پانچ ہیں: صفت، تاکید، بدل، معطوف بحرف اور عطف بیان۔

(۱) نعت: وہ تابع ہے جو موصوف کی (یا اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی) اچھی یا بری حالت بیان کرے۔ اول کو صفت بحالِ موصوف کہتے ہیں، جیسے جاء نی رجل عالم اور ثانی کو صفت بحالِ متعلقِ موصوف کہتے ہیں، جیسے جاء نی رجل عالم أبوہ (مزید تفصیل آگے آرہی ہے) اور مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ ہر حال میں دلالت کرے، صرف بعض اوقات میں یا بعض مواد میں دلالت نہ کرے۔

(۲) نعت (صفت) چار مقاصد کے لئے لائی جاتی ہے: (۱) اگر نکرہ کی صفت لائی جائے تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، جیسے جاء نی رجل عالم (۲) اور اگر معرفہ کی صفت لائی جائے تو توضیح کا فائدہ دیتی ہے، جیسے جاء نی زید الظریفُ (۳) اور کبھی نعت محض تعریف یا برائی کے لئے لائی جاتی ہے، جیسے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم (۴) اور کبھی نعت محض تاکید کے لئے لائی جاتی ہے، جیسے نفخة واحدة (سورۃ الحاقّہ آیت ۱۳) نفخة میں تائے وحدت ایک مرتبہ پر دلالت کرتی ہے، واحدة نے اس کی تاکید کی ہے۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں: نعت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے، اگر مشتق نہ ہوگی تو اس کو بتاویل مشتق کیا جائے گا۔ مصنف رحمہ اللہ ان پر رد کرتے ہیں کہ نعت خواہ مشتق ہو یا غیر مشتق اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، بشرطیکہ اس کی وضع اس معنی پر دلالت کرنے کے لئے ہو جو متبوع میں پائے جاتے ہیں یا تو بطریقِ عموم دلالت ہو یعنی جمیع استعمالات میں دلالت کرے جیسے تمیمیٌّ کہ اس کی دلالت ہمیشہ اس ذات

پر ہوتی ہے جو قبیلۂ بنو تمیم کا ہے اور ذو مال کی دلالت ہمیشہ اس شخص پر ہوتی ہے جو مالدار ہے ـــــ یا بطریقِ خصوص دلالت کرے یعنی بعض جگہ اس معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں پائے جاتے ہیں، جیسے مررتُ برجل أيِّ رجلٍ: اس میں أيّ رجل کمالِ رجولیت پر دلالت کرتا ہے، پس اس کا صفت واقع ہونا درست ہے۔ اسی طرح مررتُ بهذا الرجل میں هذا ذاتِ مبہم پر دلالت کرتا ہے اور الرجل ذاتِ معین پر، اور خصوصیتِ ذات معین: متبوع (ذاتِ مبہم) میں پائی جاتی ہے اس لئے اس کا صفت بننا صحیح ہے۔ اسی طرح مررت بزید هذا میں هذا کے معنی زید میں پائے جاتے ہیں اس لئے اس کا صفت واقع ہونا صحیح ہے۔ البتہ مررتُ بهذا زیدٍ کہنا صحیح نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں موصوف کا صفت سے کم تر ہونا لازم آئے گا۔

(۴) قاعدہ: نکرہ کی صفت جملہ خبریہ لائی جاتی ہے (جملہ انشائیہ نہیں لائی جاتی) اور اس وقت موصوف کے ساتھ ارتباط کے لئے جملہ میں ضمیر ہونی ضروری ہے، جیسے جاء نی رجل أبوه قائم۔

ترجمہ: توابع کا بیان: تابع: ہر دوسرا اسم ہے اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ ایک جہت سے ـــــ (۱) نعت کا بیان: نعت: وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں ہیں ہر حال میں ـــــ اور نعت کا فائدہ: تخصیص یا توضیح ہے اور کبھی محض تعریف یا برائی کے لئے یا تاکید کے لئے ہوتی ہے ـــــ (فائدہ) اور کوئی فرق نہیں اس درمیان کہ ہو نعت مشتق یا غیر مشتق، جب ہو اس کی بناوٹ صفتی معنی کی غرض سے بالعموم جیسے تمیمی یا ذوالمال یا بالخصوص جیسے............ (قاعدہ) اور نکرہ صفت لایا جاتا ہے جملہ خبریہ کے ساتھ اور ضمیر لازم ہوتی ہے۔

[قاعدة] ويوصف بحال الموصوف، وبحال متعلَّقِه، نحوُ: مررتُ برجلٍ حَسَنٍ غلامُه.

فالأول: يَتْبَعُه في الإعراب، والتعريف والتنكير، والإفراد

والتثنية والجمع، والتذكير والتأنيث.
والثاني: يَتْبَعُه في الخمسةِ الأُوَلِ، وفي البواقي كالفعل.
ومن ثَمَّ: حَسُنَ: "قام رجلٌ قاعدٌ غلمانُه" وضَعُفَ: " قاعدون غلمانُه" ويجوز: " قعودٌ غلمانُه"

قاعدہ: صفت کبھی موصوف کا حال بیان کرتی ہے، کبھی موصوف سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کا، جیسے جاء نی رجل عالم: اس میں عالم نے موصوف رجلٌ کی حالت بیان کی ہے، اور مررتُ برجلٍ حَسَنٍ غلامُه: میں صفت حسن غلامُه نے موصوف رجل کے غلام کی حالت بیان کی ہے۔ اول کو صفت بحال موصوف اور ثانی کو صفت بحالِ متعلقِ موصوف کہتے ہیں —— صفت بہ حالِ موصوف دس باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے، مگر بیک وقت ان میں سے صرف چار باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ دس باتیں یہ ہیں: معرفہ ہونا، نکرہ ہونا، مذکر ہونا، مؤنث ہونا، مفرد ہونا، تثنیہ ہونا، جمع ہونا، مرفوع ہونا، منصوب ہونا اور مجرور ہونا (اول دو میں سے ایک، ثانی دو میں سے ایک، ثالث ورابع تین تین میں سے ایک ایک بات پائی جائے گی) —— اور صفت بحالِ متعلقِ موصوف پانچ باتوں میں موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔ اور بیک وقت ان میں سے دو باتیں پائی جاتی ہیں۔ وہ پانچ باتیں یہ ہیں: تعریف وتنکیر اور رفع ونصب وجر —— باقی پانچ باتوں میں صفت فعل کے مشابہ ہوتی ہے، یعنی فعل کے جو حالات فاعل کے اعتبار سے ہیں وہی حالات صفت کے اس کے فاعل کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ جیسے جاء رجل قائم أبوہ، اور جاءت امرأة قائم أبوها۔

تفریع: (الف) جب صفت بحالِ متعلق موصوف باقی پانچ باتوں میں فعل کے مثل ہوتی ہے تو قام رجل قاعد غلمانُه اچھی ترکیب ہے، کیونکہ رجل مفرد ہے اور اس کی صفت قاعد بھی مفرد ہے۔ اور جاء رجل قاعدون غلمانه: ضعیف ترکیب

ہے، کیونکہ اس میں موصوف کی رعایت نہیں کی گئی بلکہ غلمانہ کی رعایت کی گئی ہے، البتہ جاء رجل قعود غلمانہ: ٹھیک ترکیب ہے، نہ اچھی ہے نہ بری، کیونکہ قعود جمع تکسیر ہے اور جمع تکسیر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور صفت لائی جاتی ہے موصوف کی حالت کے ساتھ اور موصوف سے تعلق رکھنے والی چیز کی حالت کے ساتھ............ پس اول موصوف کی پیروی کرے گی اعراب میں، تعریف وتنکیر میں، افراد وتثنیہ اور جمع میں اور تذکیر وتانیث میں —— اور ثانی: اس کی پیروی کرے گی پہلی پانچ باتوں میں اور باقی باتوں میں وہ فعل کی طرح ہے —— اور اس جگہ سے قام رجل قاعد غلمانہ اچھی ترکیب ہے اور قاعدون غلمانہ کمزور ترکیب ہے اور عقود غلمانہ جائز ہے۔

[قاعدة] والمُضْمَرُ لايُوْصَفُ، ولا يوصفُ به.(۱)

[قاعدة] والموصوفُ أَخصُّ، أو مُسَاوٍ: ومن ثَمَّ: لم يوصَفْ ذو اللام إلا بمثله، أو بالمضاف إلى مثله.(۲)

[فائدة] وإنما الْتُزِمَ وصف بابِ:" هذا" بذى اللام: للإبهام؛ ومن ثَمَّ: ضَعُفَ: "مررتُ بهذا الأبيض" وحَسُنَ:" بهذا العالم"(۳)

(۱) قاعدہ: ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت، موصوف اس لئے نہیں ہوتی کہ ضمیر متکلم ومخاطب اعرف المعارف ہیں اور توصیف کا مقصود تعریف ہے، جس کی ان کو حاجت نہیں اور ضمیر غائب طرداً للباب موصوف نہیں ہوسکتی —— اور ضمیر صفت اس لئے نہیں ہوسکتی کہ وہ صرف ذات پر دلالت کرتی ہے، حالت پر دلالت نہیں کرتی۔

(۲) قاعدہ: موصوف کو صفت سے اخص یا مساوی ہونا چاہئے، تاکہ تابع کی

متبوع پر فوقیت لازم نہ آئے چنانچہ معرف باللام کی صفت معرف باللام آئے گی یا معرف باللام کی طرف مضاف آئے گی، جیسے جاء نی الرجلُ الفاضلُ اور جاء نی الرجلُ صاحبُ الفرس۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معرف باللام اقسام معرفہ میں کم تر ہے، پس اگر اس کی صفت دیگر معارف کے ساتھ لائی جائے گی تو تابع کی متبوع پر فوقیت لازم آئے گی۔ اور معرف باللام اور مضاف الی المعرف باللام دونوں رتبہ میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعہ صفت لائی جاسکتی ہے۔

(۳) فائدہ: معرف باللام کی صفت معرف باللام بھی آتی ہے اور مضاف الی المعرف باللام بھی، مگر اسم اشارہ کی صفت صرف معرف باللام آتی ہے، مضاف الی المعرف باللام نہیں آتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ھذا میں ابہام ہے، اس ابہام کو معرف باللام دور کرسکتا ہے۔ اور جو اسم معرف باللام کی طرف مضاف ہو اس میں خود ابہام ہوتا ہے اور وہ اپنا ابہام اضافت کے ذریعہ دور کرتا ہے، پھر وہ دوسرے کا ابہام کیسے دور کرسکتا ہے؟ ـــــ بلکہ اگر معرف باللام بھی اسم اشارہ کا ابہام پوری طرح دور نہ کرسکے تو اس کو بھی صفت بنانا ضعیف ہے، جیسے مررتُ بهذا الأبيض، معلوم نہیں ابیض کون ہے؟ انسان ہے، جانور ہے یا کوئی اور چیز ہے؟ البتہ اگر ابہام دور ہو جائے تو اس کو صفت بنانا درست ہے جیسے مررتُ بهذا العالم۔ العالم نے بالکلیہ ابہام دور کردیا کہ وہ انسان ہے اور بڑا آدمی ہے۔

ترجمہ: قاعدہ: اور ضمیر نہ موصوف بنائی جاتی ہے اور نہ اس کے ذریعہ صفت لائی جاتی ہے ـــــ قاعدہ: موصوف اخص یا مساوی ہوتا ہے اور اس جگہ سے معرف باللام صفت نہیں لایا جاتا مگر اس کے مانند کے ذریعہ یا اس کے مانند کی طرف مضاف کے ذریعہ ـــــ فائدہ: اور باب ھذا یعنی اسم اشارہ کی صفت کا التزام کیا گیا ہے معرف باللام کے ساتھ: (اسم اشارہ میں) ابہام کی وجہ سے اور اسی جگہ سے ضعیف ہے: مررتُ بهذا الأبيض اور اچھا ہے: مررتُ بهذا العالم۔

[٢-] العطف

تابعٌ مقصودٌ بالنسبة مع متبوعه؛ ويَتَوَسَّطُ بينه وبين متبوعه أحد الحروف العشرة؛ وسيأتي؛ مثلُ: قام زيد وعَمْرٌو.

[قاعدة] وإذا عُطِفَ على المرفوع المتصلِّ: أُكِّدَ بمنفصل، مثلُ:" ضربتُ أنا وزيد"؛ إلا أن يقع فصلٌ: فيجوز تركه، مثلُ: "ضربتُ اليومَ وزيدٌ" (١)

[قاعدة] وإذا عُطِفَ على الضمير المجرور: أُعيد الخافضُ، نحوُ: " مررتُ بك وبزيد" (٢)

[قاعدة] والمعطوف فى حكم المعطوف عليه؛ ومن ثَمَّ: لم يَجُزْ فى: " مازيدٌ بقائم– أو قائماً– ولا ذَاهِبٌ عَمْرٌو" إلا الرفع. (٣)

[فائدة] وإنما جاز:" الذى يَطِيْرُ فَيَغْضَبُ زيدٌ الذُّبَابُ": لأنها فاء السببية. (٤)

[قاعدة] وإذا عُطِفَ على عامِلَيْنِ مختَلِفَيْنِ: لم يَجُزْ، خلافاً للفَرَّاءِ، إلا فى نحو: "فى الدار زيدٌ والحجرةِ عَمْرٌو"، خلافاً لسيبويه. (٥)

عطف کا بیان

عطف (معطوف): وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ نسبت میں مقصود ہو یعنی نسبت سے مقصود تابع ومتبوع دونوں ہوں، جیسے جاء زید وعمرو اس میں آنے کی نسبت معطوف اور معطوف علیہ دونوں کی طرف ہے۔

معطوف ومعطوف علیہ کے درمیان دس حروف عطف میں سے کوئی حرف آنا ضروری ہے (حروف عطف کا بیان بحث حروف میں آئے گا)

(۱) قاعدہ: ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے فصل ضروری ہے، خواہ ضمیر منفصل کا فصل ہو یا کسی اور چیز کا جیسے ضربتُ أنا وزید: میں نے اور زید نے مارا اور ضربتُ الیومَ وزید: آج میں نے اور زید نے مارا۔

(۲) قاعدہ: ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے حرف جر کا اعادہ ضروری ہے، جیسے مررتُ بك وبزید (اور اگر ضمیر مضاف کی وجہ سے مجرور ہو تو عطف کرتے وقت مضاف کا اعادہ ضروری ہے، جیسے نزل زید فی بیتی وبیتِ خالد)

(۳) قاعدہ: معطوف: معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو بات معطوف علیہ میں جائز یا ناجائز ہے وہی معطوف میں بھی جائز یا ناجائز ہے، جیسے ما زیدٌ بقائمٍ ولا ذاهبٌ عمرٌو اور ما زید قائما ولا ذاهبٌ عمرٌو میں صرف رفع جائز ہے۔ جر اور نصب جائز نہیں۔ کیونکہ جر یا نصب کی صورت میں قائم یا قائماً پر عطف ہوگا اور وہ زید کی خبر ہوگا جیسا کہ معطوف علیہ میں اس کی خبر ہے، اور یہ بات ممکن نہیں، کیونکہ معطوف علیہ میں قائم میں ضمیر ہے جو زید کی طرف لوٹتی ہے اور معطوف میں ایسی کوئی ضمیر نہیں جو زید کی طرف لوٹے، اس لئے ذاهب: زید کی خبر نہیں ہوسکتا، پس لامحالہ ذاهب کو خبر مقدم اور عمرو کو مبتدا مؤخر بنانا ہوگا۔ اور جملہ کا جملہ پر عطف ہوگا۔

(۴) فائدہ: یہ مذکورہ قاعدہ پر اعتراض کا جواب ہے۔ عرب کہتے ہیں: الذی یَطیر فیغضَب زیدٌ الذبابُ: وہ چیز جس کے اڑنے سے زید کو غصہ آتا ہے وہ مکھی ہے۔ اس میں الذی موصوف ہے اور یطیر میں ضمیر ہے جو الذی کی طرف لوٹتی ہے اور فاء عاطفہ ہے اور یغضَب میں الذی کی طرف لوٹنے والی کوئی ضمیر نہیں، پھر یہ ترکیب کیسے درست ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہ فاء عطف کے لئے نہیں ہے بلکہ سببیت کے لئے ہے اور وہ قاعدہ عطف کے لئے تھا، فاء سببیہ کے لئے نہیں تھا۔

(۵) قاعدہ: دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر —— خواہ ان کا اعراب متفق ہو یا مختلف —— عطف کرنا جمہور کے نزدیک جائز نہیں، جیسے إنَّ زیداً ضرب عمراً،

وبکراً خالداً: اس میں بکراً کا عطف زیداً پر ہے جو إنَّ کا اسم ہے اور خالداً کا عطف عمراً پر ہے جو ضرب کا مفعول ہے اور حرف عطف ایک ہے یہ جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

فراء اس میں اختلاف کرتے ہیں، وہ اس عطف کو جائز کہتے ہیں۔ اور وہ فی الدارِ زیدٌ والحجرةِ عمرٌو سے استدلال کرتے ہیں۔ اس میں الدار کا عامل فی ہے اور زیدٌ کا عامل ابتداء ہے اور الحجرة کا عطف الدار پر ہے اور عمرو کا زید پر، اور اس مثال سے مراد یہ ہے کہ پہلا معمول مجرور ہو اور دوسرا معمول مرفوع یا منصوب ہو تو اس کو جمہور خلاف قیاس جائز کہتے ہیں ——— اور سیبویہ اس کو بھی ناجائز کہتے ہیں، وہ الحجرة سے پہلے فی مقدر مانتے ہیں اور جملہ کا جملہ پر عطف کرتے ہیں۔

ترجمہ: (٢) عطف: وہ تابع ہے جو نسبت سے مقصود ہو اس کے متبوع کے ساتھ۔ اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان آتا ہے دس حروف میں سے ایک۔ اور عنقریب آئیں گے وہ ——— (قاعدہ) اور جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو ضمیر منفصل کے ذریعہ تاکید لائی جائے گی .... مگر یہ کہ فصل واقع ہو تو تاکید کا چھوڑنا جائز ہے ——— (قاعدہ) اور جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو حرفِ جر کو لوٹایا جائے گا ——— (قاعدہ) اور معطوف: معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اسی جگہ سے جائز نہیں ہے مازید بقائم (قائما) ولا ذاهب عمرو میں مگر رفع ——— (فائدہ) اور الذی یطیر إلخ صرف اس وجہ سے جائز ہے کہ فاء فائے سببیت ہے ——— (قاعدہ) اور جب دو مختلف عاملوں پر عطف کیا جائے تو جائز نہیں برخلاف فراء کے، مگر فی الدار إلخ جیسی مثال میں، برخلاف سبویہ کے۔

[٣-] التاکید

تابعٌ یُقَرِّرُ أَمْرَ المتبوع: فی النسبة، أو فی الشمول.

وهو: لفظی ومعنوی:[١]

فاللفظي: تكريرُ اللفظِ الأولِ، نحوُ: جاء ني زيدٌ زيدٌ؛ ويجرى في الألفاظ كلِّها.

والمعنوى: بألفاظ محصورة:

وهي:نفسُه، وعينُه، وكلاهما، وكلُّه، وأجمعُ، وأَكْتَعُ، وأَبْتَعُ، وأَبْصَعُ.

فالأولان: يَعُمَّانِ: باختلاف صيغتِهما وضميرِهما، تقول: نفسه، ونفسها، وأنفسُهما، وأنفسهم، وأنفسهن.

والثاني: للمثنى، تقول: كلاهما، وكلتاهما.

والباقي: لغير المثنى: باختلاف الضمير: في كله، وكلها، وكلهم، وكلهن، والصِّيَغِ في البواقي، تقول: أجمعُ، وجَمْعَاء، وأجمعون، وجُمَعُ.

تاکید کا بیان

تاکید: وہ تابع ہے جو فعل کی نسبت کو یا حکم کے شمول کو ایسا پختہ کرے کہ سامع کو شک باقی نہ رہے، جیسے جاء زیدٌ نفسُه: زید خود آیا۔ اس میں آنے کی جو نسبت زید کی طرف کی گئی ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید خود نہ آیا ہو، بلکہ اس کا قاصد آیا ہو، یا اس کی اطلاع آئی ہو، نفسُہ نے اس احتمال کو ختم کر دیا —— اور جاء الرکبُ کلُّھم: قافلہ سارا آیا۔ اس میں جو آنے کا حکم قافلہ پر لگایا گیا ہے اس میں یہ احتمال تھا کہ شاید پورا قافلہ نہ آیا ہو، اور حکم اکثر افراد کے اعتبار سے لگایا گیا ہو، کلُّھم نے اس احتمال کو ختم کر دیا۔

(۱) تاکید کی دو قسمیں ہیں: تاکید لفظی اور تاکید معنوی: تاکید لفظی: پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے، جیسے جاء زید زید تاکید لفظی تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے، خواہ وہ اسماء

ہوں، افعال ہوں یا حروف ہوں اور خواہ وہ جملے ہوں یا مرکباتِ ناقصہ ـــــ اور تاکید معنوی: چند متعین الفاظ سے تاکید لانا ہے۔ اور وہ الفاظ: نفس، عین الخ ہیں۔

اول دو یعنی نفس اور عین نسبت کی تاکید معنوی کے لئے ہیں اور دونوں عام ہیں۔ مفرد، تثنیہ اور جمع سب کے لئے مستعمل ہیں۔ اور دونوں کی ایسی ضمیر کی طرف اضافت ضروری ہے جو مؤکَّد کے مطابق ہو، جیسے جاء زید نفسه/ عينُه اور جاء ت فاطمة نفسها/ عينُها، اور اگر مؤکَّد: تثنیہ جمع ہو تو نفس اور عین کی جمع أنفس اور أعين لائی جائے گی، جیسے جاء الزيدان أنفسهما، جاء الزيدون أنفسهم۔

اور شمول کی تاکید کے لئے چار لفظ ہیں: كِلاَ، كلتا كلّ اور جميع (أجمع) جاء الزيدان كلاهما، جاء ت المرأتان كلتاهما. جاء القومُ كلهم/ جميعهم/ أجمعين۔ اور كلاهما (مذکر کے لئے) كلتاهما (مؤنث کے لئے) ہے اور باقی تمام الفاظ غیر تثنیہ (واحد و جمع) کے لئے ہیں، البتہ ان کی ضمیریں بدلیں گی۔ اور لفظ جمیع مختلف صیغوں کے ساتھ آتا ہے جیسے أجمع وغیرہ (والصیغ کا عطف الضمير پر ہے)

ترجمہ: تاکید: وہ تابع ہے جو متبوع کے معاملہ کو ثابت کرتا ہے نسبت میں یا شمول (عموم) میں ـــــ اور تاکید: لفظی اور معنوی ہے ـــــ پس لفظی: پہلے لفظ کو مکرر لانا ہے، جیسے جاء نی زید زید اور جاری ہوتی ہے تاکید لفظی سارے ہی الفاظ میں ـــــ اور تاکید معنوی: گنے ہوئے لفظوں کے ذریعہ ہے ـــــ اور وہ الفاظ: نفسه اور عينه الخ ہیں پس پہلے دو لفظ: دونوں عام ہیں ان دونوں کے صیغوں اور ضمیروں کے اختلاف (بدلنے) کے ساتھ ـــــ اور دوسرا لفظ یعنی كلاهما (جب پہلے دو لفظوں کو أولان کہا تو اب تیسرے لفظ کو الثانی کہہ دیا) تثنیہ کے لئے ہے ـــــ اور باقی الفاظ: غیر تثنیہ (مفرد و جمع) کے لئے ہیں، ضمیر کے اختلاف کے ساتھ كله، كلها، كلهم اور كلهن میں اور صیغوں کے اختلاف کے ساتھ باقی الفاظ

میں، کہیں گے آپ (مذکر واحد میں) أجمع اور (مؤنث واحد میں) جمعاء اور (جمع مذکر میں) أجمعون اور (جمع مؤنث میں) جُمَعٌ۔

[قاعدة] ولا يؤَكَّدُ بكلٍ وأجمعَ إلا ذوأجزاءَ يصحُّ افتراقُها: حِسًّا أوحكماً، مثلُ: أكرمتُ القومَ كلَّهم، واشتريتُ العبدَ كلَّه، بخلاف: جاء زيد كلُّه.(۱)

[قاعدة] وإذا أُكِّدَ الضميرُ المرفوعُ المتصلُ بالنفس والعين: أُكِّدَ بمنفصل، مثلُ: ضربتَ أنتَ نفسُك.(۲)

[قاعدة] وأكتعُ وأخواه أتباعٌ لأجمعَ، فلا يتقدَّم عليه؛ وذكرها دونه ضعيف.(۳)

(۱) قاعدہ: لفظ کل اور أجمع کے ذریعہ ایسی چیز کی تاکید لائی جائے گی جس کے ایسے اجزاء ہوں جو حساً یا حکماً جدا جدا ہوسکتے ہوں۔ جیسے أکرمتُ القومَ کلَّهم (قوم کے اجزاء حساً جدا جدا ہوسکتے ہیں) اور اشتريتُ العبد كلّه (غلام کے اجزاء حکماً جدا ہوسکتے ہیں یعنی آدھا پاؤ غلام خریدا جاسکتا ہے) پس جاء زید کلُّه ناجائز ہے کیونکہ زید کے اجزاء نہ حساً ہوسکتے ہیں نہ حکماً۔

(۲) قاعدہ: جب ضمیر مرفوع متصل کی لفظ نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائی جائے تو اولاً اس کی ضمیر منفصل سے تاکید لائی جائے گی پھر نفس اور عین کے ذریعہ تاکید لائیں گے، جیسے ضربتَ أنتَ نفسُك اور ضربتُ أنا نفسی۔

(۳) قاعدہ: أکتع اور اس کے دو بھائی أبتع اور أبصع: أجمع کے تابع ہیں اس لئے اس سے پہلے نہیں آسکتے اور اس کے بغیر ان کو ذکر کرنا ضعیف ہے، کہیں گے: جاء القوم أجمعُ أكتعُ/ أبتعُ/ أبصعُ۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور کلّ اور أجمع کے ذریعہ تاکید نہیں لائی جائے گی مگر ایسے

اجزاء والی چیز کی جن کا جدا جدا ہونا صحیح ہو، محسوس طور پر یا حکمی طور پر ـــــ (قاعدہ) اور جب ضمیر مرفوع متصل کی نفس اور عین کے ساتھ تاکید لائی جائے تو ضمیر منفصل سے تاکید لائی جائے گی ـــــ (قاعدہ) اور أکتع اور اس کے دونوں بھائی أجمع کے دم چھلّے ہیں، پس وہ اس پر مقدم نہیں ہونگے اور ان کا ذکر کرنا أجمع کے بغیر ضعیف ہے۔

[٤-] البدل:

تابعٌ مقصودٌ بما نُسِبَ إلى المتبوع، دونه.

وهو: بدل الكل، والبعض، والاشتمال، والغلط:

فالأول: مدلولُه مدلولُ الأول.

والثاني: جزءُه.

والثالث: بينه وبين الأول بغيرهما.

والرابع: أن تَقْصِدَ إليه بعدَ أن غَلَطْتَّ بغيره.

[قاعدة] ويكونان معرفتين، ونكرتين، ومختلِفتين.

وإذا كان نكرةً من معرفة فالنعتُ، مثلُ: ﴿بِالنَّاصِيَةِ: نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ﴾(١)

[قاعدة] ويكونان ظاهرين، ومضمرين، ومختلفين.(٢)

[قاعدة] ولا يُبْدَلُ ظاهر من مُضْمَرٍ بدلَ الكل إلا من الغائب، نحو: ضربتُه زيداً.(٣)

بدل کا بیان

بدل: وہ دوسرا اسم ہے جو حقیقت میں مقصود ہوتا ہے۔ پہلا اسم مقصود نہیں ہوتا۔ پہلا اسم مبدل منہ کہلاتا ہے، جیسے سُلِبَ زیدٌ ثوبُہ: زید کا کپڑا چھینا گیا۔ اس میں

ثوبه بدل ہے اور وہی مقصود ہے، کیونکہ زید نہیں چھینا گیا بلکہ کپڑا چھینا گیا ہے۔

بدل کی چار قسمیں ہیں: بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال اور بدل الغلط:

(۱) بدل الکل: وہ بدل ہے جس کا مصداق اور مبدل منہ کا مصداق ایک ہو، جیسے جاء نی زید أخوك: اس میں زید اور أخوك کا مصداق ایک ہے۔

(۲) بدل البعض: وہ بدل ہے جو مبدل منہ کا جزء ہو، جیسے ضُرِبَ زید رأسُه: زید کے سر پر مارا گیا۔ سر زید کا جزء ہے اس لئے یہ بدل البعض ہے۔

(۳) بدل الاشتمال: وہ بدل ہے جس کے درمیان اور مبدل منہ کے درمیان کلیت وجزئیت کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو۔ بالفاظ دیگر: بدل: مبدل منہ سے تعلق رکھنے والی کوئی چیز ہو، جیسے سُلِبَ زید ثوبُه: کپڑا زید سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

(۴) بدل الغلط: وہ بدل ہے جو غلطی ہو جانے کے بعد اس کی تلافی کے لئے لایا گیا ہو، جیسے اشتریتُ فرساً حماراً: میں نے گھوڑا خریدا نہیں گدھا۔ یعنی گھوڑے کا تذکرہ غلطی سے زبان پر آ گیا درحقیقت گدھا خریدا ہے۔

(۱) قاعدہ: کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوتے ہیں، جیسے جاء نی زید أخوك، کبھی دونوں نکرہ ہوتے ہیں، جیسے جاء نی رجلٌ غلامٌ، کبھی دونوں مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک نکرہ ہوتا ہے دوسرا معرفہ، جیسے بالناصية: ناصيةٍ کاذبةٍ: اس میں مبدل منہ معرفہ ہے اور بدل نکرہ اور جاء نی رجلٌ غلامُ زید: اس میں مبدل منہ نکرہ ہے اور بدل معرفہ ـــــ اور جب بدل نکرہ اور مبدل منہ معرفہ ہو تو نکرہ کی نعت لانا ضروری ہے، جیسے ناصيةٍ کاذبةٍ۔

(۲) قاعدہ: کبھی بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں، جیسے جاء زید أخوك، کبھی دونوں ضمیر ہوتے ہیں، جیسے الزیدون لَقِیْتَهم إياهم، اور کبھی مختلف ہوتے ہیں یعنی ایک اسم ظاہر ہوتا ہے اور دوسرا ضمیر، جیسے أخوك ضربتَ زيداً إياه (مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل ضمیر ہے) أخوك ضربته زيداً (مبدل منہ ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہے)

(۳) قاعدہ: اسم ظاہر سوائے ضمیر غائب کے کسی اور ضمیر سے بدل الکل نہیں آتا۔ جیسے ضربتُه زیداً۔ اور ضمیر متکلم اور مخاطب سے اسم ظاہر بدل الکل اس لئے نہیں آتا کہ بدل: مبدل منہ کا عین ہوتا ہے اور اسم ظاہر بحکم ضمیر غائب ہوتا ہے۔ پس ضمیر متکلم ومخاطب بھی ضمیر غائب ہوجائیں گے وھو کما تری!

ترجمہ: بدل: وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف منسوب کی ہوئی بات سے مقصود ہوتا ہے، مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا۔ اور وہ بدل کل، بدل بعض، بدل اشتمال اور بدل الغلط ہے۔ پس پہلا یعنی بدل الکل: اس کا مدلول اول (مبدل منہ) کا مدلول ہے یعنی دونوں ایک ہوتے ہیں اور ثانی: اول کا جز ہوتا ہے۔ اور تیسرا: بدل کے درمیان اور اول (مبدل منہ) کے درمیان مذکورہ دونوں تعلقات کے علاوہ کوئی تعلق ہوتا ہے اور چوتھا: یہ ہے کہ آپ اس کا ارادہ کریں اس کے علاوہ کے ذریعہ غلطی ہوجانے کے بعد ——— (قاعدہ) اور ہوتے ہیں دونوں معرفہ اور دونوں نکرہ اور دونوں مختلف اور جب معرفہ سے نکرہ بدل واقع ہو تو صفت ضروری ہے ——— (قاعدہ) اور دونوں اسم ظاہر ہوتے ہیں اور دونوں ضمیریں ہوتے ہیں اور دونوں مختلف ہوتے ہیں ——— (قاعدہ) اور اسم ظاہر بدل کل نہیں لایا جاتا ضمیر سے مگر ضمیر غائب سے۔

[٥-] عطف البيان

تابعٌ غيرُ صفةٍ يوضح متبوعه، مثلُ: أَقْسَمَ باللّٰهِ أبو حفص عُمَرُ.

[فائدة] وفصلُه من البدل لفظاً فى مثل:" أنا ابنُ التاركِ البَكْرِيِّ بِشْرٍ"(۱)

عطف بیان کا بیان

عطف بیان: وہ دوسرا اسم ہے جو صفت نہ ہو اور پہلے اسم کی وضاحت کرے،

جیسے أَقْسَمَ باللہ أبو حفصٍ عمرُ: ابوحفص یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھائی اس میں عمر عطف بیان ہے ابوحفص کا (نام اور کنیت میں سے جو اشہر ہو گا اس کو عطف بیان بنایا جائے گا)

مثال کا واقعہ: ایک اعرابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ کہنے لگا: ''میرا مکان دور ہے، میری اونٹنی لاغر ہے، اس کی پیٹھ زخمی ہے اور اس کے پیر میں سوراخ ہے، آپ مجھے ایک اونٹنی دیجئے!'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا: ''تم جھوٹے ہو!'' اور اونٹنی دینے سے انکار کر دیا۔ اعرابی یہ سن کر چل دیا۔ وہ پتھریلی زمین میں اپنی اونٹنی کے پیچھے چل رہا تھا اور کہہ رہا تھا: أقسم باللہ أبو حفصٍ عَمْرُ÷ ما مَسَّها من نَقَبٍ ولا دَبَرْ÷ اِغْفِرْ له اللّٰهم إن كان فَجَرْ: ابوحفص حضرت عمرؓ نے اللہ کی قسم کھائی ÷ نہیں چھویا ہے اس کو کھروں کے زخم نے اور نہ پیٹھ کے زخم نے ÷ بخشش فرما ان کی اے اللہ! اگر انھوں نے جھوٹی قسم کھائی ہے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتفاقاً اُدھر ہی سے آرہے تھے آپ نے اس کے اشعار سن کر فرمایا: اللّٰهم صَدِّق! صدِّق! اے اللہ اس کو سچا کر دے! سچا کر دے! آپ نے اس سے کہا: اپنے اونٹ کا سامان اتار۔ دیکھا تو اس کی پیٹھ زخمی تھی اور وہ نہایت لاغر تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنا اونٹ اس کو دے دیا اور کھانے پینے کا سامان بھی دیا اور کپڑے بھی دئے۔

(۱) فائدہ: عطف بیان اور بدل کے درمیان لفظی اور معنوی دونوں طرح سے فرق ہوتا ہے۔ معنوی فرق تو یہ ہے کہ بدل میں مقصود تابع ہوتا ہے، مبدل منہ مقصود نہیں ہوتا اور عطف بیان میں دونوں مقصود ہوتے ہیں اور عطف بیان اپنے متبوع کی وضاحت کرتا ہے۔ غرض معنوی فرق تو واضح ہے۔ البتہ دونوں میں لفظی فرق خفی ہے جو اس شعر سے واضح ہوتا ہے۔ مراد اسدی نے قبیلۂ بنی بکر کے ایک شخص کو جنگ میں قتل کیا جس کا نام بشر تھا۔ یہ قبیلہ بہادری میں مشہور ہے۔ مراد: فخریہ کہتا ہے:

أنا ابنُ التارِكِ البَكرى بشرٍ ❁ عليه الطيرُ ترقبه وقوعاً

(میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو قبیلۂ بنی بکر کے بِشْر نامی بہادر شخص کو میدان کارزار میں قتل کر کے چھوڑ دینے والا ہے÷ اس حال میں کہ گوشت خور پرندے اس پر گرنے کا انتظار کر رہے ہیں کہ اس کی روح بدن سے نکلے کہ اس کو کھائیں) اس میں بِشْر: البَکری کا عطف بیان ہے۔ بدل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بدل میں عامل کی تکرار ضروری ہے پس عبارت ہوگی أنا ابن التارك بشر اور یہ ترکیب جائز نہیں، جیسے الضاربُ زیدٍ جائز نہیں اور عطف بیان میں عامل کی تکرار نہیں ہوتی پس ترکیب التاركُ البکری ہوگی اور وہ الضاربُ الرجل جیسی ہوگی جو جائز ہے۔

مشقی سوالات

(۱) مجرور کس کو کہتے ہیں؟ مضاف اور مضاف الیہ کی تعریف بیان کرو؟ حرف جر کی تقدیر کے لئے کیا شرط ہے؟

(۲) اضافت کی کتنی قسمیں ہیں؟ اضافت معنوی کی عربی تعریف سنائیں اور اضافت لفظی کی بھی عربی تعریف مع مثال سنائیں

(۳) اضافت معنوی میں کونسے حرف جر مقدر ہوتے ہیں؟ اور کہاں ہوتے ہیں؟ مثالیں بھی دیں

(۴) اضافتِ معنوی کا کیا فائدہ ہے؟ اور اضافت معنوی کے لئے کیا شرط ہے؟

(۵) اضافت لفظی کا کیا فائدہ ہے؟ اور اس پر جو تفریعات کی ہیں وہ بیان کریں

(۶) موصوف کی صفت کی طرف اور صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جو وارد ہوئی ہیں ان کی کیا تاویل ہے؟

(۷) اسم عموم وخصوص میں اپنے مماثل کی طرف مضاف ہوتا ہے؟ اور اس میں سے کون مستثنیٰ ہیں؟

(۸) جب کسی اسم کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس کے آخر کے کیا احوال ہوتے ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو

(۹) اسمائے ستّہ کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو انکے کیا احوال ہیں؟

(۱۰) ذو کا کیا حکم ہے؟ حم میں کتنی وجوہ ہیں؟ جب اسمائے ستّہ مقطوع الاضافہ ہوں تو ان کا اعراب کس طرح آئے گا؟

(۱۱) تابع کی عربی تعریف کریں اور بتائیں کہ کل توابع کتنے ہیں؟ اور کیا ہیں؟

(۱۲) نعت کی عربی تعریف سنائیں اور بتائیں کہ نعت کتنے مقاصد کے لئے آتی ہے؟

(۱۳) کیا نعت کے لئے مشتق ہونا ضروری ہے؟ اگر ضروری نہیں تو پھر کیا چیز ضروری ہے؟

(۱۴) جب نکرہ کی صفت جملہ خبریہ آئے تو کیا چیز ضروری ہے؟

(۱۵) صفت بحال الموصوف کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی موصوف کے ساتھ کتنی باتوں میں مطابقت ضروری ہے؟

(۱۶) صفت بحال متعلق موصوف کس کو کہتے ہیں؟ اور اس کی موصوف کے ساتھ کتنی باتوں میں مطابقت ضروری ہے؟

(۱۷) ضمیر موصوف یا صفت ہو سکتی ہے؟ اور موصوف کے لئے اخص یا مساوی ہونا کیوں ضروری ہے؟

(۱۸) اسم اشارہ کی صفت کیسی آ سکتی ہے؟

(۱۹) عطف کی تعریف کریں اور بتائیں ضمیر مرفوع متصل پر عطف کرنے کے لئے کیا بات ضروری ہے؟ اور ضمیر مجرور پر عطف کرنے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟

(۲۰) معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ مثال سے واضح کریں

(۲۱) کیا دو مختلف عاملوں پر عطف جائز ہے؟ اور اس میں کیا اختلاف ہے؟

(۲۲) تاکید کی عربی تعریف سنائیں۔ تاکید کی کتنی قسمیں ہیں؟ تاکید معنوی کے لئے کیا الفاظ ہیں؟ اور ان کے استعمال کا طریقہ کیا ہے؟

(۲۳) کلّ اور أجمع سے کیسی چیز کی تاکید لائی جاتی ہے؟ اور ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کے لئے کیا الفاظ لانے ضروری ہیں؟

(۲۴) أکتع، أبتع اور أبصع کے احکام بیان کریں

(۲۵) بدل کی عربی تعریف سنائیں۔ بدل کی کتنی قسمیں ہیں؟ ہر ایک کی تعریف مع امثلہ بیان کریں

(۲۶) بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ، دونوں نکرہ اور دونوں مختلف ہوسکتے ہیں ان کی مثالیں دیں

(۲۷) بدل اور مبدل منہ دونوں اسم ظاہر، دونوں ضمیریں اور دونوں مختلف ہوسکتے ہیں ان کی مثالیں دیں

(۲۸) اسم ظاہر کونسی ضمیر سے بدل آسکتا ہے؟ اور باقی سے کیوں نہیں آسکتا؟

(۲۹) عطف بیان کی تعریف بیان کریں اور اس کی مثال دیں اور اس کی وضاحت کریں

(۳۰) عطف بیان اور بدل میں لفظی فرق شعر سے واضح کریں اور شعر کی وضاحت کریں۔

المبنيُّ:

ماناسَبَ مبنيَّ الأصل، أو وقع غيرَ مركبٍ.

وألقابه: ضَمٌّ، وفتحٌ، وكسر، ووقفٌ.

وحكمه: أن لا يختلف آخِرُه لاختلاف العوامل.

وهي: المضمرات، وأسماء الإشارة، والموصولاتُ، والمركباتُ، والكناياتُ، وأسماءُ الأفعال، والأصواتُ، وبعضُ الظروف.

مبنیات کا بیان

اسمائے معربہ کا بیان پورا ہوا۔اب مبنیات کا بیان شروع کرتے ہیں۔اسم مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے مشابہ ہو یا غیر مرکب واقع ہو۔مبنی الاصل: تین ہیں: جملہ حروف،فعل ماضی اور امر حاضر معروف (جبکہ ان کے ساتھ ضمائر مرفوع متصل نہ لگی ہوں) —— مبنی کا حکم: مبنی کا آخر عامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔جیسے جاء ھؤلاء، رأیتُ ھؤلاء، مررتُ بھؤلاء —— اسم مبنی کو اسم غیر متمکن بھی کہتے ہیں اور اسم مبنی کے اعراب کے نام: ضمہ،فتحہ،کسرہ اور وقف ہیں۔کل اسمائے مبنیہ آٹھ ہیں: ضمیریں،اسمائے اشارہ،اسمائے موصولہ،مرکب بنائی،اسمائے کنایہ،اسمائے افعال، اسمائے اصوات اور بعض اسمائے ظروف۔

ترجمہ: مبنی: وہ اسم ہے جو مبنی الاصل سے مناسبت رکھتا ہو یا غیر مرکب واقع ہوا ہو۔اور مبنی کی حرکتوں کے نام: ضمہ،فتحہ،کسرہ اور وقف ہیں۔اور مبنی کا حکم: یہ ہے کہ اس کا آخر عاملوں کے اختلاف سے نہیں بدلتا اور مبنیات: ضمیریں،اسمائے اشارہ الخ ہیں۔

[۱-] المُضمر

ما وُضِعَ لمتكلم، أو مخاطَب، أو غائب تقدَّم ذكره: لفظاً، أو معنىً، أو حكماً.

وهو: متصل ومنفصلٌ؛فالمنفصلُ: المستقِلُّ بنفسه؛ والمتصل: غيرُ المستقِلِّ بنفسه.

وهو:مرفوع، ومنصوب، ومجرور: فالأولانِ: متصلٌ، ومنفصلٌ، والثالث: متصلٌ:

فذلك: خمسةُ أنواع:

الأول: ضَرَبْتُ وَضُرِبْتُ ــــ إلى ــــ ضَرَبْنَ وضُرِبْنَ.

والثاني: أنا ــــ إلى ــــ هُنَّ.

والثالث: ضَرَبَنِيْ ــــ إلى ــــ ضَرَبَهُنَّ؛ و: إِنَّنِيْ ــــ إلى ــــ إِنَّهُنَّ.

والرابع: إِيَّایَ ــــ إلى ــــ إِيَّاهُنَّ.

والخامس: غُلَامِيْ ولِيْ ــــ إلى ــــ غلامِهِنَّ، ولَهُنَّ.

(۱)ضمیروں کا بیان

ضمیر: وہ اسم ہے جو متکلم یا حاضر پر یا ایسے غائب پر دلالت کرے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہو، خواہ لفظاً تذکرہ آیا ہو، خواہ معنیً، خواہ حکماً یعنی رتبۃً، جیسے زید ضربتُه (لفظی تقدم ذکری کی مثال) ﴿اِعْدِلُوْا هُوَ أَقْرَبُ لَلتَّقْوٰی﴾ ھو کا مرجع عدل ہے جو معنیً پہلے مذکور ہے کیونکہ اعدلو اتضمناً اس پر دلالت کرتا ہے ﴿وَلِأَبَوَيْهِ (مورث کے والدین کے لئے) لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ (مورث کا تذکرہ پہلے التزاماً آگیا ہے کیونکہ میراث کا تذکرہ مورث کے تذکرہ کو مستلزم ہے یہ دونوں معنوی تقدم

ذکری کی مثالیں ہیں) ـــــ اور تقدم حکمی: ضمیر شان ضمیر قصہ اور رتبۃً مقدم میں ہوتا ہے۔

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: متصل اور منفصل۔ متصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات نہ ہو یعنی اس کا تلفظ عامل کو ملائے بغیر ممکن نہ ہو، جیسے ضربتُ کی تاء اور منفصل: وہ ضمیر ہے جو مستقل بالذات ہو، جیسے ھو۔

پھر ہر ایک کی عقلاً تین قسمیں ہیں: مرفوع، منصوب اور مجرور۔ مگر اول دو متصل اور منفصل ہوتی ہیں، اور مجرور: صرف متصل ہوتی ہے، مجرور منفصل کوئی ضمیر نہیں۔ پس ضمیروں کی مستعمل قسمیں پانچ ہیں:

۱۔ ضمیر مرفوع متصل: وہ ضمیریں ہیں جو فاعل بنتی ہیں اور فعل سے ملی ہوئی آتی ہیں (یہ ضمیریں فعل سے علحدہ نہیں لکھی جاسکتیں) یہ ضمیریں چودہ ہیں: ضرب (میں ھو پوشیدہ) ضَرَبَا (میں الف تثنیہ) ضَرَبُوْا (میں واو جمع، الف ضمیر نہیں ہے) ضَرَبَتْ (میں ھی پوشیدہ اور تاء ساکن علامت تانیث ہے) ضربتا (میں الف تثنیہ یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے اور تاء علامتِ تانیث ہے) ضَرَبْنَ (میں نون) ضربتَ (میں تاء مفتوح) ضربتما (میں تما) ضربتم (میں تُم) ضربتِ (میں تاء مکسور) ضربتما (میں تما، یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے) ضربتم (میں تم) ضربتِ (میں تاء مکسور) ضربتما (میں تما یہ مذکر ومؤنث میں مشترک صیغہ ہے، اور علامتِ تانیث کوئی نہیں) ضربتن (میں تُنَّ) ضربتُ (میں تاء مضموم) ضَرَبْنَا (میں نا) ـــــ یہ ضمیریں فعل معروف اور فعل مجہول دونوں کے ساتھ لگتی ہیں۔ اسی طرح فعل مضارع اور امر حاضر معروف میں بھی لگتی ہیں۔

نوٹ: عربی کتابوں میں پہلے متکلم کے صیغے لکھتے ہیں، پھر حاضر کے، پھر غائب کے، کیونکہ ضمیروں کے مرتبے اسی طرح ہیں۔ متکلم کی ضمیریں اعرف المعارف ہیں، پھر حاضر کی، پھر غائب کی۔ اور اردو کتابوں میں بچوں کی سہولت کے لئے اس کے

برعکس ترتیب ہے۔

۲-ضمیر مرفوع منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مبتدا یا فاعل بنتی ہیں اور علحدہ آتی ہیں جیسے هو قائم اور قائم هو یہ بھی چودہ ہیں: هو سے نحن تک۔

۳-ضمیر منصوب متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں اور فعل سے یا ناصب سے ملی ہوئی آتی ہیں۔ یہ بھی چودہ ہیں: ضربه سے ضَرَبَنَا تک۔

۴-ضمیر منصوب منفصل: وہ ضمیریں ہیں جو مفعول بہ یا کوئی اور منصوب بنتی ہیں، یہ بھی چودہ ہیں: إياه سے إيانا تک۔

۵-ضمیر مجرور متصل: وہ ضمیریں ہیں جو مضاف الیہ یا مجرور بحرف جر بنتی ہیں۔ اور حرف جر یا مضاف سے ملی ہوئی آتی ہیں۔ یہ بھی چودہ ہیں: له سے لنا تک اور كتابه سے كتابنا تک۔

ترجمہ: ۱-ضمیر: وہ اسم ہے جو وضع کیا گیا ہو متکلم یا حاضر یا ایسے غائب کے لئے جس کا تذکرہ پہلے آچکا ہو خواہ لفظوں میں آیا ہو یا معنًی یا حکماً —— اور ضمیر: متصل اور منفصل ہے۔ پس منفصل: وہ ہے جو اپنی ذات کے ساتھ مستقل ہو۔ اور متصل: وہ ہے جو اپنی ذات کے ساتھ مستقل نہ ہو —— اور ضمیر: مرفوع اور منصوب اور مجرور ہے۔ پس پہلی دو: متصل اور منفصل ہیں۔ اور تیسری متصل ہے —— پس وہ پانچ قسمیں ہیں: پہلی ضَرَبْتُ سے ضَرَبْنَ تک اور ضُرِبْتُ سے ضُرِبْنَ تک —— اور دوسری: أنا سے هُنَّ تک —— اور تیسری: ضَرَبَنِيْ سے ضَرَبَهُنَّ تک اور إِنَّنِيْ سے إِنَّهُنَّ تک —— اور چوتھی إياى سے إياهن تک —— اور پانچویں غلامی سے غلامهن تک اور لی سے لهن تک۔

[قاعدة] فالمرفوع المتصلُ خاصةً يَسْتَتِرُ:[۱]

[الف] فی الماضی: للغائب والغائبة.

[ب] وفی المضارع: للمتکلم: مطلقاً، والمخاطَب، والغائب،

والغائبة.

[ج] وفي الصفة: مطلقاً.

[قاعدة] ولا يَسُوْغُ المنفصلُ إلا لتعذُّر المتصل.(۲)

وذلك:

[۱-] بالتقديم على عامله.

[۲-] أو بالفصل لغرض.

[۳-] أو بالحذف.

[٤-] أو بكون العامل معنويا.

[٥-] أو حرفاً، والضميرُ مرفوع.

[٦-] أو بكونه مُسْنَدًا إليه صفةٌ جرت على غير من هي له.

مثل: إياك ضربتُ، وما ضَرَبَكَ إلا أنا، وإياكَ والشَّرَّ، وأنا زيدٌ، وما أنت قائما، وهندٌ زيدٌ ضَارِبَتُهُ هي.

(۱) قاعدہ: ماضی کے دو صیغوں میں (واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں) اور مضارع کے پانچ صیغوں میں (واحد مذکر غائب، واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر اور متکلم کے دونوں صیغوں میں) اور امر حاضر کے ایک صیغہ میں (واحد مذکر حاضر میں) اور صفتِ مشبہ کے تمام صیغوں میں ضمیر مرفوع متصل مستتر ہوتی ہے اور باقی صیغوں میں بارز ہوتی ہے۔

(۲) قاعدہ: ضمیر منفصل کا استعمال اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل لانا دشوار ہو، اور اس کی چھ جگہیں ہیں: (۱) جب حصر کے ارادے سے ضمیر کو عامل پر مقدم کرنا ہو، جیسے إياك ضربتُ: تجھی کو میں نے مارا (۲) جب کسی مقصد سے (مثلاً حصر کرنا) عامل اور ضمیر میں فصل کیا جائے، جیسے ما ضربك إلا أنا: میں نے ہی تجھ کو مارا (۳) جب عامل محذوف ہو، جیسے إيَّاك والشَّرَّ: برائی سے بچ، اس کی اصل اتَّقِ نفسَك

والشرَّ ہے، پہلے فعل کو حذف کیا، پھر ضمیر کو منفصل لائے (۴) جب عامل معنوی ہو جیسے أنا زید: أنا کا عامل معنوی یعنی ابتداء ہے (۵) جب عامل حرف ہو، اور ضمیر مرفوع ہو تو وہ حرف کے ساتھ نہیں جڑ سکتی، جیسے ما أنت قائما: تو کھڑا نہیں (٦) جب ضمیر کی طرف کوئی ایسی صفت منسوب کی گئی ہو جو موصوف کے علاوہ پر جاری ہو جیسے ہندہ نے زید کو مارا اور کہنے والے نے کہا: هندٌ زیدٌ ضارِبَتُه هي: ہندہ: زید: اس کو مارنے والی وہ ہے۔ اس میں هند: پہلا مبتدا ہے، زید: دوسرا، ضاربةٌ: زید کی خبر ہے۔ پس وہ اس کی صفت ہے (خبر درحقیقت مبتدا کی صفت ہوتی ہے) حالانکہ حقیقت میں یہ ہندہ کی صفت ہے، ہٗ: ضاربة کا مفعول بہ ہے، اور هي اس کا فاعل ہے۔ پس اگر هي کو ضمیر منفصل نہیں لائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا کہ مارنے والی ہندہ ہے یا زید؟ کیونکہ زید اقرب ہے۔

نوٹ: یہ مثال صحیح نہیں، کیونکہ ضاربة کی تانیث قرینہ ہے کہ مارنے والی ہندہ ہے۔ صحیح مثال یہ ہے: زیدٌ عمروٌ ضاربه هو ہے۔ اس میں زید: مبتدا اول، عمرو مبتدا ثانی، ضارب اپنے فاعل هو اور مفعول بہ ہٗ کے ساتھ مل کر عمرو کی خبر ہے پس وہ اس کی صفت ہوگی حالانکہ وہ زید کے ساتھ قائم ہے یعنی مارنے والا زید ہے، پس جب صرف زید عمرو ضاربه کہیں گے تو اشتباہ ہوگا کہ مارنے والا زید ہے یا عمرو؟ بلکہ متبادر یہ ہوگا کہ مارنے والا عمرو ہے کیونکہ وہ ضارب کی ضمیر مستتر سے اقرب ہے، اور جب هو بڑھایا تو التباس ختم ہوگیا، کیونکہ ضمیر میں اصل اتصال ہے، انفصال خلاف اصل ہے، پس جب ضمیر منفصل لائیں گے تو سامع سمجھ جائے گا کہ مرجع بھی خلاف ظاہر ہوگا اور وہ زید ہے، اگر مرجع خلاف ظاہر نہ ہوتا تو انفصال کی ضرورت نہ تھی، غرض اس انفصال ہی سے التباس مرتفع ہوگا اس لئے یہاں ضمیر متصل لانا متعذر رہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) پس مرفوع متصل خاص طور پر پوشیدہ ہوتی ہے: (الف) ماضی

میں: واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لئے (ب) مضارع میں: متکلم کے لئے ہر حال میں یعنی متکلم کے دونوں صیغوں میں اور واحد مذکر حاضر اور واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب کے لئے (ج) اور صفت (اسم فاعل، اسم مفعول، صفتِ مشبہ اور اسم تفضیل) میں ہر حال میں یعنی خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث اور خواہ وہ واحد کا صیغہ ہو یا زائد کا ـــــ (قاعدہ) اور جائز نہیں منفصل مگر متصل کے دشوار ہونے کے وقت ـــــ اور وہ دشواری: (۱) اس کے عامل پر مقدم کرنے سے ہے (۲) یا کسی مقصد سے عامل سے جدا کرنے کی وجہ سے ہے (۳) یا عامل کے حذف کرنے کی وجہ سے ہے (۴) یا عامل کے معنوی ہونے کی وجہ سے ہے (۵) یا عامل کے حرف ہونے کی وجہ سے ہے درانحالیکہ ضمیر مرفوع ہو (۶) یا اس ضمیر کے ہونے کی وجہ سے منسوب کی گئی اس کی طرف کوئی ایسی صفت جو جاری ہوئی ہے اس شخص کے علاوہ پر جس کے لئے وہ صفت ہے (پھر ترتیب وار مثالیں ہیں) (وصفةٌ: مُسْنَدًا کا نائب فاعل ہے)

[قاعدة] وإذا اجتمع ضميرانِ، وليس أحدُهما مرفوعاً:

فإن كان أحدُهما أعرفَ، وقَدَّمْتَه، فلك الخيارُ فى الثانى، نحوُ: أَعْطَيْتُكَهُ وأَعْطَيْتُكَ إياه، وضَرْبِيْكَ، وضربى إياك.(١)

[قاعدة] والمختار فى خبر بابِ كان: الانفصالُ.(٢)

[قاعدة] والأكثرُ: لولا أنت إلى آخرها، وعَسَيْتَ إلى آخرها؛ وجاء: لولاك وعَسَاكَ إلى آخرهما.(٣)

[قاعدة] ونونُ الوقاية مع الياء لازمة فى الماضى، وفى المضارع: عَرِيًّا عن نون الإعراب.(٤)

[قاعدة] وأنت مع النون فيه، ولَدُنْ، وإِنَّ وأخَوَاتها مُخَيَّرٌ.(٥)

[قاعدة] ويُخْتَارُ فى: ليتَ، ومِنْ، وعَنْ، وقَدْ، وقَطْ؛ وعكسُها لعلَّ.(٦)

(۱) قاعدہ: جب دو ضمیریں جمع ہوں، اور ان میں سے کوئی مرفوع متصل نہ ہوتو دو حال سے خالی نہیں: یا تو ایک ضمیر دوسری ضمیر سے اعرف ہوگی یا نہیں؟ پھر اعرف کو آپ پہلے لائے ہونگے یا نہیں؟ اگر کوئی اعرف ہے اور اس کو مقدم لائے ہیں تو دوسری ضمیر میں اختیار ہے خواہ اس کو متصل لائیں یا منفصل، جیسے أعطیتُکه: میں نے آپ کو وہ چیز دی، کاف اور ہا دو ضمیریں جمع ہوئیں اور حاضر کی ضمیر اعرف ہے اس لئے اس کو پہلے لائے اور غائب کی ضمیر کو بھی اس کے ساتھ متصل لائے، اور اگر آپ چاہیں تو کہیں: أعطیتُك إیاه یعنی غائب کی ضمیر کو منفصل لائیں۔ دوسری مثال: ضَرْبِیْك: میرا تجھے مارنا، اس میں یاء ضمیر متکلم اعرف ہے اس کو متصل لائے اور کاف ضمیر خطاب اس سے کم درجہ کی ہے اس کو بھی متصل لائے اور اگر چاہیں تو کہیں ضَرْبِیْ إیاك: دوسری ضمیر کو منفصل لائیں ـــــ اور اگر دونوں میں سے کوئی ضمیر اعرف نہ ہو بلکہ مساوی درجہ کی ہوں یا ایک ضمیر اعرف ہو مگر اس کو پہلے نہ لائے ہوں تو پھر دوسری ضمیر کو منفصل ہی لائیں گے۔ جیسے أعطیتُه إیاه (ہ اور إیاہ دونوں مساوی ضمیریں ہیں) اور أعطیتُه إیاك (إیاك اعرف ہے مگر مقدم نہیں لائے اس لئے دوسری ضمیر کو منفصل لائیں گے)

(۲) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبر اگر ضمیر ہو تو اس کو منفصل لانا بہتر ہے، جیسے کان زید قائما و کنتُ إیاه: زید کھڑا تھا اور میں بھی وہی تھا یعنی کھڑا تھا۔ کنت کی خبر إیاہ ضمیر منفصل لائی گئی ہے، کیونکہ کان وغیرہ کی خبر درحقیقت مبتدا کی خبر ہے، اور اس میں اصل انفصال ہے، اس لئے یہاں بھی انفصال مختار ہے۔

(۳) قاعدہ: اکثر لو لا کے بعد ضمیر مرفوع منفصل آتی ہے، کیونکہ لو لا کے بعد مبتدا آتا ہے جس کی خبر محذوف ہوتی ہے، جیسے لو لا أنت، لو لا أنتما، لو لا أنتم (پوری گردان کریں) اور عسی کے بعد ضمیر مرفوع متصل آتی ہے کیونکہ عسی اکثر کے نزدیک فعل ہے اور اس کے بعد ضمیر: فاعل ہے اور ضمیر فاعل فعل کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔ جیسے عَسَیْتَ، عَسَیْتُمَا (پوری گردان کریں) اور لو لا کے ساتھ ضمیر مجرور:

متصل آتی ہے، جیسے لولاكَ لولا كما (پوری گردان کریں) اسی طرح عسی کے ساتھ ضمیر منصوب متصل آتی ہے، جیسے عَسَاكَ، عَسَاكُما (پوری گردان کریں)

(۴) قاعدہ: جب فعل ماضی کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو ماضی کے تمام صیغوں میں نون وقایہ لانا ضروری ہے تا کہ ماضی کا آخر کسرہ سے محفوظ رہے، جیسے أكرمني ـــــ اور مضارع کے جن صیغوں میں نون اعرابی نہیں ہے جب ان کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو بھی نون وقایہ لانا واجب ہے، جیسے یضربُنی، تضربنی۔

(۵) قاعدہ: مضارع کے ان صیغوں میں جن میں نونِ اعرابی ہے اگر یاء متکلم لاحق ہو تو نونِ وقایہ کے لانے نہ لانے میں اختیار ہے، جیسے یضرِبانی (بغیر نونِ وقایہ) يَضْرِبَانِنِيْ (نون وقایہ کے ساتھ) اسی طرح لَدُن اور إنَّ وغیرہ حروف مشبہ بالفعل میں اختیار ہے، نونِ وقایہ لائیں یا نہ لائیں۔ کہیں: لَدُنِيْ اور لَدُنِّيْ، اور إِنِّيْ اور إِنَّنِيْ۔

(۶) قاعدہ: لیت، مِن، عن، قد اور قطّ کے ساتھ یائے متکلم لاحق ہو تو نونِ وقایہ لانا مختار ہے، کہیں گے: لیتَنِيْ، مِنِّي، عَنِّي، قَدْنِيْ اور قَطْنِيْ ـــــ اور لَعَلَّ میں نون وقایہ کا نہ لانا بہتر ہے، لعلّی کہیں گے لعلّنی ٹھیک نہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب دو ضمیریں اکٹھا ہوں اور ان میں سے کوئی مرفوع نہ ہو ـــــ پس اگر ان میں سے کوئی اعرف ہو اور آپ اس کو مقدم کریں تو آپ کو دوسری میں اختیار ہے (خواہ اس کو متصل لائیں خواہ منفصل) ـــــ (قاعدہ) اور کان کے باب میں یعنی افعالِ ناقصہ کی خبر میں پسندیدہ: انفصال ہے ـــــ (قاعدہ) اور عام طور پر لولا أنت إلخ اور عسیتَ الخ آتا ہے اور آیا ہے: لولاك الخ اور عساك الخ ـــــ (قاعدہ) اور نونِ وقایہ ماضی میں یاء کے ساتھ ضروری ہے، اور مضارع میں: درانحالیکہ وہ نونِ اعرابی سے خالی ہو ـــــ (قاعدہ) اور آپ نون اعرابی کے ساتھ مضارع میں اور لَدُن اور حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ اختیار دیئے ہوئے ہیں یعنی خواہ

نونِ وقایہ لائیں یا نہ لائیں ــــــ (قاعدہ) اور نونِ وقایہ کا لانا پسند کیا گیا ہے لیت تا قط میں اور لعلَّ ان کلمات کے برعکس ہے یعنی اس میں نونِ وقایہ نہ لانا بہتر ہے۔

> [قاعدة] ويُتَوَسَّطُ بين المبتدأ والخبر، قبلَ العوامل وبعدَها: صيغةُ مرفوعٍ منفصلٍ: مطابقٍ للمبتدأ؛ ويُسَمَّى: " فصلاً" لَيَفْصِلَ بين كونه نعْتاً وخبرًا.
>
> وشرطه: أن يكون الخبرُ معرفةً، أو: أفعلَ من كذا، مثلُ: كان زيدٌ هو أفضلَ من عَمْرٍو؛ ولا موضِعَ له عند الخليل، وبعضُ العرب يجعله مبتدأً، وما بعدَه خَبَرُهُ.

ضمیر فصل کا قاعدہ: کبھی مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر مرفوع منفصل لاتے ہیں، جو واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، متکلم، مخاطب اور غائب ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتی ہے، اس کا نام ''ضمیر فصل'' ہے تا کہ خبر اور صفت کے درمیان فرق ہو جائے، یہ عامل کے داخل ہونے سے پہلے بھی لائی جا سکتی ہے اور بعد میں بھی، جیسے زید هو القائم: القائم کا عامل: معنوی ہے وہ جب القائم آئے گا تب کام کرے گا اور کنتَ أنت الرقيب عليهم میں الرقيب کا عامل کان ہے جو آ گیا ہے پھر ضمیر فصل أنت لائے ہیں ــــــ اور ضمیر فصل لانے کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر یا تو معرفہ ہو یا اسم تفضیل مستعمل بَمِنْ ہو، کیونکہ خبر اگر نکرہ ہوگی تو صفت سے اشتباہ ہوگا اور مِنْ کے ساتھ اسم تفضیل بحکم معرفہ ہوتا ہے ــــــ جیسے كان زيد هو أفضل من عمرو: هو کی وجہ سے أفضل من عمرو کے صفت ہونے کا شبہ زائل ہو گیا ــــــ اور خلیل نحوی ضمیر فصل کو ترکیب میں شامل نہیں کرتے پس مذکورہ مثال میں أفضل مفتوح ہوگا کیونکہ وہ کان کی خبر ہے اور کنت أنت الرقيب میں الرقيب مفتوح ہوگا اس لئے کہ وہ بھی کان کی خبر ہے اور بعض عرب ضمیر فصل کو مبتدا بناتے ہیں پس اس کا مابعد مرفوع

ہوگا پھر جملہ کا ماقبل سے ترکیبی تعلق ہوگا۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور مبتدا اور خبر کے درمیان لائی جاتی ہے، عوامل سے پہلے اور ان کے بعد: ایسی ضمیر مرفوع منفصل جو مبتدا کے موافق ہوتی ہے۔ اور کہلاتی ہے وہ ''ضمیر فصل'' تاکہ جدائی کرے وہ خبر کے صفت اور خبر ہونے کے درمیان —— اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ خبر معرفہ ہو یا اسم تفضیل مِن کے ساتھ ہو، .... اور کوئی محلِ اعراب نہیں اس کے لئے خلیل کے نزدیک، اور بعض عرب اس کو مبتدا بناتے ہیں اور اس کے مابعد کو اس کی خبر بناتے ہیں۔

[قاعدة] ويتقدَّم قبلَ الجملة ضميرُ غائبٍ، يُسَمَّى ضميرَ الشان والقصةِ، يُفَسَّرُ بالجملة بعدَه.

ويكون متصلاً ومنفصلاً، مُسْتَتِرًا وبارزاً، على حَسْب العوامل، مثلُ: هو زيد قائم، وكان زيد قائم، وإنه زيد قائم.

وحذفه: منصوباً: ضعيفٌ، إلا مع "أَنَّ" إذا خُفِّفَتْ، فإنه لازم.

ضمیر شان کا بیان: جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ سے پہلے ضمیر غائب آتی ہے جو ضمیر شان اور ضمیر قصہ کہلاتی ہے، یہ ضمیر اگر مفرد مذکر ہو تو ضمیر شان کہلاتی ہے، جیسے هو زيد قائم اور ﴿هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ أى الأمر والشأن كذا اور اگر مفرد مؤنث ہو تو ضمیر قصہ کہلاتی ہے، جیسے هى هند مَلِيْحَة (ہندہ خوبصورت ہے) اور اس ضمیر غائب کی تفسیر بعد والا جملہ کرتا ہے —— اور ضمیر شان اور ضمیر قصہ متصل بھی آتی ہے اور منفصل بھی اور مستتر بھی ہوتی ہے اور بارز بھی۔ عامل کے تقاضے کے مطابق آئے گی یعنی اگر عامل انفصال کو چاہتا ہے تو منفصل آئے گی، اور عامل اتصال کو چاہتا ہے تو متصل آئے گی۔ اسی طرح اگر عامل میں ضمیر مستتر کی صلاحیت ہوگی تو مستتر ہوگی، ورنہ بارز آئے گی، جیسے هو زيد قائم (ضمیر منفصل کی مثال) كان زيد قائم (ضمیر

متصل مستتر کی مثال) إنه زید قائم (ضمیر متصل بارز کی مثال) ــــــ ضمیر شان اگر مرفوع ہوتو اس کا حذف جائز نہیں، کیونکہ عمدہ کا حذف جائز نہیں، لیکن اگر منصوب ہوتو اس کا حذف جائز ہے البتہ ٹھیک نہیں ــــــ مگر أنّ مخففہ کے ساتھ اس کا حذف لازم ہے، جیسے ﴿وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنِ الْحَمْدُ للّٰهِ ربِّ الْعَالَمِيْنَ﴾: اوران کی آخری بات یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں رب العالمین کے لئے ہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جملے سے پہلے آتی ہے ضمیر غائب۔ کہلاتی ہے وہ ضمیر شان اور ضمیر قصہ، وضاحت کی جاتی ہے اس جملہ کے ذریعہ جو اس کے بعد آتا ہے ــــــ اور ہوتی ہے وہ متصل اور منفصل، مستتر اور بارز، عاملوں کے موافق............ اور اس کا حذف کرنا منصوب ہونے کی حالت میں ضعیف ہے، مگر أنَّ کے ساتھ جبکہ وہ مخفف کر دیا جائے، پس حذف لازم ہے۔

[۲-] أسماءُ الإشارة:

ما وُضع لمُشَارٍ إليه.

وهى: ذَا: للمذكر؛ ولِمُثَنَّاهُ: ذَانِ، وذَيْنِ؛ وللمؤنث: تَا، وذِىْ، وتِىْ، وتِهْ، وَذِهْ، وتِهِىْ، وذِهِىْ؛ ولمثناه: تَانِ، وتين؛ ولجمعهما: أولاء: مَدًّا وقَصْرًا.

[قاعدة] ويَلْحَقُها حرفُ التنبيه، ويَتَّصِلُ بها حرفُ الخطاب.(۱)

وهى: خمسةٌ فى خمسةٍ، فيكون خمسةً وعشرين؛ وهى: ذَاكَ ــــ إلى ــــ ذَاكُنَّ؛ وذَانِكَ ــــ إلى ــــ ذَانِكُنَّ؛ وكذا البواقى.

[قاعدة] ويقال: ذَا: للقريب، وذلك: للبعيد، وذَاكَ: للمتوسطِ.

وتلك، وتَانِّكَ، وذَانِّكَ ــــ مشدَّدتين ــــ وأولائك: مثلُ: ذلك.

وأما: ثَمَّ، وهُنَا، وهَنَّا: فللمكان خاصة.

اسم اشارہ کا بیان

دوسرا مبنی: اسم اشارہ ہے۔ اسم اشارہ: وہ اسم ہے جو مشارالیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی جس لفظ سے کسی چیز کی طرف اشارہ کیا جائے وہ اسم اشارہ ہے۔ اور جس چیز کی طرف اشارہ کیا جائے اس کو مشارالیہ کہتے ہیں۔

اسمائے اشارہ یہ ہیں: ذَا (واحد مذکر کے لئے) ذَانِ ذَیْنِ (تثنیہ مذکر کے لئے: ذان: حالت رفعی کے لئے اور ذَیْن: حالتِ نصبی وجری کے لئے) تَا، ذِیْ، تِیْ، تِہْ، ذِہْ، تِھِیْ اور ذِھِیْ (واحد مؤنث کے لئے) تَانِ تَیْن (تثنیہ مؤنث کے لئے: تانِ: حالتِ رفعی کے لئے اور تَین: حالت نصبی وجری کے لئے) اور دونوں کی جمع کے لئے أُوْلَاءِ اور أُوْلٰی (مدّ اور قصر کے ساتھ جمع مذکر ومؤنث کے لئے)

(۱) قاعدہ: اسمائے اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق ہوتی ہے اور آخر میں کافِ خطاب، جیسے ھذا اور ذاك ۔ اور حروف خطاب پانچ ہیں: كَ (مفرد مذکر کے لئے) كُمَا (تثنیہ مذکر ومؤنث کے لئے) كُم (جمع مذکر کے لئے) كِ (واحد مؤنث کے لئے) اور كُنَّ (جمع مؤنث کے لئے) اور اسمائے اشارہ بھی پانچ ہیں (جمع مذکر ومؤنث کے لئے ایک لفظ ہے) پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے پچیس ہونگے۔ اس طرح:

(۱)	ذاكَ	ذاكما	ذاكم	ذاكِ	ذاكنَّ
(۲)	ذانِك	ذانكما	ذانكم	ذانِكِ	ذانكنَّ
(۳)	تاكَ	تاكما	تاكم	تاكِ	تاكنَّ
(۴)	تانِك	تانكما	تانِكم	تانِكِ	تانكنَّ
(۵)	أولائك	أولائكما	أولائكم	أولئكِ	أولائكنَّ

(۲) قاعدہ: ذا: مشارالیہ قریب کے لئے ہے، ذلك: مشارالیہ بعید کے لئے ہے،

اور ذاكَ: مشار الیہ متوسط کے لئے ہے۔ اور تلك، تَانِّكَ، ذَانِّكَ اور أولائك: ذلك کی طرح مشار الیہ بعید کے لئے ہیں ـــــ اور ثَمَّ، هُنَا اور هَنَّا: خاص طور پر مکان (جگہ) کی طرف اشارہ کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

ترجمہ: (۲) اسمائے اشارہ: وہ اسم ہے جو مشارٌ الیہ کے لئے وضع کیا گیا ہو ـــــ اور اسمائے اشارہ: ذَا ہے واحد مذکر کے لئے اور اس کے تثنیہ کے لئے ذَانِ اور ذَین ہے، اور واحد مؤنث کے لئے تا اور ذی الخ ہے اور اس کے تثنیہ کے لئے تان اور تین ہے، اور دونوں کی جمع کے لئے أولاء ہے: مد کے ساتھ یعنی أولاء اور قصر کے ساتھ یعنی أولیٰ (قاعدہ) اور ملتا ہے یعنی شروع میں آتا ہے اسم اشارہ کے ساتھ حرف تنبیہ اور ملتا ہے یعنی آخر میں لگتا ہے ان کے ساتھ کاف خطاب اور اسمائے اشارہ پانچ ہیں ضرب دیئے ہوئے پانچ میں، پس ہونگے پچیس، اور وہ ذَاك سے ذاكن تک اور ذانك سے ذانكن تک ہیں اور اسی طرح باقی ـــــ (قاعدہ) اور ذَا: قریب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ذلك: دور کے لئے، اور ذاك: درمیان کے لئے ـــــ اور تلك اور تانَّك (تشدید کے ساتھ) اور ذانّك (تشدید کے ساتھ) اور أولائك: ذلك کی طرف (مشار الیہ بعید کے لئے) ہیں۔ اور رہا ثَمَّ، اور هُنا اور هَنَّا تو وہ خاص طور پر جگہ کے لئے ہیں۔

[۳-] الموصول:

مالا يَتِمُّ جَزْءً إلا بصِلَةٍ وعائدٍ.

وصلتُه: جملة خبرية، والعائد ضمير له؛ وصلةُ الألف واللام: اسمُ فاعل، أو مفعولٍ.

وهي: الذی، والتی، واللذان، واللتان: بالألف والياء؛ والأولی، واللذِين، واللا ئی، واللاء، واللائِ، واللا تی، واللواتی، ومَنْ، وما،

وأيٌّ، وأيَّةٌ، وذُو الطَّائيةُ ، وذا بعدَ: ما للاستفهام، والألفُ واللام.
[قاعدة] والعائد المفعولُ يجوز حذفُه.

اسم موصول کا بیان

تیسرا مبنی: اسمائے موصولہ ہیں۔اسم موصول: وہ اسم ہے جو صلہ اور عائد کے ساتھ ملے بغیر جملہ کا جزء نہ بن سکے ـــــ اوراس کا صلہ: جملہ خبریہ ہوتا ہے(جملہ انشائیہ صلہ نہیں ہوسکتا) اور عائد: صلہ میں ایک ضمیر ہوتی ہے جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہے ـــــ اورالف لام بمعنی الذی کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے، جیسے الضارب: أی الذی ضرب اورالمضروب: أی الذی ضُرِبَ۔

اسمائے موصولہ یہ ہیں:الذی (واحد مذکر کے لئے)التی (واحد مؤنث کے لئے)اللذان (تثنیہ مذکر کے لئے حالت رفعی میں)اللذَین (تثنیہ مذکر کے لئے حالت نصبی وجری میں)اللتان (تثنیہ مؤنث کے لئے حالت رفعی میں) اللتَین (تثنیہ مؤنث کے لئے حالت نصبی وجری میں)الأُولٰی (جمع مذکر ومؤنث کے لئے) اللذِیْن (جمع مذکر کے لئے) اللائِیْ (ہمزہ اور یاء کے ساتھ)اللاء (بغیر یاء کے ہمزہ کے ساتھ)اور اللایِ(بغیر ہمزہ کے یاء کے ساتھ) یہ تینوں جمع مذکر ومؤنث کے لئے ہیں۔مگرزیادہ تران کا استعمال جمع مؤنث کے لئے ہوتا ہے۔اور اللاتی اور اللواتی: صرف جمع مؤنث کے لئے ہیں۔ما بمعنی الذی (غیر ذوی العقول کے لئے)مَن بمعنی الذی (ذوی العقول کے لئے) أیٌّ بمعنی الذی (مذکر کے لئے) أیة بمعنی الذی (مؤنث کے لئے)ذُو: قبیلۂ بنوطی کی لغت میں بمعنی الذی ہے۔اور ما استفہامیہ کے بعد ذا بمعنی الذی ہوتا ہے جیسے ماذا صنعتَ؟ أی ما الذی صنعتَ؟اور وہ الف لام جو اسم فاعل اور اسم مفعول پر آتے ہیں وہ بمعنی الذی ہوتے ہیں۔

قاعدہ: وہ ضمیر جو صلہ میں موصول کی طرف لوٹتی ہے اگر مفعول واقع ہو تو اس کو

حذف کرنا جائز ہے، اس لئے کہ مفعول فُضلہ ہے، جیسے﴿ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاءُ﴾ أى يشاؤه۔

ترجمہ: اسم موصول: وہ اسم ہے جو جملہ کا پوری طرح جزء نہیں بنتا مگر صلہ اور لوٹنے والی ضمیر کے ساتھ۔ اوراس کا صلہ: جملہ خبریہ ہوتا ہے۔ اوراس میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوتی ہے۔ اورالف لام بمعنی الذی کا صلہ خوداسم فاعل اور اسم مفعول ہوتے ہیں۔ اور اسمائے موصولہ یہ ہیں: الذی اورالتی الخ ———

(قاعدہ) اورعائد مفعول کا حذف کرنا جائز ہے۔

[أحكامها]

[۱-] وإذا أخبرتَ بالذى: صَدَّرْتَهَا، وجعلتَ موضِعَ المُخْبَرِ عنه ضميراً لها، وأَخَّرْتَه خبراً عنه: فإذا أخبرتَ عن زيد من: "ضربتُ زيداً" قلتَ: " الذى ضربتُه زيدٌ"

[۲-] وكذلك الألف واللام فى الجملة الفعلية خاصةً، لِيَصِحَّ بناءُ اسم الفاعلِ أو المفعولِ.

فإن تعذَّر أمرٌ منها: تعذَّر الإخبارُ.

ومن ثَمَّ: امْتَنَعَ فى ضمير الشانِ، والموصوفِ، والصفةِ، والمصدرِ العاملِ، والحالِ، وفى الضمير المستحق لغيرها، والاسمِ المشتمل عليه.

اسمائے موصولہ کے احکام

(۱) کبھی متکلم کوئی بات کہتا ہے، اس کا کچھ حصہ سمجھ میں نہیں آتا چنانچہ جملہ کے اس جزء کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے پس اس کا جواب الذی کے ذریعہ دیا جاتا ہے،

اس جواب کے لئے تین شرطیں ہیں۔ مثلاً کہا: ضربتُ زیداً: سامع کی سمجھ میں پوری بات نہ آئی تو اس نے سوال کیا مَن ضربتَ؟ اب متکلم اپنے جملہ کے اس جز کے بارے میں الذی سے اطلاع دیتا ہے تو کہے گا: الذی ضربتُه زیدٌ: جس کو میں نے مارا وہ زید ہے۔ اس اخبار کے لئے تین شرطیں ہیں: ایک: التصدیر بالموصول: اسم موصول کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا۔ دوسری: اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر کو مخبر عنہ یعنی اس جملہ کی جگہ میں رکھنا جس کے بارے میں خبر دی جارہی ہے یعنی زید کی جگہ میں رکھنا۔ تیسری: پھر اس کے بعد مخبر عنہ یعنی زید کو خبر بنا کر لانا اور کہنا: الذی ضربتُه زید۔

دوسری مثال: متکلم نے کہا: زید قائم/ قام سامع پوری بات نہ سمجھا۔ اس نے سوال کیا: من قام؟ اب متکلم اپنے بولے ہوئے جملہ کے جز: قائم/ قام کے بارے میں خبر دیتا ہے تو کہے گا: الذی قام هو زیدٌ: غرض تینوں شرطیں پائی جائیں گی تبھی الذی کے ذریعہ خبر دینا درست ہوگا، ورنہ نہیں۔

(۲) اور اگر الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ اس جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو شرط یہ ہے کہ وہ جزء: جملہ فعلیہ کا جز ہو، اس لئے کہ اس الف لام کا صلہ اسم فاعل یا اسم مفعول ہوتا ہے جو فعل ہی سے بنایا جاتا ہے، جیسے کسی نے کہا: قام زید سامع نے پوچھا: من قام ؟ تو جواب دیں گے: القائم زیدٌ۔ یہاں بھی مذکورہ تینوں باتیں شرط ہیں۔ الف لام کو جوابی جملہ کے شروع میں لانا، پھر مخبر عنہ کی جگہ ضمیر کو رکھنا (القائم میں جو ضمیر پوشیدہ ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے) پھر مخبر عنہ کو خبر بنا کر لانا۔ اگر یہ تینوں شرطیں نہیں پائی جائیں گی تو الف لام بمعنی الذی سے خبر دینا صحیح نہ ہوگا۔ چنانچہ سات چیزوں کے بارے میں الذی یا الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دے سکتے:

(۱) ضمیر شان کے بارے میں۔ کیونکہ ضمیر شان کلام کے شروع میں آتی ہے، پس اگر اس کو خبر بنا کر الذی کے بعد لائیں گے تو ضمیر شان کی شان یعنی کلام کے شروع

میں آنا باقی نہ رہے گی۔ جیسے کہا: إنه زيد قائم: بیشک شان یہ ہے کہ زید کھڑا ہے۔ اس میں ضمیر شان إنّ کا اسم ہے اور زيد قائم جملہ اسمیہ: إن کی خبر ہے۔ اب اگر کوئی اس جزِ جملہ یعنی ضمیر شان کے بارے میں دریافت کرے جو إن کا اسم ہے تو اس کا جواب الذی سے نہیں دیا جاسکتا۔

(۲) صرف موصوف کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔

(۳) اسی طرح صرف صفت کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے نہ صفت، پس اگر موصوف کے بارے میں بغیر صفت کے الذی کے ذریعہ خبر دیں گے تو ضمیر کا موصوف ہونا لازم آئے گا، اور صفت کے بارے میں بغیر موصوف کے الذی سے خبر دیں گے تو ضمیر کا صفت ہونا لازم آئے گا، اور یہ باطل ہے۔ جیسے کسی نے کہا: ضربتُ زيداً العاقلَ: اس جملہ میں نہ زید کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جاسکتی ہے نہ العاقل کے بارے میں۔

(۴) مصدرِ عامل کے بارے میں بغیر اس کے معمول کے الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔ جیسے کسی نے کہا: عَجِبْتُ من دَقِّ القَصَّارِ الثوبَ: مجھے حیرت ہوئی دھوبی کے کپڑے کوٹنے سے۔ اب اگر دَقُّ القصار کے بارے میں بغیر اس کے معمول الثوب کے سوال ہو تو اس کا جواب الذی کے ذریعہ نہیں دیا جاسکتا۔ کیونکہ مصدر عامل اپنے معمول سے مقدم ہوتا ہے پس اگر اس کو آخر میں لائیں گے وہ عمل نہیں کرے گا۔

(۵) اسی طرح حال کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دینا ممتنع ہے، کیونکہ حال نکرہ ہوتا ہے اور ضمیر معرفہ، پس حال کی جگہ ضمیر نہیں آسکتی۔ جیسے کسی نے کہا: جاء زيد راكبا: اس میں راکباً حال ہے اور جز جملہ ہے، مگر اس کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔

(۶) اسی طرح جو ضمیر الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے اس کے بارے میں بھی الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی، جیسے کسی نے کہا: زيد ضربتُه: یہ ضمیر زید کی طرف

لوٹتی ہے، اب اگراس ضمیر کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر دی جائے گی تو یہ بات ممکن نہیں، کیونکہ جوابی جملہ میں ضمیر الذی کی طرف لوٹے گی حالانکہ وہ زید کی ضمیر ہے۔

(۷) اسی طرح جملہ کا وہ جز جو اسم ہو اور کسی ایسی ضمیر پر مشتمل ہو جو الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے تو بھی اس جز کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی۔ جیسے ضربتُ غلامه اس میں غلامه جملہ کا جز ہے اور اس میں جو ضمیر ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے، پس اس جزء کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی (اسمائے موصولہ کے بقیہ احکام آگے آرہے ہیں)

ترجمہ: اسمائے موصولہ کے احکام: (۱) اور جب آپ الذی کے ذریعہ خبر دیں تو اس کو پہلے لائیں اور مخبر عنہ کی جگہ میں اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر رکھیں اور اس مخبر عنہ کو پیچھے لائیں اسم موصول کی خبر بناتے ہوئے۔ مثلاً جب آپ ضربتُ زیداً کے زید کے بارے میں خبر دیں تو کہیں: الذی ضربتُه زید ـــــ (۲) اور اسی طرح الف لام ہے جملہ فعلیہ میں خاص طور پر تاکہ اسم فاعل یا اسم مفعول کی بناء صحیح ہو یعنی وہ صلہ بن سکیں ـــــ (۳) پس اگر دشوار ہو کوئی بات ان میں سے تو خبر دینا دشوار ہوگا ـــــ اور اسی جگہ سے ضمیر شان میں، موصوف اور صفت میں، مصدر عامل اور حال میں اور اس ضمیر میں جس کا مستحق کلمہ الذی کے علاوہ ہے یعنی وہ الذی کے علاوہ کی طرف لوٹتی ہے اور اس اسم کے بارے میں جو الذی کے علاوہ کی ضمیر پر مشتمل ہو: الذی کے ذریعہ خبر دینا ممتنع ہے۔

[-۳] وما الاسمية: موصولةٌ، واستفهامية، وشرطيةٌ، وموصوفةٌ، وتامَّةٌ بمعنى شيءٍ، وصفةٌ.

[-٤] ومَنْ: كذلك، إلا فى التامَّة، والصفة.

[-٥] وأَيٌّ وأَيَّةٌ: كَمَنْ.

[قاعدة] وهی معربةٌ وحدُها، إلا إذا حُذِفَ صدرُ صلتها.[1]
[فائدة] وفي:" ماذا صنعتَ؟" وجهان: أحدهما: ماالذی؟ وجوابُه: رفعٌ؛ والآخر: أیُّ شيءٍ؟ وجوابُه: نصبٌ.[2]

(۳) (اسمائے موصولہ کے باقی احکام) ما کی دو قسمیں ہیں: حرفیہ اور اسمیہ۔ ما حرفیہ: کافّہ یا نافیہ یا مصدریہ ہوتا ہے۔ اور ما اسمیہ چند معانی کے لئے آتا ہے: (۱) موصولہ بمعنی الذی، جیسے عرفتُ ما اشتریتَه: آپ نے جو خریدا اس کو میں نے جانا (۲) استفہامیہ جیسے ما عندك؟ آپ کے پاس کیا ہے؟ (۳) شرطیہ، جیسے ما تصنعْ أصنع: تم جو کروگے میں کرونگا (۴) موصوفہ (صفت لایا ہوا) اور اس کی صفت مفرد بھی ہوتی ہے اور جملہ بھی، جیسے مررتُ بما مُعْجِبٍ لك: میں ایسی چیز کے پاس سے گذرا جس پر آپ کو حیرت ہوگی اور ربما تکرہ النفوس کذا: کبھی لوگ اس چیز کو ناپسند کرتے ہیں (۵) تامّہ بمعنی شیئ جیسے ﴿فَنِعِمَّاهِیَ﴾ أی فنعما شیئًا ھی: پس وہ چیز کیسی اچھی ہے! (۶) ماصفت واقع ہوتا ہے، جیسے أضربْه ضرباً مّا أی ضرباً أیَّ ضربٍ کان: مارخواہ کوئی سا مارنا ہو۔

(۴) مَنْ بھی انہیں معانی کے لئے آتا ہے، مگر وہ تامہ اور صفت نہیں ہوتا، جیسے أکرمتُ من جاء ك أی الذی جاء ك (من موصولہ کی مثال) من عندك؟ (استفہامیہ کی مثال) من تضربْ أضربْ (شرطیہ کی مثال)

کفی بنا فضلاً علی مَن غیرِنا ❁ حُبُّ النبیِّ محمدٍ إیَّانا

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو محبوب جاننا بہت کافی دلیل ہے کہ ہم سب سے افضل ہیں)

علی مَنْ غیرِنا: أی علی شخصٍ غیرِنا (من موصوفہ کی مثال جس کی صفت مفرد ہے) من جاء ك قد أکرمته (من موصوفہ کی مثال جس کی صفت جملہ ہے)

(۵) أیٌّ اور أَیَّةٌ: مَن کی طرح ہیں یعنی وہ موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ اور موصوفہ

ہوتے ہیں اور تامّہ اور صفت نہیں ہوتے۔

(۱) قاعدہ: تمام اسمائے موصولہ مبنی ہیں، صرف أیٌّ اور أَیَّۃٌ معرب ہیں، مگر جب ان کے صلہ کا شروع حصہ حذف کیا جائے (اور یہ مضاف ہوں) تو یہ بھی مبنی ہوتے ہیں۔ جیسے ﴿ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا﴾ أی أیُّهم هو أشد: یہ رفع پر مبنی ہے۔

فائدہ: ماذا صنعتَ؟ میں دو احتمال ہیں: (۱) ما استفہامیہ ہو اور ذا بمعنی الذی ہو، پس ما مبتدا اور اس کا مابعد خبر یا اس کے برعکس ہوگا۔ پس اس کا جواب مرفوع ہوگا، چنانچہ ماذا صنعتَ؟ کا جواب ہوگا: خیرٌ وغیرہ أی الذی صنعتُه خیر (۲) ما استفہامیہ ہو بمعنی أیُّ شیئ اور ذا زائد ہو، پس اس کا جواب خیرًا منصوب ہوگا۔

ترجمہ: (۳) اور ما اسمیہ: موصولہ، استفہامیہ، شرطیہ، موصوفہ، تامہ بمعنی شیئ اور صفت ہوتا ہے ——— (۴) اور مَن اسی طرح ہے، مگر تامہ اور صفت ہونے میں ——— (۵) اور أیّ اور أیة: مَن کی طرح ہیں ——— (قاعدہ) اور أیّ اور أیة تنہا معرب ہیں، مگر جبکہ آپ اس کے صلہ کا شروع حصہ حذف کردیں (تو یہ بھی مبنی ہونگے) ——— (فائدہ) اور ماذا صنعتَ؟ کی دو صورتیں ہیں: ان میں سے ایک: ما الذی؟ ہے اور اس کا جواب: رفع ہے۔ اور دوسری: أیُّ شیئ؟ ہے اور اس کا جواب: نصب ہے۔

[٤-] أسماء الأفعال

ما كان بمعنى الأمر، أو الماضى، نحوُ: "رُوَيْدَ زيدًا" أى أَمْهِلْهُ، و"هيهاتَ ذلك" أى بَعُدَ.

[زِنَةُ فَعَالِ]

[١-] وفَعَالِ: بمعنى الأمر، من الثلاثى: قياسٌ، كَنَزَالِ بمعنى انْزِلْ.

[۲-] وَفَعَالِ: مصدراً: معرفةً كَفَجَارِ؛ وصفةً، مثلُ: يَا فَسَاقِ: مبنيٌّ لمشابهته له عَدْلاً وزِنَةً.

[۳-] وفَعَالِ: علماً للأعيان: مؤنثاً، كَقَطَامِ، وغَلَابِ: مبنيٌّ في الحجاز، ومعربٌ في تميم، إلا ما كان في آخره راءٌ، نحوُ: حَضَارِ.

اسمائے افعال کا بیان

چوتھا اسم مبنی: اسمائے افعال ہیں۔ اسم فعل: وہ اسم ہے جو فعل کے معنی دے۔ یہ اسماء دو طرح کے ہیں: (۱) وہ جو امر حاضر کے معنی دیتے ہیں، جیسے رُوَيْدَ زيداً: زید کو چھوڑ یعنی مہلت دے (۲) وہ جو فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں، جیسے هيهاتَ ذلك: یہ دور کی کوڑی ہے۔ اور چونکہ امر حاضر اور فعل ماضی مبنی ہیں اس لئے ان کے معنی دینے والے یہ اسماء بھی مبنی ہیں۔

چند اسمائے افعال بمعنی امر: (۱) دُونك اللبنَ: دودھ لے (۲) عليك الرِّفْقَ: نرمی لازم پکڑ (۳) هَا زيداً: زید کو پکڑ (یہ تینوں رُوَيْد کی طرح اسم کو نصب دیتے ہیں) (۴) هَلُمَّ (آ) (۵) مَهْ (رُک) (۶) صَهْ (چپ) ان تینوں میں فاعل کی ضمیر أنت مستتر ہے۔

چند اسمائے افعال بمعنی فعل ماضی: (۱) شَتَّانَ زيدٌ وعمرٌو: زید اور عمرو مختلف ہیں (۲) سَرْعَانَ زيدٌ: زید نے جلدی کی۔ یہ دونوں هيهات کی طرح اسم کو رفع دیتے ہیں۔

وزن فعال کا حکم

مذکورہ اسمائے افعال جو امر حاضر اور فعل ماضی کے معنی دیتے ہیں: سماعی ہیں۔ ان کے علاوہ اسم فعل کا ایک وزن فَعَال بھی ہے۔

(۱) ثلاثی مجرد سے اس وزن پر جو بھی لفظ بنایا جائے گا: اسم فعل ہوگا۔ جیسے نزل سے نَزَالِ بمعنی انْزِلْ، تَرَكَ سے تَرَاكِ بمعنی اتْرُكْ، مَنَعَ سے مَنَاعِ بمعنی امْنَعْ اور وہ امر کی مشابہت کی وجہ سے مبنی ہوگا (رباعی سے اس وزن پر شاذ و نادر ہی الفاظ آتے ہیں)

(۲) اور فَعَالِ کے وزن پر آنے والا جو لفظ مصدر معرفہ سے یا صفتِ مؤنث سے معدول ہو وہ بھی مبنی ہوتا ہے جیسے فَجَارِ: الفجور سے معدول ہے، جس کے معنی ہیں: بدکاری کرنا اور فَسَاقِ: الفاسقة سے معدول ہے، جس کے معنی ہیں: گنہ گار عورت۔ اوران کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہت رکھتے ہیں۔

(۳) اور فَعَالِ کے وزن پر آنے والے جو الفاظ مؤنث کے نام ہیں، جیسے قَطَامِ (ایک عورت کا نام) اور غَلَابِ (یہ بھی ایک عورت کا نام ہے) یہ الفاظ اہل حجاز کے نزدیک مبنی ہیں، کیونکہ یہ بھی فَعَالِ بمعنی امر کے ساتھ عدل اور وزن فعل میں مشابہ ہیں، اور نبو تمیم کے نزدیک یہ معرب ہیں، لیکن اگر ان کے آخر میں راء ہو جیسے حَضَارِ (ایک ستارے کا نام) تو وہ بنو تمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے۔

ترجمہ: (۴) اسمائے افعال کا بیان: جو اسم فعل بمعنی امر یا بمعنی ماضی ہوتے ہیں، جیسے روید اور هيهات (وزن فَعَالِ کا بیان) (۱) اور فَعَالِ کا وزن بمعنی امر ثلاثی مجرد سے قیاس ہے جیسے نَزَالِ: انزل (۲) اور فَعَالِ کے وزن پر مصدر معرفہ ہونے کی حالت میں جیسے فَجَارِ اور صفت ہونے کی حالت میں جیسے فَسَاقِ: مبنی ہوتے ہیں، اس کے مشابہ ہونے کی وجہ سے امر کے ساتھ عدل اور وزنِ فعل میں —— (۳) اور فَعَالِ: مؤنث اشخاص کا نام ہونے کی حالت میں جیسے قطام اور غلاب: مبنی ہوتے ہیں اہل حجاز کے نزدیک اور معرب ہوتے ہیں نبو تمیم کے نزدیک، مگر وہ لفظ جس کے آخر میں راء ہو جیسے حَضَارِ (وہ بنو تمیم کے نزدیک بھی مبنی ہے)

[٥-] الأصوات

كلُّ لفظٍ حُكي به صوتٌ، أو صُوِّتَ به البهائمُ، فالأول: كَغَاقِ، والثاني: كَنَخِّ.

[٦-] المركبات

كلُّ اسمٍ من كلمتين، ليس بينهما نسبة.

[قاعدة] فإن تَضَمَّنَ الثانى حرفاً: بُنِيَا، كخمسةَ عَشَرَ، وحَادِيْ عشر وأَخَواتِها، إلا اثْنَىْ عَشَرَ؛ وإلا أُعْرِبَ الثانى، كبعلَبكَّ، وبُنِيَ الأول فى الأفصح.

اسمائے اصوات کا بیان

پانچواں مبنی: اسم صوت ہے۔ اسم صوت: وہ اسم ہے جس کے ذریعہ کسی جانور کی، یا کسی بے جان چیز کی آواز کی نقل کی جائے یا اس کے ذریعہ کسی جانور کو بلایا جائے، جیسے غَاقِ غَاقِ (کوے کی آواز کی نقل) أُحْ أُحْ (کھانسنے کی آواز) نَخِّ نَخِّ (اونٹ کو بٹھانے کے لئے بولتے ہیں)

مرکبات کا بیان

چھٹا مبنی: مرکب لفظ ہے۔ اسم مرکب: ہر وہ اسم ہے دو کلموں سے بنا ہو اور ان کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو یعنی ترکیب اسنادی، اضافی اور توصیفی نہ ہو۔

قاعدہ: اگر مرکب کا جز ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو دونوں جزء مبنی ہونگے، جز اول اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ دوسرے جز کا محتاج ہے، پس احتیاج میں وہ حرف کے مشابہ ہوگیا۔ اور دوسرا اجزء اس لئے مبنی ہوگا کہ وہ حرف کو جو مبنی الاصل ہے متضمن

ہے۔ جیسے حادی عشر سے تسعة عشر تک کے اعداد: واو کو متضمن ہیں، مگر اثنا عشر (اثنتا عشر) کا صرف جزء ثانی مبنی ہے، پہلا جزء معرب ہے، کیونکہ نون ساقط ہونے کی وجہ سے وہ مضاف کے مشابہ ہوگیا ہے ــــــ اور اگر جز ثانی حرف کو متضمن نہ ہوتو وہ معرب (غیر منصرف) ہوگا اور جزء اول فصیح ترین قول کے مطابق مبنی ہوگا، جیسے بَعْلَبَكّ۔

ترجمہ: (۵) اسمائے اصوات کا بیان: اسم صوت: ہر وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ کسی آواز کی نقل کی جائے یا اس کے ذریعہ جانوروں کو بلایا جائے۔ پس اول جیسے غَاقِ اور ثانی جیسے نخ ــــــ (۶) مرکبات بنائی کا بیان: مرکب: ہر وہ اسم ہے جو دو کلموں سے مل کر بنا ہو (اور) ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہ ہو ــــــ (قاعدہ) پس اگر دوسرا اسم کسی حرف کو متضمن ہوتو دونوں اسم مبنی ہونگے، جیسے خمسة عشر اور حادی عشر اور ان کی بہنیں، مگر اثنی عشر ــــــ ورنہ تو دوسرا اسم اعراب دیا جائے گا، جیسے بعلبك اور پہلا اسم مبنی ہوگا فصیح ترین استعمال میں۔

[۷-] الكنايات

كَمْ وكَذَا: للعدد؛ وكَيْتَ وذَيْتَ: للحديث.

[قاعدة] فكَمِ الاستفهامية: مُمَيِّزُها منصوبٌ مفردٌ؛ والخبرية: مجرورٌ: مفردٌ ومجموعٌ.(۱)

[قاعدة] وتدخلُ: "مِنْ" فيهما؛ ولهما صدرُ الكلام.(۲)

[قاعدة] وكلاهما يقع مرفوعاً، ومنصوباً، ومجروراً:(۳)

فكلُّ ما بعدَه فعلٌ، غيرُ مُشْتَغِلٍ عنه بضميره: كان منصوباً معمولاً على حَسَبِه؛ وكلُّ ما قبلَه حرفُ جر، أو مضاف: فمجرور؛ وإلا: فمرفوع: مبتدأٌ إن لم يكن ظرفاً، وخبرٌ إن كان ظرفاً.

[قاعدة] وكذلك أسماءُ الاستفهام، والشرط.[٤]

[قاعدة] وفی مثل: ع:" كَمْ عَمَّةٍ لكَ يا جَرِيْرُ وخالةٍ": ثلاثة أَوْجُهٍ.[٥]

[قاعدة] وقد يُحذف في مثل:" كم مَالُكَ؟" و"كم ضربتَ؟".[٦]

اسم کنایہ کا بیان

ساتواں مبنی: اسم کنایہ ہے۔اسم کنایہ: وہ اسم ہے جس سے کسی مبہم چیز کو تعبیر کیا جائے۔ یہ چار لفظ ہیں:(۱) کَمْ (کتنا)(۲) کذا(اتنا)(۳)کیتَ(ایسا) (۴)ذَیْت (ایسا)۔اول دو مبہم عدد کے لئے ہیں اور آخری دو مبہم بات کے لئے ہیں، جیسے کم درهماً عندك؟ قبضتُ كذا وكذا درهما، قال فلان كيتَ وكيت/ ذيتَ وذيتَ۔

(۱) قاعدہ: کم کی دو قسمیں ہیں: استفہامیہ اور خبریہ:

(۱) کم استفہامیہ کے ذریعہ عدد دریافت کیا جاتا ہے، اور اس کے معنی ہیں: ''کتنے'' جیسے کم درهماً عندك؟ اور اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔

(۲) کم خبریہ عدد کی خبر دیتا ہے، اور اس کے معنی ہیں: ''بہت'' جیسے کم رجلٍ /رجالٍ عندی: میرے پاس بہت آدمی ہیں۔اور اس کی تمیز مجرور ہوتی ہے مفرد بھی ہوتی ہے اور جمع بھی۔مثالیں گذر چکیں۔

(۲) قاعدہ: کم استفہامیہ اور کم خبریہ دونوں کی تمیز کے شروع میں من (بیانیہ) آتا ہے(اور اس وقت ان کی تمیز مجرور ہوگی) اور دونوں کو شروع کلام میں لانا ضروری ہے۔

(۳) قاعدہ: کم: خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ ہر ایک کی اعرابی حالتیں تین ہیں: وہ کبھی محلاً مرفوع ہوتا ہے، کبھی منصوب، کبھی مجرور۔

(۱) اگر دونوں کے بعد ایسا فعل آئے جو کم کی ضمیر میں مشغول نہ ہوتو کم منصوب ہوگا: کبھی مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے، جیسے کم یوماً سِرْتَ؟ اور کبھی مفعول بہ ہونے کی وجہ سے، جیسے کم رجلاً أکرمتَ؟ غرض جس طرح فعل کا اقتضاء ہوگا اس طرح منصوب ہوگا۔

(۲) اور اگر کم سے پہلے حرف جر یا مضاف ہوتو محلاً مجرور ہوگا، جیسے بکم درهما اشتریتَ هذا العبد؟ اورغلامَ کم رجلاً اشتریت؟ (اور کم اگرچہ صدارتِ کلام کو چاہتا ہے مگر حرف جر کا عمل ضعیف ہے اس کا مجرور مقدم نہیں ہوسکتا اس لئے حرف جر پہلے آتا ہے پھر جار کے حکم میں مضاف کو بھی رکھا اور دونوں کی تقدیم نحویوں نے جائز رکھی)

(۳) اور اگر مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو کم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا، بشرطیکہ اس کی تمیز ظرف نہ ہو، جیسے کم رجلاً إخوتُك؟ اور اگر ظرف ہوتو کم خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہوگا، جیسے کم یوماً سفرُك؟

(۴) قاعدہ: کم کی طرح تمام اسمائے استفہام واسمائے شرط ہیں۔ سب میں چاروجوہ اعراب جاری ہوتی ہیں یعنی نصب وجراور رفع بر بنائے ابتداء ورفع بر بنائے خبر (مجموعہ اسمائے استفہام وشرط میں یہ چاروں وجوہ جاری ہوتی ہیں نہ کہ ہرایک کلمہ میں) اور جو شرطیں کم میں مذکور ہوئیں وہی شرطیں اسمائے استفہام وشرط میں بھی ملحوظ ہوتی ہیں۔

(۵) قاعدہ: اگر کم محتمل استفہام وخبر ہو اور اس کی تمیز محتمل ذکر وحذف ہوتو وہاں تین وجوہ جائز ہیں: (۱) تمیز کا رفع: مبتدا ہونے کی بنا پر (۲) نصب: کم استفہامیہ ہونے کی تقدیر پر (۳) جر: کم خبریہ ہونے کی تقدیر پر۔ جریر: فرزدق کی ہجو میں کہتا ہے:

کم عمةٍ لك یا جریرُ وخالةٍ ۞ فَدْعاً قد حَلَبَتْ عليَّ عِشَارِي

(تیری کتنی ہی پھوپھیاں اور خالائیں کج دست جنھوں نے میری دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں دوہی ہیں!) اس میں عمة میں تینوں وجوہ جائز ہیں۔

(٦) قاعدہ: اگر قرینہ موجود ہو تو تمیز کو حذف کر سکتے ہیں، جیسے کم مالكُ؟ أی کم درهماً مالك؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور کم ضربت؟ أی کم مرةً ضربتَ؟ اور قرینہ یہ ہے کہ کم فعل پر داخل نہیں ہوتا۔

ترجمہ: (٧) اسمائے کنایہ کا بیان: کم اور کذا: گنتی کے لئے ہیں۔ اور کیت اور ذَیت: بات کے لئے ہیں —— (قاعدہ) پس کم استفہامیہ کا ممیّز منصوب مفرد ہوتا ہے۔ اور کم خبریہ کا ممیّز مفرد اور جمع ہوتا ہے —— (قاعدہ) اور دونوں میں مِن داخل ہوتا ہے، اور دونوں کے لئے صدارتِ کلام ہے —— (قاعدہ) اور دونوں مرفوع، منصوب اور مجرور واقع ہوتے ہیں: پس ہر وہ کم جس کے بعد فعل ہو، جو اس سے اس کی ضمیر میں مشغول ہونے والا نہ ہو: منصوب ہوگا، اپنے عامل کے موافق معمول ہونے کے طور پر —— اور ہر وہ کم جس سے پہلے حرف یا مضاف ہو: پس وہ مجرور ہے —— ورنہ: پس وہ مرفوع ہے: مبتدا ہے اگر وہ ظرف نہ ہو، اور خبر ہے اگر وہ ظرف ہو —— (قاعدہ) اور اسی طرح اسمائے استفہام و شرط ہیں —— (قاعدہ) اور کم عمةٍ جیسی مثال میں تین صورتیں ہیں —— (قاعدہ) اور کبھی کم مالك؟ اور کم ضربتَ؟ جیسی مثالوں سے تمیز حذف کی جاتی ہے۔

[٨-] الظروف

منها: ما قُطِعَ عن الإضافة، كَقَبْلُ، وبعدُ؛ وأُجْرِيَ مَجْرَاهُ: "لاغَيْرُ" و"ليس غيرُ" و"حَسْبُ" (١)

ومنها: حيثُ؛ ولا يُضاف إلا إلى الجملة فى الأكثر. (٢)

ومنها: إذا؛ وهي للمستقبل؛ وفيها معنى الشرط؛ ولذلك: اخْتِيْرَ

بعَدها الفعل؛ وقد تكون للمُفاجَأةِ، فيلزَم المبتدأُ بعدها.[٣]
ومنها: إذ: للماضي؛ ويقع بعدها الجملتان.[٤]

اسمائے ظروف کا بیان

آٹھواں مبنی: اسمائے ظروف ہیں۔ اسم ظرف: وہ اسم ہے جو کام کے زمانہ پر یا جگہ پر دلالت کرے۔ ظرف کی دو قسمیں ہیں: ظرف زمان وظرف مکان۔ چند ظرف زمان: إذ (جب) إذا (جب) متی (جب) أیان (کب) أمسِ (گذشتہ کل) حیث (جہاں) أین (کہاں) عند (پاس) لدیٰ (پاس) لَدُن (پاس) قدّام (آگے) خَلْف (پیچھے) تحتَ (نیچے) فوقَ (اوپر)

اسمائے ظروف کے احکام

(۱) جو اسمائے ظروف اضافت سے قطع کئے گئے ہیں وہ مبنی ہیں۔ جیسے قبل اور بعد: لازم الاضافت ہیں۔ ان کا مضاف الیہ کبھی مذکور ہوتا ہے اس وقت دونوں معرب ہوتے ہیں اور کبھی محذوف ہوتا ہے، پھر کبھی نسیاً منسیاً ہوتا ہے اس وقت بھی یہ معرب ہوتے ہیں اور کبھی مضاف الیہ مَنوی ہوتا ہے اس وقت یہ مبنی ہوتے ہیں، کیونکہ اس حالت میں مضاف الیہ کی طرف احتیاج کی وجہ سے وہ حرف کے مشابہ ہوجاتے ہیں۔ (یہی حکم تحتَ، فوقَ، قدامَ، خلفَ اور وراءَ کا ہے) —— اور دوسرے تین لفظ اگرچہ ظرف نہیں ہیں مگر حذف مضاف الیہ اور ضمہ پر مبنی ہونے میں ظروف مقطوع الاضافت کی طرح ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) لاغیر بمعنی صرف جیسے افعل ھذا لاغیرُ (۲) لیس غیرُ، جیسے جاء نی زید لیس غیرُ (۳) حَسْبُ (فقط) جیسے فعلتُ ھذا حسبُ: میں نے فقط یہ کام کیا۔ یہ تینوں زیادت ابہام میں مشابہت کی وجہ سے ظروف مقطوع الاضافت کے قائم مقام کئے گئے ہیں۔

(۲) ظروف مبنیہ میں سے حیث ہے، اور وہ اکثر جملہ کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے اجلسْ حیثُ زیدٌ جالس: جہاں زید بیٹھا ہے وہاں بیٹھ۔ اور اس کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جملہ نہ مضاف ہوتا ہے نہ مضاف الیہ، اور جہاں ایسا ہو وہاں مصدر کی تاویل کی جاتی ہے اور وہی مصدر محذوف مضاف الیہ ہوتا ہے، پس یہ بھی مقطوع الاضافہ ہوا۔

(۳) ظروف مبنیہ میں سے إذا ہے، اور وہ زمانۂ مستقبل کے لئے ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو جیسے إذا طلعتِ الشمس —— اور إذا میں شرط کے معنی ہوتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد فعل کا لانا پسندیدہ ہے، کیونکہ فعل کو شرط کے ساتھ مناسبت ہے —— اور کبھی إذا مفاجات کے لئے ہوتا ہے، پس اس کے بعد مبتدا آنا ضروری ہے جیسے خرجتُ فإذا السبع۔

(۴) ظروف مبنیہ میں سے إذ ہے، اور وہ زمانہ ماضی کے لئے ہے، اگرچہ وہ مستقبل پر داخل ہو۔ اور اس کے بعد کبھی جملہ اسمیہ آتا ہے، جیسے کان ذلك إذ زید قائم: ہوا یہ جبکہ زید کھڑا تھا، اور کبھی جملہ فعلیہ آتا ہے۔ جیسے ﴿نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ مدد کی حضور کی اللہ نے جب ان کو نکال دیا کافروں نے۔

ترجمہ: (۹) اسمائے ظروف کا بیان: ان میں وہ ظروف ہیں جو اضافت سے کاٹے گئے ہیں، جیسے قبل اور بعد۔ اور اس کی جگہ میں جاری کئے گئے ہیں: لاغیر، لیس غیر اور حسب —— اور ان میں سے حیث ہے اور اکثری احوال میں وہ جملہ ہی کی طرف مضاف کیا جاتا ہے —— اور ان میں سے إذا ہے اور وہ مستقبل کے لئے ہے اور اس میں شرط کے معنی ہیں، اور اسی وجہ سے اس کے بعد فعل پسند کیا گیا ہے اور کبھی وہ مفاجات کے لئے ہوتا ہے پس اس کے بعد مبتدا لازم ہے —— اور ان میں سے إذ ہے جو ماضی کے لئے اور اس کے بعد دو جملے آتے ہیں۔

ومنها:

[١-] أينَ، وأنّٰى: للمكان: استفهاماً، وشرطاً.(١)

[٢-] ومَتٰى: للزمان: فيهما.(٢)

[٣-] وأيَّانَ: للزمان: استفهاماً.(٣)

[٤-] وكيفَ: للحال: استفهاماً.(٤)

[٥-] ومُذْ، ومُنْذ: بمعنى أولِ المدة، فَيَلِيْهِمَا المفرد المعرفة؛ وبمعنى جميع المدة، فيليهما المقصودُ بالعدد؛ وقد يقع المصدر، أو الفعلُ، أو أَنَّ، أو أَنْ: فيقدَّر زمانٌ مضافٌ؛ وهو مبتدأٌ، وخبرُه ما بعدَه، خلافاً للزجاج.(٥)

ومنها: لَدىٰ، ولَدُنْ؛ وقد جاء لَدْنِ، ولَدَنْ، ولُدْنِ، ولَدْ، ولُدْ، ولَدُ.(٦)

ومنها:

[١-] قَطُّ: للماضى المنفيِّ.(٧)

[٢-] وعَوْضُ: للمستقبل المنفى.

[قاعدة] والظروف المضافة إلى الجملة، و" إذ" يجوز بناؤها على الفتح.(٨)

[قاعدة] وكذلك مِثْلُ، وغيرُ: مع ما، وأنْ، وأَنَّ.(٩)

(۱) ظروف مبنیہ میں سے أین اور أنّٰی ہیں جو مکان (جگہ) کے لئے ہیں یہ کبھی استفہام کے لئے آتے ہیں، جیسے أین زید؟: زید کہاں ہے؟ اور أنی زید؟: زید کہاں ہے؟ اور کبھی شرط کے لئے ہوتے ہیں، جیسے أین تکنْ أکنْ: جہاں تم ہوگے میں ہوؤنگا اور أنی تجلسْ أجلسْ: جہاں تم بیٹھوگے میں بیٹھونگا۔

(۲) اور متی زمانے کے لئے ہے استفہام اور شرط دونوں کے لئے آتا ہے، جیسے متی الساعۃ؟ قیامت کب آئے گی؟ اور متی تخرجْ أخرجْ: جب تم نکلو گے میں نکلونگا۔

(۳) اور أَیَّانَ: بھی زمانے کے لئے ہے صرف استفہام کے لئے آتا ہے شرط کے لئے نہیں آتا، جیسے أَیَّانَ یومُ الدین؟ جزاء کا دن کب ہے؟

نوٹ: أیان: ان امور عظام میں استعمال کیا جاتا ہے جن کا وجود آئندہ زمانہ میں ہونے والا ہے اور متی عام ہے، پس أَیَّانَ یومُ زید: زید کا دن کب ہے؟ کہنا صحیح نہیں اور متی یوم زید کہنا صحیح ہے۔

(۴) کیف: حالت دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے کیف زید؟ زید کا کیا حال ہے؟

(۵) مُذْ اور مُنْذُ:

(۱) کبھی ابتدائے مدت بتانے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان کے بعد مفرد معرفہ بلا فصل آتا ہے، جیسے ما رأیتُہ مذ/ منذ یوم الجمعۃ۔

(۲) اور کبھی یہ پوری مدت بتانے کے لئے آتے ہیں، اس وقت ان کے بعد وہ عدد آتا ہے جو مقصود ہوتا ہے خواہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع، جیسے ما رأیتُہ مذ/ منذ یوم/ یومین/ ثلاثۃ أیام۔

(۳) اور کبھی ان کے بعد مصدر یا فعل یا أَنَّ (مثقّلہ) یا أَنْ (مخففہ) آتا ہے اور ان صورتوں میں مذ اور منذ کے بعد لفظ زمان مقدر ہوتا ہے جو ان چار کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے ما خرجتُ مذ أَنْ ذھبتَ أی مذ زمانِ ذھابك۔

اور مذ اور منذ میں سے ہر ایک مبتدا ہوتا ہے اور ان کا مابعد خبر ہوتا ہے۔ اور زجاج نحوی اس کے برعکس کہتے ہیں ان کے نزدیک مذ اور منذ خبر مقدم ہوتے ہیں اور ان کا مابعد مبتدا مؤخر ہوتا ہے۔

(۶)اورظروف مبنیہ میں سے لدی اور لَدُنْ ہیں، جوعند کے معنی میں ہوتے ہیں اوران میں چندلغات اوربھی ہیں:لَدْنِ، لَدَنْ، لُدْنِ، لَدْ، لُدْاور لَدُ۔

(۷) اورظروف مبنیہ میں سے (۱) قَطّ ہے، اور وہ ماضی منفی میں استغراق کے لئے آتا ہے، جیسے ما ضربتُه قطّ: میں نے اس کوکبھی نہیں مارا (اور کبھی مخفف ہوتا ہے یعنی قَطْ) (۲) اور عَوْضُ ہے۔اور وہ مستقبل منفی میں استغراقِ نفی کے لئے آتا ہے، جیسے لا آكلُه عَوْضُ: میں اس کوکبھی نہیں کھاؤنگا۔

(۸) قاعدہ: وہ ظروف جو جملہ یا کلمہ إذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کا فتح پر مبنی ہونا جائز ہے، جیسے﴿يَوْمَ يَنْفَعُ الصَّادِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ اس میں یوم: جملہ کی طرف مضاف ہے اور مبنی بر فتح ہے۔ دوسری مثال ﴿من خزى يَوْمَئِذٍ﴾ اس میں یوم: إذ کی طرف مضاف ہےاور مبنی بر فتح ہے۔

(۹) قاعدہ: مثل اور غیر جبکہ ما، أَنْ اور أَنَّ کے ساتھ آئیں تو جواز اعراب وبناء میں مذکورہ ظروف کی طرح ہیں یعنی جملہ کی طرف مضاف ہونے میں ظروف مذکورہ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے دونوں کا مبنی بر فتح ہونا جائز ہے اور معرب ہونا بھی۔ جیسے قیامی مثلَ ماقام زید: میرا کھڑا ہونا زید کے کھڑے ہونے کی طرح ہے۔

ترجمہ:(۱) أين اور أنّٰى: جگہ کے لئے ہیں: بطور استفہام اور بطور شرط ——— (۲) اور متى : زمانہ کے لئے ہے دونوں میں یعنی استفہام وشرط میں ——— (۳) اور أيان: زمانہ کے لئے ہے: استفہام کے طور پر ——— (۴) اور کیف: حالت کے لئے استفہام کے طور پر ——— (۵) اور مذ اور منذ: اولِ مدت کے معنی میں، پس ان دونوں سے متصل آئے گا مفرد معرفہ اور جمیع مدت کے معنی میں، پس ان دونوں سے متصل آئے گا وہ جو عدد سے مقصود ہے ——— اور کبھی ان کے بعد مصدر، یا فعل، یا أنَّ یا أَنْ آتا ہے پس لفظ زمان مضاف مقدر مانا جاتا ہے اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا

مابعداس کی خبر ہوتا ہے، برخلاف زجاج کے ـــــــ اوران میں سے: لدی الخ ہیں ـــــــ اوران میں سے: (۱) قطّ ہے ماضی منفی کے لئے (۲) اور عَوْض ہے مستقبل منفی کے لئے ـــــــ (قاعدہ) اور وہ اسمائے ظروف جو جملہ کی طرف اور إذ کی طرف مضاف ہوتے ہیں ان کو فتح پر مبنی کرنا جائز ہے ـــــــ (قاعدہ) اوراسی طرح مثلُ اور غیرُ: ما، أنْ اور أنَّ کے ساتھ ہیں۔

مشقی سوالات

(۱) مبنی کی تعریف کرو، اس کی حرکتوں کے نام بتاؤ اوراس کا حکم بیان کرو اور آٹھ مبنیات شمار کرو

(۲) ضمیر کی تعریف کرو، ضمیر غائب کا مرجع تین طرح سے مذکور ہوتا ہے، اس کی مع امثلہ وضاحت کرو

(۳) ضمیر متصل اور منفصل کی تعریف کرو۔ ضمیریں کتنی ہیں؟ مرفوع کا کیا مطلب ہے؟ منصوب کا کیا؟ اور مجرور کا کیا؟

(۴) ضمیروں کی پانچوں انواع کی گردانیں سناؤ

(۵) ضمیر مرفوع متصل: ماضی، مضارع اور صفت کے کن صیغوں میں مستتر ہوتی ہے؟ اور صفت سے کیا مراد ہے؟

(۶) ضمیر منفصل کب استعمال کی جائے گی؟ وہ چھ مقامات مع امثلہ بیان کرو جہاں ضمیر متصل نہیں لائی جاسکتی۔ چھٹی جگہ خاص طور پر واضح طور پر بیان کرو۔

(۷) جب دو ضمیریں جمع ہوں اوران میں سے کوئی ضمیر مرفوع نہ ہو اوران میں سے ایک اعرف ہو، اوراس کو پہلے لایا جائے تو دوسری کیسی لائی جائے گی؟

(۸) افعال ناقصہ کی خبر ضمیر ہو تو اس کو کیسی ضمیر لانی چاہئے؟ مثال دیں

(۹) لولا اور عسی کے بعد کیسی ضمیر آتی ہے؟

(۱۰) نونِ وقایہ ماضی اور مضارع کے کن صیغوں میں لانا ضروری ہے؟ اور نونِ وقایہ کیا ہے؟

(۱۱) مضارع میں نون اعرابی کے ساتھ نونِ وقایہ لانے کا کیا حکم ہے؟ لدن اور حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ کیا حکم ہے؟

(۱۲) لیت وغیرہ پانچ حروف میں نونِ وقایہ لانا کیسا ہے؟ اور لعل میں کیسا ہے؟

(۱۳) ضمیر فصل کا قاعدہ بیان کریں۔ وہ کہاں لائی جاتی ہے؟ کونسی لائی جاتی ہے؟ کیوں لائی جاتی ہے؟ اور اس کے لئے شرط کیا ہے؟ اور کیا وہ ترکیب میں شامل ہوتی ہے؟

(۱۴) ضمیر شان اور ضمیر قصہ کا قاعدہ بیان کریں۔ اور اس کا حذف کرنا کب ضعیف ہے؟ اور کب لازم ہے؟

(۱۵) اسم اشارہ کی تعریف کریں۔ اسمائے اشارہ کیا ہیں؟

(۱۶) اسمائے اشارہ کے شروع اور آخر میں کیا حروف ملتے ہیں؟ کافِ خطاب ملنے سے کل اسمائے اشارہ کتنے ہوتے ہیں؟

(۱۷) قریب کے لئے، دور کے لئے اور درمیان کے لئے کونسے اسمائے اشارہ ہیں؟ ثم اور ھنا کس لئے ہیں؟

(۱۸) اسم موصول کی تعریف کریں۔ صلہ کیسا جملہ ہوتا ہے اور اس میں کیا چیز ضروری ہے؟ اور الف لام بمعنی الذی کا صلہ کیا آتا ہے؟

(۱۹) تمام اسمائے موصولہ شمار کراؤ۔ ذو الطائیۃ کیا ہے؟

(۲۰) عائد کا حذف کب جائز ہے؟ مثال بھی دو

(۲۱) الذی کے ذریعہ جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو اس کے لئے کتنی شرطیں ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۲) الف لام بمعنی الذی کے ذریعہ جز جملہ کے بارے میں خبر دی جائے تو کیا

شرطیں ہیں؟اور کیوں ہیں؟

(۲۳) وہ سات چیزیں کیا ہیں جن کے بارے میں الذی کے ذریعہ خبر نہیں دی جاسکتی؟ اور کیوں نہیں دی جاسکتی؟ تفصیل کے ساتھ مع امثلہ بیان کرو

(۲۴) ما اسمیہ کتنے معانی کے لئے آتا ہے۔ مع امثلہ بیان کرو

(۲۵) مَن کتنے معانی کے لئے آتا ہے مع امثلہ بیان کرو

(۲۶) أیّ اور أیة کے معانی بیان کرو اور بتاؤ یہ دونوں کب معرب ہوتے ہیں اور کب مبنی ہوتے ہیں؟

(۲۷) ماذا صنعتَ؟ میں دو احتمال کیا ہیں اور دونوں صورتوں میں جواب کیسا ہوگا؟

(۲۸) چند اسمائے افعال بمعنی امر اور بمعنی ماضی مع امثلہ بیان کرو۔ اور فعالِ کے وزن پر آنے والے اسماء کے احکام بیان کرو

(۲۹) اسمائے اصوات کی تعریف کرو اور مثالیں دو

(۳۰) مرکبات کی کیا تعریف ہے؟ ان کے اعراب وبناء کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۱) اسماء کنایہ کیا ہیں؟ کم استفہامیہ اور کم خبریہ کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو۔ دونوں کی تمیز پر مِنْ آسکتا ہے؟ مثال دو، صدارتِ کلام کس کے لئے ضروری ہے؟

(۳۲) کم استفہامیہ اور کم خبریہ کب مرفوع، کب منصوب اور کب مجرور ہوتے ہیں، مع امثلہ وترکیب بیان کرو

(۳۳) اسمائے استفہام وشرط میں کیا کیا وجوہ اعراب جاری ہوتے ہیں؟

(۳۴) کم عمةٍ جیسی مثال سے کیا مراد ہے؟ اور ان میں تین وجوہ کیا ہیں؟

(۳۵) کم مالك؟ اور کم ضربتَ میں کیا چیز محذوف ہے؟ اور اس کا قرینہ کیا ہے؟

(۳۶) وہ کونسے اسمائے ظروف ہیں جو اضافت سے علحدہ کئے گئے ہیں؟ اور ان کے حکم میں کونسے الفاظ ہیں؟

(۳۷) حیث کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۸) إذا کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۳۹) إذ کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۰) أین اور أنی کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۱) متی کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۲) أیان کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۳) کیف کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۴) مذ اور منذ کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۵) لدی اور لدن میں اور کیا کیا تلفظ ہیں؟

(۴۶) قط کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۷) عَوْضُ کا حکم مع مثال بیان کرو

(۴۸) جملہ اور إذ کی طرف مضاف اسمائے ظروف کے احکام مع امثلہ بیان کرو

(۴۹) مثل اور غیر کا ما، أنْ اور أنَّ کے ساتھ کیا حکم ہے؟

المعرفة والنكرة

المعرفة: ما وُضع لشيئ بعينه؛ وهي: المضمرات، والأعلام، والمبهمات، وما عُرِّفَ باللام، أو النداءِ، والمضافُ إلى أحدها معنى.

والعَلَم: ما وُضع لشيئ بعينه، غيرَ متناول غيرَه بوضعٍ واحدٍ.

[قاعدة] وأَعْرَفُها: المُضمر المتكلمُ، ثم المخاطَب.

النكرة: ما وُضع لشيئ لا بعينه.

معرفہ اور نکرہ کا بیان

معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ معرفہ: سات ہیں: (۱) تمام ضمیریں (ضمیروں میں اعرف المعارف متکلم کی ضمیریں ہیں، ان میں التباس سب سے کم ہے، ان کے بعد حاضر کی ضمیریں ہیں اور آخر میں غائب کی ضمیریں ہیں) (۲) اَعلام (نام) عَلم: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور وہ ایک وضع سے اس کے علاوہ کو شامل نہ ہو، جیسے ایک شخص کا اس کے باپ نے ''زید'' نام رکھا اب اس وضع (مقرر کرنے) سے کوئی دوسرا انسان زید نہیں ہوسکتا (۳) اسمائے اشارہ (۴) اسمائے موصولہ (ان دونوں کو مبہمات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مشار الیہ اور صلہ پر دلالت واضح نہیں ہوتی) (۵) معرف باللام، جیسے الرجل (۶) معرف بحرفِ ندا، جیسے یا رجلُ (۷) اور وہ اسم جو معرفہ کی مذکورہ پانچوں قسموں (معرف بہ ندا کے علاوہ) کی طرف مضاف ہو، جیسے

غلامك (ضمیر کی طرف مضاف) غلام زید (علم کی طرف مضاف) غلام هذا (اسم اشارہ کی طرف مضاف) غلام الذی عندی (اسم موصول کی طرف مضاف) اور غلام الرجل (معرف باللام کی طرف مضاف) اور اضافت سے مراد: اضافت معنوی ہے، کیونکہ اضافت لفظی تعریف کا فائدہ نہیں دیتی۔ اور معرف بحرفِ ندا کو اس لئے مستثنیٰ کیا کہ اس کی طرف اضافت نہیں ہوسکتی ——— اور نکرہ: وہ اسم ہے جس کو کسی غیر معین چیز پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ معرفہ کی سات قسموں کے علاوہ تمام اسماء نکرہ ہیں۔

ترجمہ: معرفہ اور نکرہ کا بیان: معرفہ: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ اور معارف: ضمیریں، اعلام (نام) مبہمات یعنی اسمائے موصولہ اور اسمائے اشارہ ہیں اور وہ اسم ہے جو لام کے یا حرفِ ندا کے ذریعہ متعین کیا گیا ہو۔ اور وہ اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنوی کیا گیا ہو ——— اور علم: وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، درانحالیکہ نہ شامل ہونے والا ہو اس کے علاوہ کو ایک وضع سے ——— (قاعدہ) اور ضمیروں میں سب سے زیادہ متعین متکلم کی ضمیریں ہیں پھر حاضر کی ——— نکرہ: وہ اسم ہے جو کسی غیر متعین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

أسماء العدد:

ما وُضع لكمِّيَّةِ آحادِ الأشياء. وأصولُها اثنتا عَشْرَةَ كلمةً: واحدٌ إلى عشرة، ومائة وألف تقول: واحدٌ، اثنان ...... واحدة، اثنتان، وثنتان ...... وثلاثةٌ ــــ إلى ــــ عشرة، وثلاث ــــ إلى ــــ عَشَرٍ ...... أحد عشر، اثنا عشر ...... إحدىٰ عَشْرة، اثنتا عَشْرَة...... وثلاثة عشر ــــ إلى ــــ تسعة عشرة ...... ثلاث عَشْرَة ــــ إلى ــــ تِسْعَ

عَشْرَةَ ـــ وتميمٌ تُكْسِرُ الشين فى المؤنث ـــ وعشرون، وأَخَوَاتها: فيهما ...... أحد وعشرون، إحدى وعشرون ـــ ثم بالعطف بلفظ ما تقدم ـــ إلى تسعة وتسعين ...... مائةٌ وألفٌ، مائتان وألفان: فيهما؛ ثم بالعطف على ما تقدم.

[فائدة] وفى ثَمَانِيَ عَشْرَةَ: فتح الياء، وجاز إسكانُها، وشَذَّ حذفُها بفتح النون.(۱)

اسمائے اعداد کا بیان

اسمائے عدد: وہ الفاظ ہیں جن کو چیزوں کی مقدار (تعداد) بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جیسے ایک، دو وغیرہ۔ اور بنیادی اعداد بارہ ہیں: واحدٌ، اثنانِ، ثلاثةٌ، أربعةٌ، خمسةٌ، ستةٌ، سبعةٌ، ثمانيةٌ، تسعةٌ، عشرةٌ، مائةٌ، ألفٌ، باقی تمام اعداد ان سے مرکب ہیں۔

اعداد کے استعمال کا طریقہ: واحد (مفرد مذکر کے لئے ہے) واحدة (مفرد مؤنث کے لئے ہے) اثنان (تثنیہ مذکر کے لئے ہے) ثنتان اور اثنتان (تثنیہ مؤنث کے لئے ہے) پھر ثلاثة سے عشرة تک کے اعداد خلاف قیاس مستعمل ہیں یعنی مذکر کے لئے علامتِ تانیث کے ساتھ اور مؤنث کے لئے بغیر علامتِ تانیث کے۔ کہیں گے: ثلاثةُ رجالٍ اور ثلاثُ نسوةٍ (اور اعتبار معدود کے مفرد کا ہے وہ مذکر ہو تو عدد مؤنث ہوگا اور وہ مؤنث ہو تو عدد مذکر آئے گا) پھر گیارہ، بارہ قاعدہ کے موافق آئیں گے۔ أحدعشر/اثنا عشر رجلاً (مذکر کے لئے دونوں جزء مذکر ہونگے) اور إحدى عشرة اور اثنتا عشرة یا ثنتا عشرة امرأةً (مؤنث کے لئے دونوں جزء مؤنث آئیں گے) پھر تیرہ تا انیس میں پہلا جزء خلاف قیاس اور دوسرا جزء موافق قیاس آئے گا مذکر میں کہیں گے: ثلاثةَ عشر رجلاً تا تسعةَ عشر رجلاً اور مؤنث کے

لئے کہیں گے: ثلاث عشرة امرأة تا تسع عشرة امرأة ـــــ اورقبیلۂ بنوتمیم تیرہ تا انیس میں عشرۃ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں اور عَشِرَۃٌ کہتے ہیں تا کہ مسلسل چار زبر جمع نہ ہو جائیں۔ اور جمہور کہتے ہیں کہ ۃ علحدہ کلمہ ہے اس لئے چار زبروں کا تسلسل لازم نہیں آتا ـــــ پھر عشرون سے تسعون تک آٹھ دہائیوں میں مذکر ومؤنث یکساں ہیں۔ کہا جاتا ہے: خمسون رجلاًاور خمسون امرأةً ـــــ اور عشرون کے بعد ہر دہائی کے پہلے دو عددوں (مثلاً اکیس، بائیس) میں پہلا عدد معدود کے موافق آئے گا اور دوسرا یکساں رہے گا۔ کہا جائے گا: واحد وعشرون رجلاً، اثنان وعشرون رجلااور إحدى وعشرون امرأة، ثنتان/ اثنتان وعشرون امرأة ـــــ پھر ۲۳-۲۹ سات اعداد میں پہلا جزء خلاف قیاس ہوگا، اور دوسرا یکساں رہے گا ـــــ اور مائة، ألف اوران کا تثنیہ یکساں ہوتا ہے۔ کہا جائے گا: مائة/ الف/ مائتان/ ألفان رجلٍ/ امرأةٍ ـــــ اس کے بعد جب مائة پر کوئی عدد زائد ہو تو عطف کے ساتھ مذکورہ بالا قاعدہ کے موافق لائیں گے، جیسے مائة وثلاثة رجال، مائة وثلاث نسوة۔

(۱) فائدہ: ثَمَانِيَ عشرة میں اصل یاء کا فتحہ ہے، اس لئے کہ اعداد مرکبہ فتح پر مبنی ہیں، مگر یاء کو ساکن کرنا بھی جائز ہے، کہیں گے ثَمَانِيْ عشرة، لیکن یاء کو حذف کر کے نون کو فتحہ دینا شاذ ہے۔

ترجمہ: اسم عدد: وہ اسم ہے جو چیزوں کے افراد کی مقدار بیان کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے ـــــ اور بنیادی اعداد بارہ لفظ ہیں: ایک سے دس تک اور سو اور ہزار۔ کہے گا تو (مذکر کے لئے) واحد، اثنان الخ ـــــ اور بنوتمیم مؤنث میں عَشِرَۃٌ کی شین کو کسرہ دیتے ہیں ـــــ عشرون اور اس کی بہنیں: دونوں میں یعنی مذکر ومؤنث دونوں میں ـــــ پھر عطف کے ذریعہ اس لفظ سے جو پہلے گذرا یعنی مذکورہ اسماء اعداد بعینہ بغیر کسی تبدیلی کے ـــــ (فائدہ) اور ثمانِيَ عشرة میں یاء کا فتحہ ہے،

اوراس کوساکن کرنا جائز ہےاورنادر ہےاس کا حذف کرنا نون کے فتح کے ساتھ۔

[قاعدة] ومميِّزُ الثلاثةِ ـــ إلى ـــ العشرةِ: مخفوضٌ ومجموعٌ: لفظاً أو معنىً؛ إلا في ثلاث مائة ـــ إلى ـــ تسع مائة، وكان القياس: مِئَاتٍ أو مِئِيْنَ.(١)

[قاعدة] ومميِّزُ أحد عشر ـــ إلى ـــ تسعة وتسعين: منصوب مفرد.(٢)

[قاعدة] ومميِّزُ مائةٍ وألفٍ، وتثنيتِهما وجمعِه: مخفوضٌ مفردٌ.(٣)

[قاعدة] وإذا كان المعدودُ مؤنثاً، واللفظُ مذكراً، أو بالعكس: فوجهان.(٤)

[قاعدة] ولا يُمَيَّزُ واحدٌ، واثنان: استغناءً بلفظ التمييز عنهما، مثلُ: رجل، ورجلان، لإفادة النصِّ المقصودَ بالعدد.(٥)

(۱) قاعدہ: ثلاثة سے عشرة تک کی تمیز مجرور ہوتی ہے اور جمع آتی ہے، خواہ لفظاً جمع ہو یا معنیً، جیسے رجال اور رهط، لیکن جب ان اعداد کی تمیز لفظ مائة آئے تو مفرد مجرور ہوگی، جیسے ثلاث مائةٍ سے تسعُ مائةٍ تک۔اور مائة: مفرد اس لئے آتا ہے (قاعدہ سے جمع آنا چاہئے) کہ مائة کی دو جمعیں ہیں: ایک: جمع مذکر سالم مئون/ مئين دوسری جمع مؤنث سالم مآتٌ: اور دونوں ثلاثة اور اس کی اخوات کی تمیز نہیں ہوسکتیں، اول اس لئے نہیں ہوسکتی کہ عدد کی اضافت جمع مذکر سالم کی طرف جائز نہیں، اور ثانی میں چند تاؤں کا جمع ہونا لازم آئے گا، اس مجبوری میں مفرد مائة کو تمیز لاتے ہیں۔

(۲) قاعدہ: أحد عشر تا تسعة وتسعين (۱۱-۹۹) کی تمیز مفرد اور منصوب آتی ہے، جیسے أحد عشر كوكباً۔

(۳) قاعدہ: مائۃ اور ألف کی تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے، اسی طرح دونوں کے تثنیہ کی تمیز اور صرف ألف کی جمع کی تمیز بھی مفرد مجرور ہوتی ہے، جیسے مائۃ/ ألف/ مائتا/ ألفا/ آلاف رجل/ امرأۃ (اور مائۃ کی جمع تمیز کے ساتھ استعمال نہیں کی جاتی ثلاث مآتِ رجل نہیں کہتے، جبکہ ثلاثۃ آلاف رجل کہتے ہیں)

(۴) قاعدہ: جب معدود معنی کے اعتبار سے مؤنث اور لفظ کے اعتبار سے مذکر ہو، جیسے لفظ شَخْصٌ سے مؤنث اشخاص مراد لیں تو وہ معنیً مؤنث ہوگا اور لفظاً مذکر یا اس کے برعکس ہو جیسے نفس (مؤنث سماعی) سے کوئی مرد مراد لیں تو وہ معنی مذکر اور لفظاً مؤنث ہوگا: ایسی صورت میں دو وجہیں جائز ہیں۔ لفظ کی رعایت کرنا اور معنی کی رعایت کرنا۔ پس بصورتِ اولیٰ ثلاثۃ أشخاصٍ بھی کہہ سکتے ہیں (معنی کی رعایت کرکے) اور ثلاث أشخاص بھی (لفظ کی رعایت کرکے) اور بصورتِ ثانی ثلاثۃ أنفس بھی کہہ سکتے ہیں، اور ثلاث أنفس بھی۔

(۵) قاعدہ: واحدٌ اور اثنان کی تمیز نہیں آتی، واحد رجل اور اثنا رجل نہیں کہتے، کیونکہ جب خود رجل اور رجلان باعتبار مادہ کے جنس پر دلالت کرتے ہیں اور باعتبار صیغہ کے وحدت و تثنیہ پر تو پھر تمیز کی کیا ضرورت ہے؟

ترجمہ: اور ثلاثۃ سے عشرۃ تک کی تمیز مجرور اور جمع ہے لفظاً یا معنیً، مگر ثلاث مائۃٍ سے تسع مائۃ تک۔ اور قیاس مئات یا مئین تھا ـــــ (قاعدہ) گیارہ سے ننانوے تک کی تمیز منصوب مفرد ہے ـــــ (قاعدہ) مائۃ اور ألف اور دونوں کے تثنیہ اور ألف کے جمع کی تمیز مجرور مفرد ہے ـــــ (قاعدہ) اور جب معدود مؤنث ہو اور لفظ مذکر ہو یا برعکس ہو تو دو صورتیں ہیں ـــــ (قاعدہ) واحد اور اثنان کی تمیز نہیں لائی جاتی، تمیز کے لفظ سے استغناء ہو جانے کی وجہ سے ان دونوں عددوں سے، جیسے رجل رجلان: نص کے فائدہ دینے کی وجہ سے عدد سے مقصود کا۔ یعنی خود رجل اور رجلان عدد پر دلالت کرتے ہیں۔

[قاعدة] وتقول في المفرد من المتعدد، باعتبارِ تصييره: الثانِيَ والثانيةَ ـــ إلى ـــ العاشر والعاشرة، لاغيرُ.

وباعتبار حاله: الأولَ والثاني، والأولى والثانية ـــ إلى ـــ العاشر والعاشرة، والحادي عشر والحادية عَشَرَةَ، والثاني عَشَرَ والثانيةَ عشَرَ ـــ إلى ـــ التاسع عَشَرَ والتاسِعَةَ عَشْرَةَ.

ومن ثَمَّ قيل:(۱)

في الأول: ثالثُ اثنين، أي مُصَيِّرُهُمَا ثلاثةً: من ثَلَثْتُهُمَا.

وفي الثاني: ثالثُ ثلاثةٍ، أي أحدُها.

وتقول: حادِيَ عَشَرَ أَحَدَ عَشَرَ: على الثاني خاصةً.(۲)

وإن شئتَ قلت: حادِيْ أحدَ عَشَرَ ـــ إلى تاسعِ تسعةَ عَشَرَ: فَتُعْرِبُ الأول.

عدد (گنتی) کی دو قسمیں ہیں: عدد ذاتی اور عددِ وصفی: عددِ ذاتی: صرف گنتی کا نام ہے۔ اس میں عدد کے مرتبہ کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اور عدد وصفی میں عدد کے مرتبہ کا بھی لحاظ ہوتا ہے، جیسے دو: عدد ذاتی ہے اور دوسرا عدد وصفی ہے۔ پھر عدد وصفی کی دو صورتیں ہیں: ایک: عدد کے مرتبہ کا اعتبار کرنا اس کو مصنف رحمہ اللہ نے ''حال'' کا نام دیا ہے یعنی عدد کی ذاتی حالت کا اعتبار کرنا۔ دوسری: عدد میں ماتحت عدد کا اعتبار کرنا۔ اس کو مصنف رحمہ اللہ نے تصییر کا نام دیا ہے۔ تصیر کے معنی ہیں: بنانا۔ کسی بھی عدد میں ایک شامل کیا جائے تو اوپر کا عدد وجود میں آتا ہے یہی تصیر ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عدد حال (مرتبہ ظاہر کرنے والی گنتی) ایک سے غیر متناہی تک جاتی ہے اور اس گنتی کے لئے فاعِلٌ کا وزن استعمال کیا جاتا ہے، جیسے ثالثٌ، رابعٌ وغیرہ۔ اور اس گنتی میں مذکر کے لئے مذکر اور مؤنث کے لئے مؤنث

صیغے استعمال کئے جاتے ہیں: مذکر کے لئے کہیں گے (السَّطْرُ) الأول، الثانی، الثالث: العاشر تک پھر الحادی عشر، الثانی عشر، الثالث عشر إلخ (دونوں جز مذکر) پھر العشرون، الواحد والعشرون، الثانی والعشرون إلخ (پہلا جز مذکر اور دہائی یکساں) المائة، الألف۔ اور مؤنث کے لئے کہیں گے (الصَّفْحَةُ) الأولی، الثانیة، الثالثة إلخ الحادیة عشرة، الثانیة عشرة، الثالثة عشرة إلخ (دونوں جزء مؤنث) العشرون، إحدی وعشرون، الثانیة وعشرون إلخ (پہلا جزء مؤنث اور دہائیاں یکساں) المائة، الألف۔

اور ماتحت عدد کو مافوق عدد بنانے کے لئے یعنی تصییر کے لئے بھی فاعِلٌ کا وزن استعمال کرتے ہیں، مگر یہ گنتی دو سے دس تک ہی آتی ہے۔ چونکہ ایک سے نیچے کوئی عدد نہیں اس لئے ایک کا عدد تصییر نہیں آتا۔ اس گنتی کے لئے بھی کہیں گے: الثانی، الثالث، العاشر تک (مذکر کے لئے) اور الثانیة، الثالثة: العاشرة تک (مؤنث کے لئے)

(۱) قاعدہ: تصییر کی صورت میں عدد کی ماتحت عدد کی طرف اضافت کریں گے، کہیں گے: ثالث اثنین: دو کو تین کرنے والا عدد۔ اور حال کی صورت میں برابر کے عدد کی طرف یا مافوق کی طرف اضافت کریں گے۔ کہیں گے: ثالثُ ثلاثةٍ: تین میں کا تیسرا، یا کہیں گے ثالث خمسة: پانچ میں کا تیسرا۔

(۲) قاعدہ: مرکب عدد کی مرکب عدد کی طرف اضافت باعتبار تصییر کے نہیں ہوسکتی کیونکہ عدد اس اعتبار سے دس سے تجاوز نہیں کرتا۔ البتہ باعتبار حال کے اضافت ہوسکتی ہے۔ پس کہیں گے: حادی عشر أحد عشر: یعنی گیارہواں۔ اور اگر چاہیں تو پہلے عدد کا دوسرا جز حذف کردیں اور کہیں حادی أحد عشر، مگر اس صورت میں پہلے عدد کا جز اول معرب ہوگا، اس لئے کہ اس کا مبنی ہونا وسط کلمہ میں واقع ہونے کی وجہ سے تھا، پس جب مرکب اول کا جز ثانی ساقط ہوگیا تو جز اول وسط کلمہ میں نہ رہا

اس لئے معرب ہوگا۔

ترجمہ: اور کہے تو متعدد سے مفرد میں: اس مفرد کے بنانے کے اعتبار سے: الثانی اور الثانیة: العاشر اور العاشرة تک فقط ـــــ اور مفرد کی حالت کے اعتبار سے الأول اور الثانی الخ ـــــ اور اسی جگہ سے کہا گیا اول میں یعنی تصییر میں ثالث اثنین یعنی دو کو تین بنانے والا، ثَلَثْتُهما سے ثالث ماخوذ ہے ـــــ اور کہے تو دوسری صورت میں یعنی حالت کے اعتبار سے ثالث ثلاثة یعنی تین میں سے ایک اور کہے تو گیارہ کا گیارہ دوسری صورت میں خاص طور پر ـــــ اور اگر چاہے تو کہے: حادی أحد عشر سے تاسع تسعة عشر تک، پس پہلے جز کو اعراب دیں۔

المذكر والمؤنث

المؤنث: ما فيه علامةُ التأنيث: لفظاً أو تقديراً؛ والمذكر: بخلافه.

وعلامته: التاء، والألفُ: مقصورةً أو ممدودةً.

وهو: حقيقي ولفظي:

فالحقيقي: ما بإزائه ذَكَرٌ من الحيوان، كَامْرَأَةٍ، وناقةٍ؛ واللفظي: بخلافه، كظلمة، وعينٍ.

[قاعدة] وإذا أُسْنِدَ الفعلُ إليه: فبالتاء؛ وأنت فى ظاهِرِ غيرِ الحقيقي بالخيار.(۱)

[قاعدة] وحكمُ ظاهِرِ الجمع ـــ غيرِ المذكر السالم ـــ مطلقاً: حكمُ ظاهِرِ غيرِ الحقيقي.(۲)

[قاعدة] وضميرُ العاقلين ـــ غيرَ المذكر السالم ـــ فعلتْ وفعلوا؛ والنساءِ والأيامِ: فعلتْ وفَعَلْنَ.(۳)

مذکر ومؤنث کا بیان

جنس کے اعتبار سے اسم کی دوقسمیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔ مؤنث: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت پائی جائے، خواہ لفظوں میں پائی جائے یا مان لی گئی ہو، جیسے فاطمة (تانیث لفظی کی مثال) أرض (تانیث معنوی کی مثال) أرض کی اصل أرضة ہے، کیونکہ اس کی تصغیر أُریضة آتی ہے —— اور مذکر: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی کوئی علامت نہ پائی جائے، جیسے رجل، فرس، کتاب —— اور تانیث کی علامتیں تین ہیں: (۱) گول ۃ جیسے فاطمة (۲) الف مقصورہ جیسے صغری (۳) الف ممدودہ جیسے حمراء —— پھر مؤنث کی دوقسمیں ہیں: حقیقی اور لفظی۔ مؤنث حقیقی: وہ ہے جس کے مقابل نر جاندار ہو، جیسے امرأة اور ناقة۔ اور مؤنث لفظی: وہ ہے جس کے مقابل نر جاندار نہ ہو، جیسے ظلمة (تاریکی) عَیْنٌ (آنکھ، چشمہ)

(۱) قاعدہ: جب فعل: مؤنث حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل میں تائے تانیث لازم ہے، جیسے ضربتْ هند عمراً اور اگر فعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کی طرف مسند ہو تو فعل مذکر ومؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں۔ جیسے طلعت/ طلع الشمس۔

(۲) قاعدہ: جمع مذکر سالم کے علاوہ کوئی بھی اسم ظاہر جمع: فاعل ہو تو وہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کے حکم میں ہے، یعنی فعل علامت تانیث کے ساتھ بھی لاسکتے ہیں اور بغیر علامتِ تانیث کے بھی۔ اور یہ حکم مطلقاً ہے یعنی خواہ اس جمع کا واحد: مؤنث ہو۔ جیسے مؤمنات یا اس کا واحد: مؤنث نہ ہو، جیسے رجال جیسے إذا جاء ك المؤمنات اور جاء ت الرجال بھی صحیح ہے۔ (اور جمع مذکر سالم کو اس حکم سے خارج اس لئے کیا کہ اس کے فعل میں علامتِ تانیث لانا بالکل جائز نہیں، جیسے جاء الزیدون ہی کہنا ضروری ہے، جاء ت الزیدون نہیں کہہ سکتے)

(۳) قاعدہ: جب فاعل جمع مذکر سالم کے علاوہ جمع مذکر عاقل (وہ جمع مکسر جو

انسانوں کے لئے ہو) کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل کو واحد مؤنث اور جمع مذکر دونوں طرح لاسکتے ہیں، جیسے الرجال جاء ت / جاء وا —— اور اگر فاعل جمع مؤنث ہو خواہ ذوی العقول ہو جیسے نساء یا غیر ذوی العقول ہو جیسے عیون یا جمع مذکر غیر عاقل ہو، جیسے أیام تو فعل واحد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح لاسکتے ہیں، جیسے النساءُ قالت/ قلن، الأیام مرَّتْ/ مَرَرْن۔

ترجمہ: مذکر ومؤنث کا بیان: مؤنث: وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت ہو، خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً۔ اور مذکر: اس کے برخلاف ہے —— اور تانیث کی علامت: تاء اور الف ہے، خواہ مقصورہ ہو یا ممدوہ —— اور تانیث: حقیقی اور لفظی ہے۔ پس حقیقی: وہ مؤنث ہے جس کے مقابلہ میں نر جاندار ہو، جیسے عورت اور اونٹنی۔ اور لفظی: اس کے برخلاف ہے۔ جیسے ظلمة (تاریکی) اور عین (چیز، آنکھ وغیرہ) —— (قاعدہ) اور جب فعل کی اسناد کی جائے مؤنث حقیقی کی طرف تو تاء کے ساتھ ہوگی۔ اور آپ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں مختار ہیں —— (قاعدہ) اور ہر طرح کی جمع اسم ظاہر میں علاوہ جمع مذکر سالم کے: اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے یعنی اختیار ہے کہ علامتِ تانیث لائیں یا نہ لائیں —— (قاعدہ) اور جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹنے والی ضمیر، علاوہ جمع مذکر سالم کے: فعلتْ اور فعلوا ہے یعنی خواہ واحد مؤنث کی ضمیر لائیں خواہ جمع مذکر کی —— اور عورتوں اور ایام کی طرف لوٹنے والی ضمیر: فعلتْ اور فَعَلْنَ ہے یعنی خواہ واحد مؤنث غائب کی ضمیر لائیں خواہ جمع مؤنث غائب کی (والنساءِ کا عطف العاقلین پر ہے)

المثنّٰی:

مالَحِقَ آخِرَہ ألفٌ أو یاءٌ: مفتوحٌ ما قبلَها، ونونٌ مسکورةٌ، لِیَدُلَّ علی أن معه مثلَه من جنسه.

[قاعدة] فالمقصور: إن كانت أَلِفُه عن واو، وهو ثلاثي: قُلِبَتْ واواً، وإلا فبالياء.[١]

[قاعدة] والمدود: إن كانت هَمْزَتُه أصليةً: ثَبُتُ، وإن كانت للتأنيث: قُلِبَتْ واواً؛ وإلا: فالوجهان.[٢]

[قاعدة] وتُحْذَفُ نونُه للإضافة.[٣]

[فائدة] وحُذفت تاء التأنيث في: "خُصْيَانِ" و"أَلْيَانِ".[٤]

تثنیہ کا بیان

تثنیہ: وہ اسم ہے جو دو پر دلالت کرے۔ واحد کے آخر میں حالتِ رفعی میں الف ماقبل مفتوح اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مفتوح اور دونوں کے بعد نون مکسور بڑھانے سے تثنیہ بنتا ہے۔ جیسے جاء الرجلان، رأیت الرجلین، مررت بالرجلین۔

(۱) قاعدہ: ہر اسم مقصور جس کا الف: واو سے بدلا ہوا ہو، اور وہ ثلاثی کلمہ ہو، تو تثنیہ بناتے وقت اس الف کو واو سے بدل دیں گے، جیسے عصی سے عَصَوَان، ورنہ یعنی اس کے علاوہ تمام صورتوں میں یاء سے بدلیں گے، جیسے رَحٰی سے رَحَیَانِ (دو چکیاں) فتی سے فتیان (دو جوان) وغیرہ۔

(۲) قاعدہ: ہر وہ اسم جس کے آخر میں الف ممدودہ ہو: (۱) اگر وہ ہمزہ اصلی ہو تو تثنیہ بناتے وقت ثابت رہے گا، جیسے قُرَّاء سے قُرَّاءَ انِ (۲) اور اگر ہمزہ تانیث کا ہو تو واو سے بدل جائے گا، جیسے حمراء سے حمراوان (دو سرخ عورتیں) (۳) ورنہ یعنی اگر ہمزہ نہ اصلی ہو نہ تانیث کا تو اس کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور واو سے بدلنا بھی جائز ہے، جیسے کِسَاء سے کساء ان اور کساوان (دو چادریں) اور داء سے داءان اور داوان (دو بیماریاں)

(۳) قاعدہ: تثنیہ کا نون اضافت کے وقت گر جاتا ہے، جیسے مسلمان سے

مسلمًا مصرٍ۔

(۴) فائدہ: خُصْيَةٌ (فوطہ) اور أَلْيَةٌ (سرین) کے تثنیہ میں تائے تانیث کو گرادیتے ہیں، کہتے ہیں: خُصْيانِ، أَلْيَانِ۔ کیونکہ یہ الفاظ لازم التثنیہ ہیں، فوطے دو ہیں اور سرین بھی دو ہیں اس لئے تثنیہ بمنزلۂ کلمہ واحدہ کے ہے۔ اور علامتِ تانیث وسط کلمہ میں نہیں آتی۔ ورنہ اصل قاعدہ سے تاء باقی رہتی جیسے شجرۃ سے شجرتان۔

ترجمہ: تثنیہ: وہ اسم ہے جس کے آخر سے الف یا یاء ملے، جن کا ماقبل مفتوح ہو اور نونِ مکسورہ ملے، تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ اس کے ساتھ اس کے مانند ہے اس کی جنس سے ——— (قاعدہ) پس اسم مقصور: اگر اس کا الف واو سے بدلا ہوا ہو اور وہ تین حرفی کلمہ ہو تو الف کو واو سے بدل دیا جائے گا، ورنہ پس یاء سے بدل دیا جائے گا ——— (قاعدہ) اور الف ممدودہ: اگر اس کا ہمزہ اصلی ہو تو ثابت رہے گا اور اگر ہمزہ تانیث کے لئے ہو تو واو سے پلٹ دیا جائے گا، ورنہ تو دو صورتیں ہیں ——— (قاعدہ) اور تثنیہ کا نون حذف کیا جاتا ہے اضافت کی وجہ سے ——— (قاعدہ) اور خصیان اور ألیان میں تانیث کی تاء حذف کی جاتی ہے۔

المجموع:

مادَلَّ على آحادٍ مقصودةٍ، بحروف مفردة، بتغيُّرٍ مَّا.

فنحوُ تَمْرٍ ورَكْبٍ: ليس بجمع؛ ونحوُ: "فُلْكٍ": جمعٌ.

وهو: صحيحٌ ومُكَسَّرٌ: (۱)

فالصحيحُ: لمذكر ولمؤنث.

المذكر: ما لَحِقَ آخِرَه واوٌ مضمومٌ ما قبلَها، أو ياءٌ مسكورٌ ما قبلها، ونونٌ مفتوحةٌ، لِيَدُلَّ على أن معه أكثرَ منه.

[قاعدة] فإن كان آخِرُه ياءً قبلَها كسرة: حُذِفَتْ، مثل: قاضُوْنَ. (۲)

[قاعدة] وإن كان آخِرُهُ مقصوراً: حُذِفَتِ الألف، وبَقِيَ ما قبلَها مفتوحاً، مثلُ: مُصْطَفَوْنَ.

جمع کا بیان

جمع: وہ اسم ہے جو حروفِ مفردہ (علحدہ سے) حروف ملانے اور کسی طرح کی تبدیلی کرنے کے ذریعہ افراد مقصودہ پر دلالت کرے، جیسے مسلم سے مسلمون اور رجل سے رجال ـــــ پس تَمْر جیسے الفاظ یعنی ہر وہ اسم جنس جس کا مفرد اس میں ۃ بڑھانے سے بن جائے: ایسے الفاظ جمع نہیں ہیں، بلکہ اسم جنس ہیں، کیونکہ ان میں افراد مقصودہ نہیں ہوتے، اسی طرح رَکْب: راکب کی جمع نہیں ہے، بلکہ اسم جمع ہے، اس لئے کہ فاعِلٌ کی جمع بروزن فَعْل نہیں سنی گئی ـــــ اور فُلْكٌ: جمع ہے جبکہ اس کا مفرد بھی یہی ہے، کیونکہ اس کے افراد مقصودہ ہیں اور تغیر کی شرط اس طرح متحقق ہے کہ اس میں تغیر حکمی ہے مفرد فُلك بروزن قُفْل ہے اور جمع فُلْكٌ بروزن أُسْد ہے۔

(۱) جمع: صیغۂ واحد میں کچھ تبدیلی کرنے سے بنتی ہے۔ اور تبدیلی کے اعتبار سے جمع کی دو قسمیں ہیں: جمع صحیح (سالم) اور جمع مکسّر۔ پھر جمع صحیح (سالم) کی دو قسمیں ہیں: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ـــــ جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جو مذکر پر دلالت کرے، اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع: صیغۂ واحد کے آخر میں حالتِ رفعی میں واو ماقبل مضموم اور حالتِ نصبی وجری میں یاء ماقبل مکسور، اور دونوں کے بعد نون مفتوح بڑھانے سے بنتی ہے، جیسے جاء مسلمون، رأيت مسلِمِين، مررت بمسلمين ـــــ اور جمع مؤنث سالم: وہ جمع ہے جو مؤنث پر دلالت کرے، اور اس میں واحد کا وزن بحالہ باقی رہے۔ یہ جمع: صیغۂ واحد کے آخر میں الف اور لمبی ت بڑھانے سے بنتی ہے، جیسے مسلمة کی جمع مسلمات (اور واحد کے آخر میں گول ۃ ہو تو جمع بناتے وقت اس کو حذف کر دیتے ہیں)

اور جمع مکسر: وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن بحالہ باقی نہ رہے، جیسے کتاب کی جمع کتب اور رجل کی جمع رجال (جمع مکسر کو جمع تکسیر بھی کہتے ہیں)

(۲) قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو تو جمع بناتے وقت وہ یاء گر جاتی ہے۔ جیسے قاضی کی جمع قاضون/ قاضین۔ مفتی کی جمع مفتون/ مفتین۔

(۳) قاعدہ: اگر جمع مذکر سالم کے مفرد کے آخر میں الف مقصورہ ہو تو جمع بناتے وقت الف گر جاتا ہے اور اس کا ماقبل مفتوح رہتا ہے جیسے مصطَفٰی سے مصطَفَوْن/ مصطفَیْن۔

ترجمہ: جمع: وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر دلالت کرے، حروفِ مفردہ کے ذریعہ یعنی اس میں علحدہ سے حروف بڑھائے جائیں، کسی طرح کی تبدیلی کے ذریعہ (یہ جمع بنانے کے دو طریقوں کو جمع کیا ہے) پس تَمْر اور رَکْب جیسے الفاظ جمع نہیں ہیں ـــــ اور فُلْك جیسے الفاظ جمع ہیں اور جمع: صحیح اور مکسر ہے۔ پس صحیح: مذکر اور مؤنث کے لئے ہے مذکر: وہ جمع ہے جس کے آخر میں ایسا واو ملے جس کا ماقبل مضموم ہو یا ایسی یاء ملے جس کا ماقبل مکسور ہو اور نون مفتوحہ ملے، تاکہ اس پر دلالت کرے کہ اس کے ساتھ اس سے زیادہ ہیں (قاعدہ) پس اگر اس کے (مفرد کے) آخر میں یاء ہو جس سے پہلے کسرہ ہو تو وہ یاء حذف کی جائے گی، جیسے قاضون ـــــ (قاعدہ) اور اگر اس کا (مفرد کا) آخر مقصور ہو تو الف حذف کیا جائے گا اور اس کا ماقبل مفتوح باقی رہے گا، جیسے مُصْطَفَوْنَ۔

وشرطُه:

[الف] إن كان اسْمًا: فمذكرٌ عَلَمٌ يَّعْقِلُ.

[ب] وإن كان صفةً:

[۱-] فمذكرٌ يَعْقِلُ.

[۲-] وأن لايكون: أَفْعَلَ فَعْلَاءَ، مثلُ: أَحْمَرَ حَمْرَاءَ.

[۳-] ولا فَعْلَانَ فَعْلٰى، مثلُ: سَكْرَانَ سَكْرىٰ.

[٤-] ولا مُسْتَوِيًا فيه مع المؤنث، مثلُ: جَرِيْحٍ وصَبُوْرٍ.

[٥-] ولا بتاء التأنيث، مثلُ: علامَّة.

[قاعدة] وتُحذف نونُه بالإضافة.(۱)

[قاعدة] وقد شَذَّ نحوُ: سِنِيْنَ، وأَرْضِيْنِ.(۲)

جمع مذکر سالم بنانے کے لئے شرائط: جس اسم کی جمع مذکر سالم بنانا چاہیں: اس کو دیکھیں اسم ذات ہے یا اسم صفت؟ اسم ذات: وہ ہے جس میں وصفیت کے معنی نہ ہوں۔ اور اسم صفت: وہ ہے جو مشتق (جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول) ہو اور اس میں وصفیت کے معنی ہوں:

(الف) اگر وہ اسم ذات ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ مذکر عاقل (ذوی العقول) کا نام ہو (اور اس کے آخر میں تائے تانیث زائدہ نہ ہو) تو اس لفظ کی جمع مذکر سالم بن سکتی ہے۔ اور اگر وہ علم ہی نہ ہو تو اس کی یہ جمع نہیں بن سکتی جیسے رجل اور غلام کی جمع رجلون اور غلامون نہیں آتی۔ اور نام ہو مگر مؤنث کا نام ہو تو بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔ جیسے زینب کی جمع زینبون نہیں آتی، اور اگر غیر ذوی العقول کا نام ہو تو بھی یہ جمع نہیں بن سکتی، جیسے ھلال: ایک گھوڑے کا نام تھا اس کی جمع مذکر سالم ھلالون نہیں آئے گی۔

(ب) اور اگر اسم صفت ہو تو اس کے لئے پانچ شرطیں ہیں:

۱- مذکر عاقل کی صفت ہو۔ اگر مؤنث کی صفت ہو، جیسے مُرْضِع: دودھ پلانے والی، یا مذکر لایعقل کی صفت ہو جیسے صاھل: (ہنہنانے والا) تو ان کی یہ جمع نہیں بن

سکتی۔مرضعون اورصاھلون نہیں کہیں گے۔

۲- وہ اسم صفت اس أفعل کے وزن پر نہ ہوجس کا مؤنث فَعلاء آتا ہے، جیسے أحمر کا مؤنث حمراء آتا ہے، پس أخضر اور أبیض کی یہ جمع نہیں بنے گی، کیونکہ ان کا مؤنث خضراء، بیضاء آتا ہے۔

۳- وہ اسم صفت اس فَعلان کے وزن پر بھی نہ ہوجس کا مؤنث فَعْلی آتا ہے، جیسے سَکران کا مؤنث سَکری آتا ہے۔اس کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

۴- وہ اسم صفت مذکرومؤنث کے لئے یکساں نہ ہو، جیسے صبور: صبر کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت اور شکور: شکرگزار خواہ مرد ہو یا عورت، ان الفاظ کی بھی یہ جمع نہیں بن سکتی۔

۵- اس اسم کے آخر میں تائے تانیث نہ ہو، جیسے علامۃ کی جمع مذکر سالم علامتون نہیں بن سکتی۔

(۱) قاعدہ: جب جمع مذکر سالم کی اضافت کی جائے تو نونِ جمع حذف کردی جاتی ہے، جیسے مسلمون سے مسلمو مصرٍ۔

(۲) فائدہ: سِنَة (سال) کی جمع سِنُون/ سنین اور أرض کی جمع أرضون/ أرضین شاذ (خلاف قیاس) ہے، کیونکہ یہ اسم غیر صفتی ہیں اوران میں عقل، تذکیر اور علمیت کی شرطیں نہیں پائی جاتیں، مگر پھر بھی خلاف قیاس ان کی جمع مذکر سالم بناتے ہیں۔

ترجمہ: اوراس کی یعنی جمع مذکر سالم کی شرط: (الف) اگر وہ اسم ہوتو مذکر ذوی العقول کا نام ہونا ہے ـــــ (ب) اوراگر وہ اسم صفت ہو (جیسے اسم فاعل اوراسم مفعول وغیرہ) (۱) تو مذکر عاقل ہونا ہے (۲) اور یہ کہ نہ ہووہ أفعل- فعلاء جیسے أحمر- حمراء (۳) اورنہ ہووہ فعلانَ- فَعلی، جیسے سکران۔ سکری (۴) اورنہ یکساں ہومذکراس اسم میں مؤنث کے ساتھ یعنی وہ لفظ مذکر ومؤنث دونوں میں

مستعمل نہ ہو، جیسے جریح اور صبور (۵) اور نہ ہو وہ تائے تانیث کے ساتھ، جیسے علامة ـــــ (قاعدہ) اور جمع کا نون حذف کیا جاتا ہے اضافت کی وجہ سے ـــــ (قاعدہ) اور نادر ہیں سِنِیْنَ اور أرضین جیسے الفاظ۔

المؤنث: مالحق آخِرَہ ألف وتاء.

وشرطُه:

[۱-] إن كان صفةً:

[الف] وله مذكرٌ: فأن يكون مذكَّرُه: بالواو والنون.

[ب] وإن لم يكن له مذكَّرٌ: فأن لايكون مجرداً كحائضٍ.

[۲-] وإلا جُمِعَ مطلقاً.

جمعُ التكسير:

ماتَغَيَّرَ بناءُ واحدِہ، كرجال، وأفراس.(۱)

جمع القِلَّة (۲)

أَفْعَلٌ، وَأَفْعَالٌ، وأَفْعِلَةٌ، وفِعْلَةٌ، والصحيح؛ وما عدا ذلك: جمعُ كثرةٍ.

جمع مؤنث سالم بنانے کا طریقہ: یہ ہے کہ اس کے مفرد کے آخر میں الف اور لمبی ت لاحق کردی جائے اور یہ جمع بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اگر اس کا مفرد اسم صفت ہو اور اس اسم مفرد کا مذکر بھی ہو تو ضروری ہے کہ اس مفرد کی جمع واو نون سے آتی ہو، جیسے مسلمون کی جمع مؤنث سالم مسلمات آتی ہے، کیونکہ اس کے مفرد مسلمة کا مذکر مسلم ہے اور اس کی جمع مسلمون آتی ہے ـــــ اور اگر اس کا

مذکر نہ ہوتو اس کی جمع مؤنث سالم بنانے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ لفظ: تائے تانیث سے خالی نہ ہو، پس حائض کی جمع حائضات نہیں آتی، بلکہ حائضة کی جمع حائضات آتی ہے۔حائض: بالغ عورت، اور حائضة: وہ عورت جسے فی الحال حیض آ رہا ہے ـــــــ اور اگر وہ اسم صفتی نہ ہو، بلکہ اسم محض (اسم ذات) ہو تو اس وقت مطلقاً (یعنی بلا اعتبار کسی شرط کے) اس کی جمع مؤنث سالم بنتی ہے۔

(۱) جمع مکسر (جمع تکسیر) وہ ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہے، جیسے رجل سے رجال اور فرس سے أفراس۔

(۲) جمع قلت: وہ جمع ہے جو تین سے دس تک بولی جائے، اور اس کے چار وزن ہیں: (۱) أفعال جیسے أقوال: باتیں (۲) أفعُل جیسے أَنْهَرٌ: نہریں (۳) أَفْعِلَة جیسے أَرْغِفَة: روٹیاں (۴) فِعْلَة جیسے فِتْيَة: جوان۔ علاوہ ازیں صحیح کا وزن یعنی جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم پر جب الف لام نہ ہو تو وہ بھی جمع قلت کے حکم میں ہیں۔ اور جب وہ معرف باللام ہوں تو جمع کثرت کے حکم میں ہیں (الصحیح سے مراد: جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم ہیں)

اور جمع کثرت: وہ جمع ہے جو تین سے غیر متعین تعداد تک بولی جائے۔ جمع قلت کے اوزان کے علاوہ سب اوزان جمع کثرت کے ہیں۔

ترجمہ: مؤنث: وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور تاء لاحق ہو، اور اس کے لئے شرط: (۱) اگر وہ اسم صفت ہو (الف) اور اس کے لئے مذکر ہو: تو یہ بات شرط ہے کہ اس کا مذکر واو نون کے ساتھ ہو ـــــــ (ب) اور اگر اس کے لئے مذکر نہ ہو تو یہ شرط ہے کہ وہ تاء سے خالی نہ ہو، جیسے حائض ـــــــ (۲) ورنہ جمع بنایا جائے گا ہر حال میں ـــــــ جمع مکسر: وہ جمع ہے جس کے مفرد کا وزن بدل گیا ہو، جیسے رجال اور أفراس ـــــــ جمع قلت: أفعل، أفعال، أفعلة، فِعلة اور جمع مذکر و مؤنث سالم ہیں ـــــــ اور وہ اوزان جوان کے علاوہ ہیں: جمع کثرت کے اوزان ہیں۔

المصدر:

اسمُ الحدثِ الجاری علی الفعل.

وهو: من الثلاثی المجرد: سَمَاعٌ؛ ومن غیره: قیاسٌ.

[قاعدة] ویعملُ عَمَلَ فِعْلِه ماضیاً وغیرَه، إذا لم یکن مفعولاً مطلقاً.(۱)

[قاعدة] ولا یتقدَّم معمولُه علیه، ولا یُضْمَرُ فیه، ولا یَلْزَمُ ذکرُ الفاعل.(۲)

[قاعدة] ویجوز إضافتُه إلی الفاعل، وقد یُضاف إلی المفعول.(۳)

[فائدة] وإعمالُه باللام قلیلٌ.(٤)

[قاعدة] فإن کان مطلقاً: فالعمل للفعل، وإن کان بدلاً منه: فوجهانِ.(۵)

مصدر کا بیان

مصدر: معنیٰ حدثی کا نام ہے یعنی اس معنیٰ کا نام ہے جو نئے پیدا ہوئے ہوں اور غیر کے ساتھ قائم ہوں، خواہ اس سے صادر ہوئے ہوں یا صادر نہ ہوے ہوں، جیسے ضَرْبٌ اور مَشْیٌ: غیر کے ساتھ قائم ہیں اور اس سے صادر ہوئے ہیں اور طُوْلٌ اور قِصَرٌ: غیر کے ساتھ قائم ہیں مگر اس سے صادر نہیں ہوئے ـــــ اور مصدر: فعل پر جاری ہوتا ہے یعنی اس سے فعل مشتق ہوتا ہے پھر وہ مفعول مطلق بن کر فعل کی تاکید، وضاحت یا تعداد بیان کرتا ہے ـــــ ثلاثی مجرد سے مصدر کے اوزان سماعی ہیں (علم الصیغہ میں استقراء سے چوالیس اوزان بیان کئے ہیں) اور ثلاثی مجرد کے علاوہ تمام ابواب سے قیاسی ہیں یعنی ان کے بنانے کے قاعدے مقرر ہیں۔

(۱) قاعدہ: مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے یعنی اگر فعل لازم کا مصدر ہے تو صرف فاعل کو رفع دیتا ہے اور فعل متعدی کا مصدر ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے ـــــ اور مصدر کے عمل کے لئے کوئی شرط نہیں، خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا حال واستقبال کے معنی میں، ہر حال میں عمل کرتا ہے برخلاف اسم فاعل اور اسم مفعول کے وہ جب ماضی کے معنی میں ہوتے ہیں عمل نہیں کرتے، کیونکہ وہ مضارع کی مشابہت کی وجہ سے عمل کرتے ہیں، پس جب ماضی کے معنی میں ہونگے تو یہ مشابہت باقی نہ رہے گی اور مصدر بالذات عمل کرتا ہے، اس لئے اس کے عمل کے لئے کسی خاص معنی کی شرط نہیں ـــــ البتہ مصدر کے عمل کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ وہ مفعول مطلق نہ ہو۔

(۲) قاعدہ: مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ مصدر عاملِ ضعیف ہے ـــــ اور مصدر میں فاعل کی ضمیر مستتر نہیں ہوتی ـــــ اور مصدر میں فاعل کا ذکر ضروری نہیں، اس لئے کہ مصدر کا تصور فاعل پر موقوف نہیں۔

(۳) قاعدہ: مصدر اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کبھی مفعول کی طرف بھی مضاف ہوتا ہے، اس وقت یہ معمول لفظاً مجرور ہونگے۔ جیسے أَعْجَبَنِيْ قِيَامُ زيدٍ: تعجب میں ڈالا مجھے زید کے کھڑے ہونے نے (مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے) اور نظرتُ إلى ضربِ اللِّصِّ الجلادُ: میں نے جلاد کا چور کو مارنا دیکھا (مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے)

(۴) فائدہ: مصدر تین حالتوں میں عمل کرتا ہے: (۱) مضاف ہونے کی حالت میں جیسے عجبتُ من ضَرْبِكَ زيداً (۲) اس پر تنوین ہونے کی حالت میں، جیسے عجبُ من ضربٍ زيداً (۳) اس پر الف لام ہونے کی حالت میں، جیسے عجبتُ من الضربِ زيداً ـــــ مگر اس تیسری صورت میں مصدر بہت کم عمل کرتا ہے۔

(۵) قاعدہ: جب مصدر مفعول مطلق ہو تو صرف اس کا فعل عمل کرتا ہے، مصدر

عمل نہیں کرتا۔ جیسے ضربتُ ضرباً زیداً: زیداً: ضربتُ کا معمول ہے، مصدر ضرباً کا معمول نہیں ہے ـــــــ اور اگر فعل محذوف ہو اور مفعول مطلق اس کا بدل (قائم مقام) ہو تو دونوں صورتیں جائز ہیں: فعل کو عامل بنانا اور مصدر کو عامل بنانا۔ جیسے شُکراً له: یہاں شکرتُ فعل محذوف ہے اور مفعول مطلق شُکراً اس کا بدل ہے، پس له: فعل محذوف کا معمول بھی ہو سکتا ہے اور مصدر کا بھی۔

ترجمہ: مصدر: اس نئی چیز کا نام ہے جو فعل پر جاری ہونے والی ہے ـــــــ اور وہ ثلاثی مجرد سے سماعی ہے اور اس کے علاوہ سے قیاسی ہے ـــــــ (قاعدہ) اور مصدر اپنے فعل کا عمل کرتا ہے خواہ وہ ماضی کے معنی میں ہو یا اس کے علاوہ کے، جبکہ وہ مفعول مطلق نہ ہو ـــــــ (قاعدہ) اور مصدر کا معمول مصدر پر مقدم نہیں ہوتا اور نہ اس میں ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ مصدر کے فاعل کا تذکرہ ضروری ہے ـــــــ (قاعدہ) اور مصدر کی فاعل کی طرف اضافت جائز ہے اور کبھی اس کی مفعول کی طرف اضافت کی جاتی ہے ـــــــ (قاعدہ) اور مصدر کا عمل الف لام تعریف کے ساتھ کم ہے ـــــــ (قاعدہ) پس اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل فعل کے لئے ہے۔ اور اگر مفعول مطلق مصدر کا بدل ہو تو دو صورتیں ہیں۔

اسم الفاعل:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لمن قام به، بمعنى الحدوث.

وصيغتُه:

[الف] من الثلاثي المجرَّدِ على فاعلٍ.

[ب] ومن غيره على صيغة المضارع: بميم مضمومة، وكسرِ ما قبلَ الآخرِ، نحوُ: مُدْخِلٍ، ومُسْتَغْفِرٍ.

[قاعدة] ويعملُ عملَ فعلِه بشرط:[1]

[۱-] معنى الحال أوِ الاستقبال.

[۲-] والاعتمادِ على صاحبِه، أو: الهمزة، أو: ما.

اسم فاعل کا بیان

اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے بنایا گیا ہو، اور اس شخص پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل نیا قائم ہوا ہو یعنی وہ بات اس شخص میں مستقل طور پر نہ پائی جاتی ہو، جیسے ضارب: وہ شخص ہے جس کے ساتھ مارنا نیا قائم ہوا ہے، ہمیشہ سے اس میں یہ صفت نہیں ہے ـــــ اسم فاعل: ثلاثی مجرد سے فاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے ہر باب کے فعل مضارع سے بنایا جاتا ہے۔ اس طرح کہ علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لاتے ہیں اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیتے ہیں، جیسے یُدْخِلُ (باب افعال) سے مُدْخِلٌ اور یستغفر (باب استفعال) سے مُسْتَغْفِرٌ۔

(۱) قاعدہ: اسم فاعل: فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے۔ اگر اس کا فعل لازم ہے تو صرف فاعل کو رفع دے گا، اور متعدی ہے تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا، جیسے جاء نی القائمُ أبوه اور أضَارِبٌ زيدٌ عمراً ـــــ اور اسم فاعل بھی اکثر اپنے پہلے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ جیسے زيدٌ ضاربُ الغلامِ ـــــ اور اسم فاعل کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں: (۱) اسم فاعل: حال یا استقبال کے معنی میں ہو۔ اگر ماضی کے معنی میں ہوگا تو عمل نہیں کرے گا (۲) اسم فاعل سے پہلے سات چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو۔ وہ سات چیزیں یہ ہیں: مبتدا، موصوف، ذوالحال، حرفِ ندا، حرف استفہام، حرف نفی یا اسم موصول (صاحب سے مراد: مبتدا، موصوف، موصول اور ذوالحال ہیں)

ترجمہ: اسم فاعل: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہے نیا پیدا ہونے کے معنی کے اعتبار سے یعنی وہ معنی عارضی ہوں،

مستقل اس میں نہ پائے جاتے ہوں ـــــ اوراس کا صیغہ (وزن) (الف) ثلاثی مجرد سے فاعِلٌ کے وزن پر آتا ہے ـــــ (ب) اور غیر ثلاثی مجرد سے مضارع کے وزن پر میم مضموم کے ساتھ اور آخر کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ ہے، جیسے مُدخِل اور مستغفِر ـــــ (قاعدہ) اور اسم فاعل اپنے فعل کا عمل کرتا ہے: (۱) حال یا استقبال کے معنی کی شرط کے ساتھ (۲) اور اپنے صاحب پر اعتماد کی شرط کے ساتھ یا ہمزہ یا ما پر اعتماد کی شرط کے ساتھ۔

[قاعدة] فإن كان للماضى: وجَبَتِ الإضافةُ معنىً، خلافاً للكسائى؛ فإن كان له معمولٌ آخَرُ: فبفعلٍ مقدَّرٍ، نحوُ:" زيدٌ مُعْطِیْ عَمْرٍو درهماً أمْسِ" فإن دخلتِ اللامُ: استوى الجميع.(۱)

[قاعدة] وما وُضع منه للمبالغة، كضَرَّابٍ، وضَرُوْبٍ، ومِضْرَابٍ، وعَلِيْمٍ، وحَذِرٍ: مثلُه.(۲)

[قاعدة] والمثنّٰى والمجموع: مثلُه.(۳)

[قاعدة] ويجوز حذفُ النون مع العمل، ومع التعريف: تخفيفاً.(٤)

(۱) قاعدہ: اسم فاعل کے عمل کے لئے پہلی شرط یہ تھی کہ وہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو، پس اگر وہ ماضی کے معنی میں ہوگا تو اس کی اپنے معمول کی طرف اضافت معنوی (حقیقی) ضروری ہوگی۔ پس هذا ضاربٌ زيداً أمسِ نہیں کہہ سکتے، بلکہ اضافت کے ساتھ هذا ضاربُ زيدٍ أمسِ کہیں گے۔ البتہ کسائی کے نزدیک اسم فاعل بہر صورت عمل کرتا ہے، اگرچہ ماضی کے معنی میں ہو، اور اگر اس کی اضافت کریں گے تو وہ اضافت لفظی ہوگی ـــــ غرض اس اسم فاعل کی جو بمعنی ماضی ہو: پہلے معمول کی طرف تو اضافت ہوگی، لیکن اگر اس کا دوسرا معمول بھی ہو تو؟ فرماتے ہیں: اس کا نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہوگا، اسم فاعل کی وجہ سے نہیں ہوگا، جیسے زیدٌ

مُعْطِیْ عمرٍو درهماً أمسِ: اس میں درهماً فعل مقدر أعطی کی وجہ سے منصوب ہے أی أعطی عمراً درهماً۔

اور اسم فاعل کے عمل کے لئے یہ شرط کہ وہ حال یا استقبال کے لئے ہو اس وقت ہے جبکہ اس پر الف لام نہ ہو۔ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو وہ ہر حال میں عمل کرے گا۔ جیسے مررت بالضاربِ أبوہ زیداً أمسِ۔ اس میں زیداً کو الضارب نے نصب دیا ہے اگرچہ وہ بمعنی ماضی ہے۔

(۲) قاعدہ: کبھی اسم فاعل کے وزن فاعِلٌ سے پانچ وزنوں پر مبالغہ کا صیغہ بنایا جاتا ہے: (۱) بروزن فَعَّالٌ جیسے ضَرَّاب (بہت مارنے والا) (۲) بروزن فَعُوْلٌ جیسے ضَرُوْب (بہت مارنے والا) (۳) بروزن مِفْعَالٌ جیسے مِضْراب (بہت مارنے والا) (۴) بروزن فَعِیْل جیسے عالم سے علیم (۵) بروزن فَعِلٌ جیسے حَاذِرٌ سے حَذِرٌ (بہت چوکنا) اور مَازِقٌ سے مَزِقٌ (بہت پھاڑنے والا) (مبالغہ کے یہی پانچ وزن ہیں) اس صیغۂ مبالغہ کے عمل واشتراط کے وہی احکام ہیں جو اسم فاعل کے ہیں، جیسے زَرَّاعٌ فاکهةً (بہت پھل بونے والا) ضروبٌ غلامَہ (اپنے غلام کو بہت مارنے والا) مِخْوَافٌ أعداءَہ أعداءِہ (دشمن سے بہت ڈرنے والا) سمیعٌ خیراً (خیر کی بات بہت سننے والا) مَزِقٌ أوراقَہ (اپنے ورق بہت پھاڑنے والا)

(۳) قاعدہ: اسم فاعل اور مبالغہ کے تثنیہ وجمع: عمل واشتراط میں اسم فاعل مفرد کی طرح ہیں۔ جیسے الزیدانِ ضاربان/ ضَرَّابانِ عمراً، الزیدون ضاربون/ ضَرَّابون عمراً۔

(۴) قاعدہ: اسم فاعل تثنیہ وجمع کا نون دو شرطوں کے ساتھ حذف کرنا جائز ہے: ایک: یہ کہ وہ عامل ہوں دوسری یہ کہ وہ معرفہ ہوں، جیسے المقیما/ المُقِیْمِی الصلاۃَ (نماز کو قائم کرنے والے) اور نون کا یہ حذف محض تخفیف کے لئے ہے۔ اور اگر اسم فاعل نکرہ ہو تو نون کا حذف ٹھیک نہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) پس اگر اسم فاعل ماضی کے معنی میں ہو تو اضافتِ معنوی ضروری ہے۔ برخلاف کسائی کے (ان کے نزدیک اضافت معنوی ضروری نہیں) پس اگر اسم فاعل کے لئے (مضاف الیہ کے علاوہ) کوئی اور معمول ہو تو اس کا نصب فعل مقدر کی وجہ سے ہوگا، جیسے زیدٌ مُعْطِیْ عمرٍو درهماً أمس۔ پس اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو تو سب زمانے یکساں ہیں —— (قاعدہ) اور وہ اسم جو اسم فاعل سے مبالغہ کے لئے بنایا گیا ہو جیسے ضَرَّاب إلخ وہ اسم فاعل کی طرح ہے —— (قاعدہ) اور اسم فاعل کا تثنیہ جمع: اسم فاعل (مفرد) کی طرح ہے —— (قاعدہ) اور اسم فاعل (جمع) کے نون کو حذف کرنا جائز ہے عمل اور تعریف کے ساتھ لفظ کو ہلکا کرنے کے لئے۔

اسم المفعول:

ما اشتُقَّ من فعل لمن وقع عليه.

وصيغتُه:

[الف] **من الثلاثي على مفعول.**

[ب] **ومن غيره على صيغة الفاعل، بفتح ما قبلَ الآخِرِ، كَمُسْتَخْرَج.**

[قاعدة] **وأَمْرُه في العمل والاشتراط: كأمر الفاعل، نحوُ: زيدٌ مُعْطىً غلامُه درهماً.**(۱)

اسم مفعول کا بیان

اسم مفعول: وہ اسم مشتق ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہو، جیسے مضروب (وہ شخص جس پر مار پڑی ہو) —— اسم مفعول: فعل مجہول جیسا عمل کرتا ہے یعنی نائب فاعل کو رفع دیتا ہے، اور اکثر اپنے پہلے معمول کی طرف

مضاف ہوتا ہے، جیسےھو محمودُ الخصالِ: وہ اچھے اخلاق والا ہے۔ جاء المضروبُ أبوہ. ما مضروبُ زیدٍ قائمٌ وغیرہ ـــــ ثلاثی مجرد سے اسم مفعول مفعول کے وزن پر آتا ہے۔اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے البتہ اس کے آخر کے ماقبل پر فتح ہوتا ہے جیسے مستَخْرَج: نکالا ہوا۔

(۱) قاعدہ: اسم مفعول کا حال عمل واشتراط میں اسم فاعل جیسا ہے یعنی اس کے عمل کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی میں ہو،اور مذکورہ سات چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد رکھتا ہو اور جب اسم مفعول معرف باللام ہو تو مطلقاً عمل کرے گا، جیسے زیدٌ مُعْطًی / المُعْطٰی غلامُہ درھماً: زید کا غلام ایک روپیہ دیا گیا۔

ترجمہ: اسم مفعول: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس پر کام واقع ہوا ـــــ اور اس کا صیغہ (وزن): (الف) ثلاثی سے مفعول ہے (ب) اور غیر ثلاثی سے اسم فاعل کے وزن پر ہے آخر کے ماقبل کے زبر کے ساتھ جیسے مستخرَج ـــــ (قاعدہ) اور اسم مفعول کا معاملہ عمل میں اور شرطوں میں اسم فاعل کے معاملہ کی طرح ہے۔

الصفة المُشَبَّهَةُ:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لازمٍ لمن قام به على معنى الثبوت.

وصيغتُها: مخالفةٌ لصيغة الفاعل، على حَسْبِ السَّماع، كحَسَنٍ، وصَعْبٍ وشديدٍ.(۱)

وتعملُ عملَ فعلِها مطلقاً.(۲)

وتقسيم مسائلها: أن تكون الصفة باللام، أو مجردةً؛ ومعمولُها: مضافا، أو باللام، أو مجرداً عنهما: فهذه ستةٌ.(۳)

والمعمولُ: في كل واحد منها: مرفوع؛ ومنصوب، ومجرور:

فصارتْ ثمانيةَ عَشَرَ:

فالرفع: على الفاعلية؛ والنَّصَبُ: على التشبيه بالمفعول: في المعرفة، وعلى التمييز: في النكرة؛ والجَرُّ: على الإضافة.(٤)

صفتِ مشبّہ کا بیان

صفت مشبہ: وہ اسم مشتق ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ کوئی فعل مستقل طور پر قائم ہو۔ جیسے حَسَنٌ (خوبصورت) وہ شخص ہے جس میں حُسن ہمیشہ سے پایا جاتا ہو ـــــ صفتِ مشبہ فعلِ لازم سے بنتی ہے اس لئے فعل لازم کی طرح صرف فاعل کو رفع دیتی ہے۔ جیسے جاء رجلٌ حَسَنٌ ثیابُہ۔ صفتِ مشبہ بھی اکثر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہوتی ہے، جیسے رجلٌ حَسَنُ الثیابِ (خوبصورت کپڑوں والا آدمی) ـــــ اور صفتِ مشبہ کے عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے پانچ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہونی چاہئے یعنی مبتدا، ذوالحال، موصوف، ہمزۂ استفہام یا حرف نفی، جیسے زیدٌ حسنٌ ثیابُہ: زید کے کپڑے خوبصورت ہیں (مبتدا کی مثال) لقیتُ رجلاً منطلقا لسانُه: میں نے ایک ایسے شخص سے ملاقات کی جس کی زبان چلنے والی ہے (ذوالحال کی مثال) هذا رجلٌ جميلٌ ظاهِرهُ: یہ ایک ایسا آدمی ہے جس کا ظاہر خوبصورت ہے (موصوف کی مثال) أهو طاهرٌ قلبُه؟ کیا اس کا دل پاکیزہ ہے؟ (ہمزۂ استفہام کی مثال) ما أنت كريمٌ أبوه: تو وہ نہیں جس کا باپ شریف ہے (حرف نفی کی مثال)

(۱) صفت مشبہ کا صیغہ (وزن) اسم فاعل کے صیغہ (وزن) سے مختلف ہوتا ہے اور اس کے تمام اوزان سماعی ہیں، جیسے حَسَنٌ (خوبصورت) صَعْبٌ (خوددار آدمی) شدید (سخت مزاج آدمی)

فائدہ: اسم فاعل اور صفتِ مشبہ میں تین فرق ہیں: (۱) اسم فاعل میں صفت حدوثی

یعنی عارضی ہوتی ہے اور صفتِ مشبہ میں ثبوتی یعنی دائمی ہوتی ہے (۲) دونوں کے اوزان علحدہ علحدہ ہیں (۳) اسم فاعل کے اوزان قیاسی ہیں اور صفتِ مشبہ کے سماعی۔

(۲) صفتِ مشبہ اپنے فعل لازم جیسا عمل کرتی ہے مطلقاً یعنی بلاشرط زمانۂ حال و استقبال، اس لئے کہ اس میں ثبوت کے معنی ہیں حدوث کے معنی نہیں، جو کسی زمانہ کا اعتبار کیا جائے۔

(۳) صفتِ مشبہ کی صورتیں: صفت مشبہ یا تو معرف باللام ہوگی یا الف لام سے خالی ہوگی۔ اور بہر تقدیر اس کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا یعنی نہ مضاف ہوگا نہ معرف باللام۔ پس جب دو کو تین میں ضرب دیں گے تو چھ صورتیں ہونگی ــــــ پھر صفتِ مشبہ کا معمول یا مرفوع ہوگا یا منصوب یا مجرور۔ پس جب چھ کو تین میں ضرب دیں گے تو کل اٹھارہ صورتیں ہونگی۔

(۴) صفتِ مشبہ کے معمول کا اعراب: صفتِ مشبہ کا معمول مرفوع ہوتا ہے فاعل ہونے کی بنا پر، جیسے حَسَنٌ وجهُه: اس کا چہرہ خوبصورت ہے۔ وجهُه: حسنٌ کا فاعل ہے ــــــ اور صفتِ مشبہ کا معمول اگر معرفہ ہو تو وہ مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے (مفعول ہونے کی بنا پر منصوب نہیں ہوتا کیونکہ فعل لازم مفعول نہیں چاہتا) جیسے حَسَنٌ الوجهَ ــــــ اور اگر معمول نکرہ ہو تو تمیز ہونے کی بنا پر منصوب ہوتا ہے جیسے الحسن وجهاً ــــــ اور صفتِ مشبہ اضافت کی وجہ سے مجرور ہوتی ہے۔ جیسے حسنُ الوجهِ۔

ترجمہ: صفتِ مشبہ: وہ اسم ہے جو فعل لازم سے نکالا گیا ہو اس شخص کے لئے جس کے ساتھ فعل قائم ہوا ہے ثبوت کے معنی پر یعنی وہ معنی اس کے ساتھ مستقل طور پر قائم ہوں ــــــ اور اس کا صیغہ (وزن) اسم فاعل کے صیغہ (وزن) کے علاوہ ہے سماع کے موافق ہے، .... اور صفت مشبہ ہر حال میں اپنے فعل کا عمل کرتی ہے ــــــ اور اس کے مسائل کی تقسیم: یہ ہے کہ صفت یا معرف باللام ہوگی یا الف لام

سے خالی ہوگی اوراس کا معمول مضاف ہوگا یا معرف باللام ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا، پس یہ چھ ہیں —— اور معمول ان چھ اقسام میں سے ہر ایک میں مرفوع ہوگا اور منصوب ہوگا اور مجرور ہوگا، پس اٹھارہ قسمیں ہوگئیں —— پس رفع: فاعل ہونے کی بنا پر ہوگا اور نصب مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر ہوگا: معرفہ میں اور تمیز ہونے کی بنا پر ہوگا نکرہ میں اور جر اضافت کی بنا پر ہوگا۔

وتفصيلها: حَسَنٌ وجهه: ثلاثة، وكذلك: حسن الوجه، وحسن وجه، الحسن وجهه، الحسن الوجه، الحسن وجه.(۱)

اثنان منها ممتنعان: الحسن وجهِه، الحسن وجهٍ.(۲)

واختلف في حسن وجهِه.

والبواقي:

[الف] ماكان فيه ضمير واحد منها: أحسن.

[ب] وما كان فيه ضميران: حسن.

[ج] ومالا ضمير فيه: قبيح.

ومتى رفعتَ بها فلا ضميرَ فيها، فهي كالفعل، وإلا ففيها ضمير الموصوف فتؤنِّثُ، وتُثَنِّيْ، وتُجْمِعُ.(۳)

[قاعدة] واسما الفاعل والمفعول، غيرُ المتعديَيْنِ: مثلُ الصفة في ذلك.(٤)

(۱) اٹھارہ صورتوں کی تفصیل: (الف) صفتِ مشبہ الف لام سے خالی ہو اور اس کا معمول مضاف ہو تو تین صورتیں ہونگی: (۱) حَسَنٌ وجهُه (صفت مشبہ کی تنوین اور اس کا معمول فاعلیت کی بنا پر مرفوع) (۲) حسنٌ وجهَه (صفت تنوین کے ساتھ اور معمول مفعول کے مشابہ ہونے کی بنا پر منصوب) (۳) حسنُ وجهِه (صفت بغیر

تنوین کے اور معمول اضافت کی وجہ سے مجرور) (ب) صفتِ مشبہ الف لام سے خالی اور معمول معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) حسن الوجهُ (۲) حَسَنُ الوجهَ (۳) حسن الوجهِ (ج) صفت اور معمول دونوں مجرد عن اللام، اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) حسنٌ وجهٌ (۲) حسنٌ وجهًا (۳) حسنُ وجهٍ (د) صفت معرف باللام اور معمول مضاف اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ وجهُه (۲) الحسنُ وجهَه (۳) الحسنُ وجهِه (ہ) صفت اور معمول دونوں معرف باللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ الوجهُ (۲) الحسنُ الوجهَ (۳) الحسنُ الوجهِ (و) صفت معرف باللام اور معمول مجرد عن اللام اس کی بھی تین صورتیں ہونگی: (۱) الحسنُ وجهٌ (۲) الحسنُ وجهاً (۳) الحسنُ وجهٍ یہ کل اٹھارہ صورتیں ہوئیں۔

(۲) اٹھارہ صورتوں کے احکام: مذکورہ اٹھارہ صورتوں میں سے دو صورتیں ممتنع ہیں: (۱) جب صفت مشبہ معرف باللام ہو اور اپنے معمول کی طرف مضاف ہو (۲) جب صفت معرف باللام ہو اور اس کا معمول الف لام سے خالی ہو اور صیغۂ صفت اس کی طرف مضاف ہو ـــــ اور ایک صورت مختلف فیہ ہے یعنی جب صفت معرف باللام نہ ہو اور وہ اپنے معمول کی طرف مضاف ہو۔

باقی پندرہ صورتیں جائز ہیں۔ پھر جس صورت میں ایک ضمیر ہے وہ احسن ہے کیونکہ اس میں ضمیر بقدر حاجت ہے، اور جس میں دو ضمیریں ہیں وہ حسن ہے۔ کیونکہ ایک ضمیر زائد از ضرورت ہے، اور جس میں کوئی ضمیر نہیں وہ قبیح ہے، کیونکہ رابط (صفت کو موصوف سے جوڑنے والی ضمیر) ضروری ہے۔

(۳) اور ضمیر کو پہچاننے کا طریقہ: یہ ہے کہ جب صفتِ مشبہ کے معمول کو مرفوع پڑھا جائے گا تو اس میں کوئی ضمیر نہ ہوگی، کیونکہ وہ معمول فاعل ہوگا، اور صفت بمنزلۂ فعل ہوگی (پس جس طرح فعل کو فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی حالت میں تثنیہ جمع نہیں لاتے اسی طرح صفتِ مشبہ کو بھی فاعل کے تثنیہ جمع ہونے کی صورت میں تثنیہ جمع

نہیں لائیں گے) ـــــ اور جب صفت مشبہ کے معمول کو مرفوع نہ پڑھیں تو اس وقت اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، پس موصوف کے موافق صفت کو مؤنث اور مذکر اور تثنیہ جمع لائیں گے۔

(۴) قاعدہ: وہ اسم فاعل جو غیر متعدی ہو یعنی فعل لازم سے مشتق ہو جیسے قائم اسی طرح وہ اسم مفعول جو غیر متعدی ہو یعنی دوسرے مفعول کو نہ چاہتا ہو: یہ دونوں صفتِ مشبہ کی طرح ہیں۔ان کی بھی اٹھارہ صورتیں نکلیں گی پھر بعض ممتنع ہونگی بعض مختلف فیہ، بعض احسن، بعض حسن اور بعض قبیح۔

ترجمہ: اور مسائل کی تفصیل: حَسَنٌ وجهه تین مثالیں ہیں۔اور اسی طرح حسن الوجه اور حسن وجه (اور) الحسن وجهه (اور) الحسن الوجه (اور) الحسن وجه (تین تین مثالیں ہیں، پس کل مثالیں اٹھارہ ہوگئیں) ان میں دو ناجائز ہیں یعنی الحسن وَجْهِهِ (اور) الحسن وجهٍ ـــــ اور اختلاف کیا گیا ہے حسن وجهِه میں اور باقی مثالیں: (الف) وہ جس میں ان مثالوں میں سے ایک ضمیر ہو أحسن ہے (ب) اور وہ جس میں دو ضمیریں ہوں حسن ہے (ج) اور وہ جس میں کوئی ضمیر نہ ہو قبیح ہے ـــــ اور جب رفع دیں صفتِ مشبہ کے ذریعہ تو صفتِ مشبہ میں کوئی ضمیر نہ ہوگی، پس وہ فعل کی طرح ہوگی، ورنہ پس اس میں موصوف کی ضمیر ہوگی، پس آپ صفت کو مؤنث لائیں اور تثنیہ لائیں اور جمع لائیں ـــــ (قاعدہ) اور وہ اسم فاعل اور اسم مفعول جو دونوں غیر متعدی ہوں صفتِ مشبہ کی طرح ہیں اس معاملہ میں۔

اسم التفضيل:

ما اشتُقَّ من فعلٍ لموصوف بزيادة على غيره، وهو: أَفْعَلُ.

وشرطه: أن يُبْنٰى من ثلاثيٍّ مجرَدٍ: لِيُمْكِنَ؛ ليس بلَوْنٍ ولا عيب،

لأن منهما أَفْعَلُ لغيره، مثلُ:" زيدٌ أفضلُ الناس" (۱)

[قاعدة] فإن قُصِدَ غيرُه: تُوُصِّلَ إليه بأَشَدَّ، مثلُ: هو أَشَدُّ منه استخراجا، وبياضاً، وعَمىً. (۲)

[قاعدة] وقياسُه للفاعل، وقد جاء للمفعول، نحوُ: أَعْذَرُ، وأَلْوَمُ، وأَشْغَلُ، وأَشْهَرُ. (۳)

اسم تفضیل کا بیان

اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جس میں کسی دوسرے کی بہ نسبت معنی مصدری کی زیادتی پائی جاتی ہو۔اس کا وزن أَفْعَلُ ہے (اور اسم تفضیل واحد مذکر: وزنِ فعل اور وصف کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتے اور اسم تفضیل واحد مؤنث کا وزن فُعْلیٰ ہے، اس کے آخر میں الف مقصورہ ہے اس لئے اس کا اعراب تقدیری ہوتا ہے، اور اسم تفضیل کا فاعل ہمیشہ ضمیر غائب ہوتی ہے جو اس میں پوشیدہ رہتی ہے)

(۱) اسم تفضیل ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ افعال سے بنانا ممکن نہیں۔اور ثلاثی مجرد بھی ایسا ہونا چاہئے جس میں لون اور عیب کے معنی نہ ہوں۔اس لئے کہ جو ثلاثی مجرد لون اور عیب کے معنی میں ہوتا ہے اس سے أفعلُ کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے آتا ہے یعنی اس سے اس وزن پر اسم صفت بنتا ہے پس اگر اس سے اسم تفضیل بنائیں گے تو اشتباہ پیدا ہوگا۔اسم تفضیل کی مثال: زیدٌ أفضلُ الناس ہے۔

(۲) قاعدہ: اگر اس ثلاثی مجرد سے جس میں لون یا عیب کے معنی ہیں یا غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل بنانا چاہیں تو لفظ أشد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ جو مقصد کے موافق ہو لے کر اس کے بعد اس مصدر کو بطور تمیز رکھ دیں جس سے اسم تفضیل بنانا منظور ہے، جیسے أشدُّ منه استخراجاً (ثلاثی مزید فیہ کی مثال) أشدُّ منه بیاضاً (لون کی

مثال)أشدُّ منه عَمًى (عیب کی مثال)

(۳) قاعدہ کے مطابق اسم تفضیل فاعلی معنی کے لئے آتا ہے، مگر کبھی مفعولی معنی کے لئے بھی آتا ہے، جیسے أَعْذَرُ (زیادہ معذور) أَلْوَمُ (زیادہ ملامت خوردہ) أَشْغَلُ (زیادہ مشغول) أشهر (زیادہ مشہور)

ترجمہ: اسم تفضیل: وہ اسم ہے جو فعل سے نکالا گیا ہو کسی موصوف کے لئے اس کے علاوہ پر زیادتی کے ساتھ اور وہ أفعل کا وزن ہے اور اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ثلاثی مجرد سے بنایا جائے، تاکہ اس کو بنانا ممکن ہو، رنگ اور عیب کے معنی نہ ہوں، اس لئے کہ رنگ اور عیب سے أفعل کا وزن اسم تفضیل کے علاوہ کے لئے ہے............ (قاعدہ) پس اگر غیر ثلاثی (سے بنانے) کا ارادہ کیا جائے تو اسم تفضیل کے لئے ذریعہ بنایا جائے أشد کو۔ .... (قاعدہ) اور اسم تفضیل کا قیاس اسم فاعل کے لئے ہے اور تحقیق اسم مفعول کے لئے بھی اسم تفضیل آیا ہے۔

[قاعدة] ويُستعمل على أحدِ ثلاثةِ أَوْجُهٍ: مضافاً، أو بِمِنْ، أو معرَّفا باللام فلايجوز: زيدٌ الأفضلُ من عَمْرٍو، ولا: زيدٌ أَفْضَلُ؛ إلا أن يُعْلَمَ.[۱]

[فائدة] فإذا أُضِيْفَ فله معنيان:[۲]

أحدهما: ــــ وهو الأكثر ــــ أن تُقْصَدَ به الزيادةُ على مَنْ أُضيف إليه، فيشترط أن يكون منهم، مثلُ: زيدٌ أفضلُ الناس؛ فلايجوز: "يوسفُ أحسنُ إِخْوَتِه" لخروجه عنهم بإضافتهم إليه.

والثاني: أَنْ تُقْصَدَ زيادةٌ مطلقةٌ، ويُضاف للتوضيح، فيجوز: "يوسف أحسنُ إخوته"

ويجوز في الأول: الإفْرَادُ، والمطابَقة لمن هو له.

وأما الثانی والمعرَّفُ باللام: فلا بد من المطابقة.
[قاعدة] والذی بِمِنْ: مفردٌ ومذکَّرٌ، لا غیرُ.(۳)

(۱) قاعدہ: اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے:

(۱) اضافت کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا اور ماقبل کے مطابق لانا دونوں طرح درست ہے، جیسے زید أفضلُ الناس. الزیدان أفضل/ أفضلا الناس، الزیدون أفضل/ أفضلو الناس.هند أفضل/ فُضْلَی النساء، الهندان أفضل/ فُضْلَیَا النساء، الهندات أفضل/ فُضْلَیَاتِ النساء۔

(۲) من کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل پر الف لام نہیں آتا نہ وہ مضاف ہوتا ہے، بلکہ ہمیشہ مفرد مذکر آتا ہے، جیسے زید/ الزیدان/ الزیدون/ هند/ الهندان/ الهندات أفضل من عمرو/ من فاطمة۔

(۳) الف لام کے ساتھ (اس صورت میں اسم تفضیل کی اس کے ماقبل سے مطابقت ضروری ہے، جیسے زید الأفضل، الزیدان الأفضلان، الزیدون الأفضلون. هند الفُضلی، الهندان الفُضلیان. الهندات الفُضَل/ الفُضْلَیَاتُ۔

پس زید الأفضل من عمرٍو: جائز نہیں، کیونکہ اس میں الف لام اور من دونوں جمع ہیں۔ اسی طرح زید أفضل کہنا بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں وجوہ ثلاثہ میں سے کوئی نہیں ــــــ البتہ اگر مفضل علیہ قرائن سے معلوم ہو تو وجوہ ثلاثہ مذکورہ کے بغیر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے جیسے الله أکبر أی أکبر من کل شیئ۔

(۲) فائدہ: جب اسم تفضیل مضاف ہو تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں:

(۱) اسم تفضیل میں وصف کی زیادتی صرف مضاف الیہ کے اعتبار سے ہو، جیسے زید أفضل الناس۔ اس صورت میں ضروری ہے کہ مفضّل (زید) مفضّل علیہ (ناس) میں داخل ہو، (زید لوگوں میں داخل ہے یعنی ان کا ایک فرد ہے) اسم تفضیل عام طور پر اسی

معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اس معنی کے اعتبار سے **یوسفُ أحسن إخوتِہ** کہنا درست نہیں، کیونکہ یوسف اس کے بھائیوں میں داخل نہیں۔ کیونکہ بھائیوں کو یوسف کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ اور مضاف اور مضاف الیہ میں مغائرت ہوتی ہے۔

(۲) اسم تفضیل سے مطلق (فی نفسہ) زیادتی مراد ہو، مضاف الیہ کے اعتبار سے زیادتی مقصود نہ ہو، اور اسم تفضیل کی اضافت محض توضیح کے لئے ہو، اس صورت میں **یوسف أحسن إخوتہ** کہنا درست ہے۔

اور پہلے معنی مراد لینے کی صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی درست ہے اور موصوف کے مطابق لانا بھی صحیح ہے (مثالیں گذر چکیں) اور دوسرے معنی مراد لینے کی صورت میں اور اسی طرح جب اسم تفضیل معرف باللام ہو تو موصوف سے مطابقت ضروری ہے (مثالیں گذر چکیں)

(۳) قاعدہ: جب اسم تفضیل کا استعمال مِن کے ساتھ ہو تو ہمیشہ اسم تفضیل مفرد اور مذکر آئے گا (مثالیں گذر چکیں)

ترجمہ: (قاعدہ) اور اسم تفضیل استعمال کیا جاتا ہے تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت سے: درانحالیکہ مضاف ہو، یا مِن کے ساتھ ہو یا درانحالیکہ وہ الف ولام کے ذریعہ معرفہ بنایا گیا ہو۔ پس **زید الأفضل من عمرو** جائز نہیں، اور **زید أفضل** بھی جائز نہیں مگر یہ کہ مفضّل منہ جانا جائے —— (فائدہ) اور جب اسم تفضیل مضاف بنایا جائے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں: ان میں سے ایک: اور وہ زیادہ مستعمل ہیں کہ اسم تفضیل سے ارادہ کیا جائے اس شخص پر زیادتی کا جس کی طرف اسم تفضیل مضاف کیا گیا ہے، پس شرط ہے کہ مفضّل ان میں سے ہو، جیسے **زید أفضل الناس**، پس **یوسف أحسن إخوتہ** جائز نہیں، یوسف کے نکلنے کی وجہ سے بھائیوں سے، بھائیوں کی اضافت کرنے کی وجہ سے یوسف کی طرف —— اور دوسرا: یہ کہ ارادہ کیا جائے مطلق زیادتی کا اور اضافت کی جائے توضیح کے لئے، پس یوسف

أحسن إخوته کہنا جائز ہوگا ——— اور پہلی صورت میں اسم تفضیل کو مفرد لانا جائز ہے اور مطابقت بھی جائز ہے اس شخص سے جس کے لئے وہ اسم تفضیل ہے اور رہی دوسری صورت اور معرف باللام: تو مطابقت ضروری ہے ——— (قاعدہ) اور وہ اسم تفضیل جو مِنْ کے ساتھ ہے: وہ صرف مفرد مذکر ہی ہے۔

[مسألة الكُحْل] ولا يعمَل في مُظهَر، إلا إذا كان صفةً لشيئ، وهو في المعنى لمسبِّبٍ: مفضَّلٍ باعتبار الأول، على نفسه باعتبار غيره، مَنْفِيًّا، مثلُ:" ما رأيتُ رجلاً أَحْسَنَ في عينه الكحلُ منه في عين زيد" لأنه بمعنى حَسُنَ.

مع أنهم لو رَفَعُوْا: لَفَصَلُوْا بين أحسنَ ومعموله بأجنبي، وهو الكحلُ[1]

[فائدة] ولك أن تقولَ:" أَحْسَنَ في عينه الكحلُ من عين زيدٍ"[2]

فإن قدَّمتَ ذكر العين، قلتَ:" ما رأيت كعينِ زيدٍ أَحْسَنَ فيها الكحلُ" مثلُ:

.... ولا أرى ❁ كوادي السِّباع حين يَظْلِمُ واديَاَ

أَقَلَّ به رَكْبٌ أَتَوْهُ تَإِيَّةً ❁ وأَخْوَفَ، إلا ما وَقَى اللّٰهُ سَارِيَاَ

مسألۃ الکحل

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ اسم تفضیل: اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا۔ کیونکہ اسم تفضیل عاملِ ضعیف ہے اور اسم ظاہر معمولِ قوی ہے۔ وہ صرف ضمیر میں عمل کرتا ہے، کیونکہ ضمیر معمولِ ضعیف ہے۔ البتہ تین شرطوں کے ساتھ اسم تفضیل: اسم ظاہر میں عمل کرتا ہے:

پہلی شرط: اسم تفضیل لفظاً یعنی صورۃً کسی چیز کی صفت واقع ہو (خواہ نعت ہو یا خبر ہو یا حال ہو) مگر حقیقت میں اسم تفضیل اس موصوف کی صفت نہ ہو، بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی کسی چیز کی صفت ہو۔ جیسے ما رأیتُ رجلاً أَحْسَنَ فی عینه الکحلُ منه فی عین زیدٍ: نہیں دیکھا میں نے کسی شخص کو زیادہ اچھا اس کی آنکھ میں سرمہ، سرمہ سے زید کی آنکھ میں یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی۔ اس میں أحْسَنُ (اسم تفضیل) بظاہر رجلاً کی صفت ہے، مگر حقیقت میں وہ الکحل کی صفت ہے، جو رجلاً سے تعلق رکھنے والی ایک چیز ہے۔

دوسری شرط: موصوف سے تعلق رکھنے والی وہ چیز جس سے درحقیقت اسم تفضیل متعلق ہے: وہ ایک اعتبار سے مفضّل اور دوسرے اعتبار سے مفضول (مفضّل علیہ) ہو۔ جیسے مثالِ مذکور میں الکحل (سرمہ) عینِ رجل کے اعتبار سے مفضّل ہے اور عین زید کے اعتبار سے مفضول ہے۔ یعنی عینِ رجل کے اعتبار سے زید کی آنکھ میں سرمہ زیادہ اچھا لگتا ہے اور عینِ زید کے اعتبار سے عین رجل میں کم اچھا لگتا ہے۔

تیسری شرط: اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہو۔ کیونکہ جب کلام مقید پر نفی داخل ہوتی ہے تو قید کی نفی ہوتی ہے۔ جیسے ما رأیتُ رجلاً فاضلاً۔ اس میں فاضل آدمی کے دیکھنے کی نفی ہے، مطلق آدمی کے دیکھنے کی نفی نہیں ہے۔ اسی طرح مثال مذکور میں جب أحسنُ (اسم تفضیل) نفی کے تحت آیا تو قید (حسن کی زیادتی) کی نفی ہوگی، اور أَحْسَنُ بمعنی حَسُنَ رہ جائے گا۔ اس طرح اسم تفضیل بمعنی فعل ہو کر اسم ظاہر میں عمل کرے گا۔

مثال مذکور میں تینوں شرطیں متحقق ہیں اس لئے أحسنُ (اسم تفضیل) نے الکحل (اسم ظاہر) کو فاعل ہونے کی بنا پر رفع دیا ہے۔ اور فی عینه: الکحل سے حال ہے، اور فی عین زید: منه کی ضمیر سے حال ہے جو الکحل کی طرف لوٹتی ہے۔ اور منه: مفضّل منہ ہے، فمعناہ: ما رأیت رجلاً أَحْسَنَ الکحلُ کائنا فی عین زید من الکحل الکائن فی عین رجل آخر۔

اور اگر ایسا نہیں کریں گے یعنی الکحل کو اسم تفضیل کا فاعل نہیں بنائیں گے، بلکہ أحسنُ کو خبر مقدم اور الکحل کو مبتدا مؤخر بنائیں گے، پھر جملہ کو رجلاً کی صفت قرار دیں گے تو أحسنُ (اسم تفضیل) اور اس کے معمول منه (مفضل منہ) کے درمیان اجنبی کا فصل واقع ہوگا۔ اور وہ اجنبی الکحل ہے جو مبتدا ہے۔ اور اجنبی کا فصل جائز نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ الکحل کو فاعل بنا کر رفع دیں تا کہ اجنبی کا فصل لازم نہ آئے (مسألۃ الکحل پورا ہوا)

تمرین: اب چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں تا کہ مسئلہ اور واضح ہو جائے:

پہلی مثال: حدیث میں ہے: ما من إیامٍ أحبَّ إلی الله فیها الصومُ منه فی عَشْرِ ذی الحِجَّة: اللہ تعالیٰ کو ذو الحجہ کے شروع کے دس دنوں میں جتنا نیک عمل پسند ہے اتنا کسی اور دن میں پسند نہیں۔ اس میں أحبَّ (اسم تفضیل) بظاہر إیامٍ کی صفت ہے مگر حقیقت میں الصوم کی صفت ہے۔ اور الصوم: دیگر ایام کے اعتبار سے مفضل ہے اور ذو الحجہ کے دس دنوں کے اعتبار سے مفضول ہے یعنی دیگر ایام کے اعتبار سے روزے زیادہ محبوب ہیں اور ذو الحجہ کے دس دنوں کے اعتبار سے کم محبوب ہیں اور اسم تفضیل نفی کے تحت آیا ہے اس لئے اسم تفضیل نے اسم ظاہر الصوم کو بر بنائے فاعلیت رفع دیا ہے۔

دوسری مثال: ما رأیتُ رجلاً أکْمَلَ فی وجهه الإشراقُ منه (أی من الإشراق) فی وجه العابد الصادق: سچے عبادت گذار کے چہرے میں جیسی چمک ہوتی ہے ایسی اعلی درجہ کی چمک میں نے کسی شخص کے چہرے میں نہیں دیکھی۔ اس میں الإشراق: أکمل کا فاعل ہے اور وہ مفضل بھی ہے اور مفضول بھی۔ عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضّل ہے اور غیر عابد کے چہرے میں ہونے کے اعتبار سے مفضول ہے۔

تیسری مثال: ما شاهدتُ عیوناً أجمل فیها الحَوَرُ منه فی عیون الظِّباء:

ہرنوں کی آنکھ میں سیاہی اور سفیدی کی شدت جتنی خوبصورت معلوم ہوتی ہے ایسی خوبصورتی میں نے کسی آنکھ میں نہیں دیکھی۔اس میں أجمل نے الحوَر کو فاعلیت کی بناپر رفع دیا ہے،اور وہ ہرنوں کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار سے مفضل ہے اوران کے علاوہ کی آنکھ میں ہونے کے اعتبار سے مفضول ہے(الحوَرَ: آنکھ کی سفیدی اور سیاہی کی شدت)

فائدہ: مذکورہ مضمون کی ادائیگی کے لئے مذکورہ تعبیر سے مختصر تعبیر یہ ہے: ما رأيتُ رجلاً في عينه الكحلُ من عينِ زيدٍ یعنی منه کو حذف کردیں۔اور من عينِ زيدٍ کو اس کا قائم مقام کردیں ـــــ اور اس سے بھی زیادہ اختصار کرنا چاہیں تو عين کا تذکرہ مقدم کردیں اور کہیں: ما رأيت كعين زيد أحسنَ فيها الكحلُ۔اس کے بھی وہی معنی ہیں جو پہلی تعبیر کے ہیں یعنی میں نے زید کی آنکھ کے مانند کوئی خوبصورت سرمگیں آنکھ نہیں دیکھی۔

اور عین کی تقدیم کے جواز کی مثال یہ اشعار ہیں:

مَرَرْتُ على وَادِي السِّبَاعِ، ولا أَرىٰ ۞ كَوَادِي السِّباعِ– حين يُظْلِمُ– وَادِيَا
أَقَلَّ به رَكْبٌ أَتَوْهُ تَئِيَّةً ۞ وأَخْوَفَ، إلا ما وَقَى اللّٰه سَارِيَا

ترجمہ: میں وادی السباع (درندوں کی وادی) پر گذرا،اور نہیں دیکھی میں نے ÷ وادی السباع جیسی کوئی وادی جبکہ اللہ تاریک کردیں۔

زیادہ کم اس میں قافلے،آئیں اس میں آنا ÷ اور زیادہ خوفناک،مگر جو اللہ کسی قافلہ کی حفاظت فرمائیں۔

شاعر نے کوادی السباع کو مقدم کر کے تعبیر بہت مختصر کردی ہے۔ورنہ اصل تعبیر تھی: لا أرى وادياً أَقَلَّ به ركبٌ أَتَوْهُ منه من وادي السباع۔اس کو مختصر کرنا چاہیں تو منه کو حذف کردیں اور کہیں: لا أرى وادياً أقلَّ به ركبٌ أَتَوْهُ من وادي السباع اور نہایت مختصر تعبیر وہ ہے جو شاعر نے وادی السباع کو مقدم کر کے اختیار کی ہے۔

نوٹ: مصنف رحمہ اللہ نے پہلا مصرعہ آدھا اس لئے حذف کردیا ہے کہ مثال ہی سے ابتداء ہو۔ اس میں أقلَّ اسم تفضیل ہے اور رکبٌ اس کا فاعل ہے اور مرفوع ہے۔ اور وادی السباع من وجہ مفضّل ہے اور من وجہ مفضول ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور اسم تفضیل اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا، مگر جب اسم ظاہر کسی چیز کی صفت ہو۔ اور وہ درحقیقت کسی دوسرے مسِبّب یعنی سبب کے لئے ہو (جیسے آنکھ کی خوبصورتی کا سبب سرمہ ہے، أحسن درحقیقت اس کی صفت ہے) اور وہ سبب مفضل ہو اول کے اعتبار سے (یعنی عین رجل کے اعتبار سے) اپنے نفس پر ترجیح دیا ہوا ہو اس کے علاوہ کے اعتبار سے (یعنی عین زید کے اعتبار سے مفضول ہو) وہ اسم تفضیل منفی ہو (یہ کان کی دوسری خبر ہے)......اس لئے کہ أحسن بمعنی حَسُنَ ہے ـــــ اس کے ساتھ کہ اگر نحوی رفع دیتے یعنی مبتدا مؤخر ہونے کی بنا پر تو وہ جدائی کرتے أحسن اور اس کے معمول (منه) کے درمیان اجنبی کے ذریعہ اور وہ اجنبی الکحل ہے ـــــ (فائدہ) اور آپ کے لئے جائز ہے کہ کہیں........... پس اگر مقدم کریں آپ عین کے ذکر کو تو کہیں گے۔

نوٹ: مفضول اور مفضّل علیہ ایک چیز ہے اور سبب اور مسِبّب (بکسر الباء) ایک چیز ہیں اور مسبَّب (بفتح الباء) سبب کا مقابل ہے۔

مشقی سوالات

(۱) معرفہ کی عربی تعریف سناؤ، اور معارفِ سبعہ گناؤ اور بتاؤ مبہات سے کیا مراد ہے؟

(۲) علم کی عربی تعریف بیان کرو اور اس کی وضاحت مع مثال کرو۔ اور نکرہ کی بھی عربی تعریف سناؤ اور مثال دو

(۳) ضمائر میں أعرف کون ہے پھر کون؟

(۴) اسمائے اعداد کی عربی تعریف کرو۔ بنیادی اعداد کتنے ہیں؟ شمار کرو

(۵) واحد، اثنان سے تسعة وتسعين تک مذکر کے لئے اعداد سناؤ

(۶) واحدة، ثنتان سے تسع وتسعين تک مؤنث کے لئے اعداد سناؤ

(۷) ثماني عشرة میں کیا تین صورتیں ہوسکتی ہیں اور ان میں شاذ کونسی صورت ہے؟

(۸) ثلاثة سے عشرة تک کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو اور ثلاث مائة سے تسع مائة کا حکم بیان کرو

(۹) أحد عشر سے تسعة وتسعين تک کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۰) مائة اور ألف اور دونوں کے تثنیہ اور ألف کی جمع کی تمیز کیسی ہوتی ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۱) معدود مؤنث ہو اور لفظ مذکر ہو یا اس کے برعکس ہو تو دو صورتیں کیا ہیں؟

(۱۲) واحد اور اثنان کی تمیز کیوں نہیں آتی؟

(۱۳) عدد تصییر کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے کہاں تک ہے؟ شمار کرو

(۱۴) عدد حالی (رتبی) کیا ہے؟ اور وہ کہاں سے کہاں تک جاتا ہے؟ شمار کرو

(۱۵) مذکر و مؤنث کی تعریفات کرو۔ تانیث کی علامتیں کیا ہیں؟

(۱۶) تانیث کی دونوں قسموں کی تعریفات مع امثلہ بیان کرو

(۱۷) جب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو فعل کیسا آئے گا؟

(۱۸) فاعل: اسم ظاہر جمع ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور اس میں سے کون مستثنیٰ ہے؟

(۱۹) جب فاعل جمع مذکر عاقل کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہو تو فعل کیسا آئے گا؟ اور اس میں سے کون مستثنیٰ ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۰) تثنیہ کی تعریف کرو۔ تثنیہ بنانے کا طریقہ کیا ہے؟ اسم مقصور وممدود کے تثنیہ بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

(۲۱) تثنیہ کا نون کب حذف کیا جاتا ہے؟ مثال دو اور بتاؤ خصیان اور ألیان کی تاء کیوں حذف کی گئی ہے؟

(۲۲) جمع کی تعریف کرو اور بتاؤ تمر اور رکب جمع کیوں نہیں ہیں؟ اور فلك جیسے الفاظ جمع کیوں ہیں؟

(۲۳) جمع کی کتنی قسمیں ہیں؟ پھر جمع سالم کی کتنی قسمیں ہیں؟ اوران کے بنانے کے کیا طریقے ہیں؟

(۲۴) مفرد کے آخر کی یاء جمع میں کب حذف کی جاتی ہے؟ مثال دو

(۲۵) اسم مقصور کی جمع بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

(۲۶) جمع مذکر سالم بنانے کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور جمع کا نون کب حذف کیا جاتا ہے؟ اور سنین اور أرضین کیسی جمعیں ہیں؟

(۲۷) جمع مؤنث سالم بنانے کا کیا طریقہ ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرائط ہیں؟

(۲۸) جمع مکسر کی تعریف مع امثلہ بیان کرو

(۲۹) جمع قلت کی تعریف کرو، اس کے کیا اوزان ہیں؟ جمع کثرت کی تعریف کرو اور اس کے اوزان بتاؤ۔

(۳۰) مصدر کی عربی تعریف کرو اور الجاری علی الفعل کا مطلب بیان کرو

(۳۱) ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے مصدر کا قاعدہ کیا ہے؟

(۳۲) مصدر کا کیا عمل ہے اور کب ہے؟

(۳۳) مصدر کا معمول اس سے مقدم ہوسکتا ہے؟ اور مصدر میں ضمیر ہوتی ہے؟ اور مصدر کے فاعل کا ذکر ضروری ہے؟

(۳۴) مصدر کی اضافت کس معمول کی طرف ہوتی ہے؟ مثالیں دیں

(۳۵) مصدر کن حالتوں میں عمل کرتا ہے؟ اور جب اس پر الف لام ہو تو وہ عمل کرتا ہے یا نہیں؟

(۳۶) جب مصدر مفعول مطلق ہو تو عمل کون کرتا ہے؟

(۳۷) اسم فاعل کی تعریف اور ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ بیان کرو

(۳۸) اسم فاعل کا کیا عمل ہے؟ اور اس کے عمل کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور صاحب پر اعتماد سے کیا مراد ہے؟

(۳۹) اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو کیا ضروری ہے؟ اس میں کس کا اختلاف ہے؟

(۴۰) اگر اسم فاعل کا مضاف الیہ کے علاوہ کوئی اور بھی معمول ہو تو اس کا عامل کون ہوگا؟ مثال دیں۔ اگر اسم فاعل پر الف لام داخل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(۴۱) مبالغہ کے اوزان کیا ہیں اور ان کا کیا حکم ہے؟

(۴۲) اسم فاعل کے تثنیہ اور جمع کا کیا حکم ہے؟ مثال دیں

(۴۳) اسم فاعل جمع کا نون کب حذف کیا جاسکتا ہے؟

(۴۴) اسم مفعول کی تعریف کریں اور ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے اس کے بنانے کا طریقہ بیان کریں

(۴۵) اسم مفعول کے عمل اور اشتراط کا حکم بیان کریں

(۴۶) صفتِ مشبہ کی عربی تعریف کریں اور اس کی وضاحت کریں۔ صفتِ مشبہ کے اوزان کیا ہیں؟ اور وہ کیا عمل کرتی ہے؟

(۴۷) صفتِ مشبہ کی کتنی صورتیں ہوسکتی ہیں؟ اور اس کے معمول کے کتنے اعراب ہوسکتے ہیں اور مجموعی اقسام کتنی بنتی ہیں؟

(۴۸) صفت کے معمول پر رفع ونصب وجر کس حیثیت سے آتے ہیں؟

(۴۹) صفتِ مشبہ کی اٹھارہ صورتوں میں سے کونسی صورت احسن، کونسی صورت حسن اور کونسی قبیح ہے؟

(۵۰) صفتِ مشبہ میں کب ضمیر نہیں ہوتی اور اس وقت اس کا حکم کیا ہے؟ اور کب ہوتی ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۵۱) غیر متعدی اسم فاعل واسم مفعول کا کیا حکم ہے؟ اور اسم مفعول غیر متعدی کس طرح ہوتا ہے؟

(۵۲) اسم تفضیل کی عربی تعریف کریں اور اس کی وضاحت کریں۔ اور اسم تفضیل مذکر ومؤنث کے اوزان کیا ہیں؟

(۵۳) اسم تفضیل کن ابواب سے آتا ہے؟ اور جن ابواب سے اسم تفضیل نہیں آتا ان سے بنانے کا طریقہ کیا ہے؟

(۵۴) اسم تفضیل کبھی مفعولی معنی کے لئے بھی آتا ہے اس کی مثال دیں

(۵۵) اسم تفضیل کے استعمال کے تین طریقے کیا ہیں؟ اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۵۶) اسم تفضیل کی اضافت کی جائے تو دو معنی ہوتے ہیں۔ وہ دو معنی کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۵۷) جب اسم تفضیل مِن کے ساتھ استعمال کیا جائے تو وہ ہمیشہ کیسا ہوتا ہے؟

(۵۸) اسم تفضیل: اسم ظاہر میں کب عمل کرتا ہے؟ اور کیا عمل کرتا ہے؟ اس کی تینوں شرطیں تفصیل سے مع مثال بیان کریں

(۵۹) مسألۃ الکحل کیا ہے؟ اور اس میں اسم تفضیل کو عامل بنانا کیوں ضروری ہے؟

(۶۰) مسألۃ الکحل کی مختصر تعبیر کیا ہوسکتی ہے؟ اور شاعر نے وادی السباع کو مقدم کر کے جو نہایت مختصر تعبیر کی ہے وہ کیا ہے؟

(۶۱) مسئلہ الکحل کی حدیث سے مثال دیں اور دو اور مثالیں بھی دیں۔

الفعلُ:

ما دَلَّ على معنىً فى نفسه، مُقْتَرِنٍ بأحدِ الأزمنة الثلاثة.

ومن خواصِّه: دخولُ قد، والسين، وسوف، والجوازمِ، ولحوقُ تاء التأنيث ساكنةً، ونحو تاءِ فَعَلْتَ.

بحث فعل

فعل: وہ کلمہ ہے جس کے معنی مستقل ہوں (یعنی دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں آجائیں) اور وہ تین زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو یعنی اپنے صیغے اور ہیئت سے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرے، جیسے نَصَرَ (مدد کی اس ایک مرد نے) زمانۂ گذشتہ پر دلالت کرتا ہے اور یَنْصُر (مدد کرتا ہے یا کرے گا) زمانۂ حال یا استقبال پر دلالت کرتا ہے۔

فعل کی چند علامتیں یہ ہیں: (۱) اس پر قد کا آنا، جیسے **قد قامت الصلاۃُ** (۲) اس پر سین کا آنا جیسے **سیقول السفهاء** (۳) اس پر سوف کا آنا، جیسے **سوف تعلمون** (۴) اس پر جزم دینے والے حرف کا آنا، جیسے **لَمْ تَسْمَعْ** (۵) تائے تانیث ساکنہ کا اس سے ملنا، جیسے **قَرَأَتْ حبیبةُ** (۶) اس کے آخر میں ضمیر متصل کا آنا، جیسے **فعلتُ، فعلتَ فعلتِ**۔

ترجمہ: فعل: وہ کلمہ ہے جو کسی ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کی ذات میں ہوں جو تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملے ہوئے ہوں (**مقترنٍ: معنیً** کی صفت ہے) اور فعل کی خصوصیات میں سے: **قد، سین، سوف** اور جزم دینے

والے حروف کا اس پر آنا ہے اور اس کے آخر میں تائے تانیث ساکنہ کا ملنا ہے اور فعلتِ ُ جیسی تاء کا ملنا ہے۔

[۱-] الماضی:

ماَدَلَّ علی زمانٍ قبل زمانك.

[قاعدة] مبنی علی الفتح، مع غیر الضمیر المرفوع المتحرك، والواو.

فعل ماضی کا بیان

فعل ماضی: وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ (زمانۂ حال) سے پہلے ہے۔

قاعدہ: فعل ماضی فتح پر مبنی ہوتا ہے جبکہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واو جمع سے خالی ہو۔ پہلی صورت میں سکون پر مبنی ہوگا تاکہ چار حرکتیں مسلسل جمع نہ ہوجائیں اور دوسری صورت میں واو کی مناسبت سے ضمہ پر مبنی ہوگا۔ گردان کے صرف چار صیغے فتح پر مبنی ہیں: فَعَل (واحد مذکر غائب) فَعَلاَ (تثنیہ مذکر غائب) فَعَلَتْ (واحد مؤنث غائب) فَعَلَتا (تثنیہ مؤنث غائب) اور تثنیہ کے یہ دو صیغے بھی فتح پر مبنی اس لئے ہیں کہ الف سے پہلے فتح ہوتا ہے۔

نوٹ: ماضِی: مَضٰی یَمْضِیْ مُضِیًّا (گذر جانا) سے اسم فاعل ہے، یعنی گذشتہ۔

ترجمہ: ماضی: وہ فعل ہے جو تیرے زمانے سے پہلے والے زمانے پر دلالت کرے ـــــ (قاعدہ) ماضی فتح پر مبنی ہوتا ہے جبکہ وہ ضمیر مرفوع متحرک اور واو جمع کے ساتھ نہ ہو۔

[۲-] المضارع:

ما أَشْبَهَ الاسمَ، بأحدِ حروفِ: نأيتُ، لوقوعه مشترَكاً، وتخصيصِه بالسين، أو سوف.

فالهمزة: للمتكلم: مفرداً...... والنون: له: مع غيره ...... والتاء: للمخاطَب، وللمؤنث، والمؤنثَيْن: غيبةً ...... والياء: للغائب: غيرِهما.

[قاعدة] وحروف المضارِعة مضمومة فى الرباعى، ومفتوحة فيما سواه.(۱)

[قاعدة] ولا يُعْرَبُ من الفعل غيرُه: إذا لم يَتَّصِلْ به نونُ تاكيدٍ، ولا نونُ جمع المؤنث.(۲)

فعل مضارع کا بیان

مُضَارِعٌ: ضَارَعَهُ مُضَارَعَةً (باب مفاعلہ) سے اسم فاعل ہے۔ باب مفاعلہ کے معنی ہیں: باہم مشابہ ہونا، ہم شکل ہونا اور مضارع کے معنی ہیں: مشابہ ہونے والا۔

فعل مضارع: وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہو اور اس کے شروع میں ن، الف، ی اور ت میں سے کوئی حرف ہو جن کا مجموعہ نأیتُ یا أتین ہے مضارع: اسم فاعل کے ساتھ حال اور استقبال میں مشترک ہوتا ہے اسی مشابہت کی وجہ سے اس کو مضارع کہا جاتا ہے۔ اور مضارع سین اور سوف کے ساتھ خاص ہوتا ہے ــــــ ہمزہ: صرف واحد متکلم میں آتا ہے ــــــ نون: صرف جمع متکلم میں آتی ہے ــــــ تاء: حاضر کے تمام صیغوں میں اور غائب کے دو صیغوں میں آتی ہے ــــــ اور یاء غائب کے تمام صیغوں میں آتی ہے۔ علاوہ ان دو صیغوں کے جن میں تاء آتی ہے۔

(۱) قاعدہ: علامتِ مضارع رباعی میں مضموم ہوتی ہے۔ رباعی سے مراد وہ فعل مضارع ہے جس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حروف ہوں خواہ سب اصلی ہوں یا زائد بھی ہوں جیسے یُکْرِمُ، یصرِّف، یُدحرج ـــــ اور اگر مضارع رباعی نہ ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغہ میں چار حرف نہ ہوں تو علامتِ مضارع مفتوح ہوگی۔

(۲) قاعدہ: فعل تین ہیں: ماضی، مضارع اور امر۔ ان میں سے صرف فعل مضارع معرب ہے، اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس کے آخر میں نونِ تاکید ثقیلہ یا خفیفہ نہ ہو اور نہ نونِ فاعلی (جمع مؤنث غائب وحاضر کا نون) لگا ہوا ہو۔ اور فعل مضارع کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اسم کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، اور اسم میں اصل معرب ہونا ہے، اس مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع بھی معرب ہے۔

اور جب فعل مضارع کے ساتھ نون تاکید یا نون فاعلی متصل ہو تو اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک مبنی ہے اور کچھ حضرات کے نزدیک معرب ہے۔

ترجمہ: مضارع: وہ فعل ہے جو اسم کے مشابہ ہوتا ہے نأیتُ کے حروف میں سے کسی ایک حرف کے ساتھ، اس کے (اسم فاعل کے ساتھ) مشترک واقع ہونے کی وجہ سے (حال واستقبال میں) اور مضارع کے خاص ہونے کی وجہ سے سین اور سوف کے ساتھ ـــــ پس ہمزہ: متکلم کے لئے ہے مفرد ہونے کی حالت میں ـــــ اور نون: متکلم کے لئے ہے مفرد کے غیر کے ساتھ یعنی تثنیہ وجمع متکلم کے لئے ـــــ اور تاء: مذکر حاضر اور مؤنث حاضر کے لئے اور غائب کے دو مؤنث صیغوں کے لئے ہے ـــــ اور یاء: غائب کے مذکورہ دو صیغوں کے علاوہ باقی تمام صیغوں کے لئے ہے ـــــ (قاعدہ) اور علامتِ مضارع فعل رباعی میں مضموم ہوتی ہے اور اس کے علاوہ میں مفتوح ہوتی ہے ـــــ (قاعدہ) اور مضارع کے علاوہ کوئی فعل معرب نہیں جب مضارع کے ساتھ نون تاکید اور جمع مؤنث کا نون

متصل نہ ہو (اگر یہ نون متصل ہو تو مضارع کے معرب و مبنی ہونے میں اختلاف ہے)

وإعرابه: رفع، ونَصَبٌ، وجَزْمٌ:

[۱-] فالصحيحُ المجرَّدُ عن ضميرٍ بارزٍ مرفوعٍ، للتثنية، والجمع، والمخاطب المؤنث: بالضمَّة، والفتحة: لفظاً، والسكونِ، مثلُ: يضربُ، ولن يضربَ، ولم يضربْ.

[۲-] والمتصلُ به ذلك: بالنون وحذفِها، مثلُ: يضربانِ، ويضربون، وتضربينَ.

[۳-] والمعتلُّ بالواو والياء: بالضمَّة تقديراً، والفتحة لفظاً؛ والحذفِ.

[٤-] والمعتلُّ بالألف: بالضمة والفتحة تقديرا؛ والحذفِ.

[فائدة] ويرتفع إذا تَجَرَّدَ عن الناصب والجازم، نحوُ: يقوم زيد.[۱]

فعل مضارع کا اعراب: فعل مضارع کے تین اعراب ہیں: رفع، نصب اور جزم (اول دو اعراب اسم میں بھی ہوتے ہیں اور فعل میں بھی۔ اور جزم: فعل مضارع کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ جر: اسم کے ساتھ خاص ہے)

۱- مضارع اگر صحیح ہو یعنی اس کے آخر میں حرفِ علت نہ ہو، اور ضمیر بارز مرفوع (فاعلی) سے خالی ہو تو اس پر حالتِ رفعی میں لفظوں میں ضمہ آتا ہے، جیسے يَنْصُرُ، اور حالتِ نصبی میں لفظوں میں فتح آتا ہے، جیسے لن يَنْصُرَ، اور حالتِ جزم میں سکون آتا ہے، جیسے لم أَنْصُرْ۔ اور وہ صیغے جو ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہوتے ہیں: پانچ ہیں: واحد مذکر غائب (يفعلُ) واحد مؤنث غائب (تَفْعَلُ) واحد مذکر حاضر (تَفْعَلُ) واحد متکلم (أَفْعَلُ) اور جمع متکلم (نَفْعَلُ) ـــــ باقی نو صیغوں میں ضمیر بارز مرفوع متصل ہوتی ہے: چار صیغے تثنیہ کے، اور چار ہی صیغے جمع کے یعنی جمع مذکر غائب، جمع مؤنث

غائب، جمع مذکر حاضر اور جمع مؤنث حاضر۔ مذکر کے صیغوں میں واو فاعلی اور مؤنث کے صیغوں میں نون فاعلی متصل ہوتا ہے اور ایک صیغہ واحد مؤنث حاضر کا ہے اس میں ی فاعل کی لگی ہوئی ہوتی ہے۔

۲-مضارع کے جن صیغوں کے ساتھ ضمیر بارز مرفوع متصل ہوتی ہے، ان میں حالتِ رفعی میں نون اعرابی آتا ہے جیسے یضربانِ، یضربونَ۔ اور حالتِ نصبی اور حالتِ جزم میں نون اعرابی ساقط ہوجاتا ہے، جیسے لن یضربا اور لم یضربا۔

۳-وہ مضارع جو معتل ہو یعنی آخر میں حرفِ علت ہو اور حرفِ علت واو ہو یا یاء ہو یعنی معتل واوی ہو یا یائی تو اس میں حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری ہوتا ہے، جیسے یَدْعُو اور یَرْمِیْ۔ اور حالتِ نصبی میں فتح لفظی آتا ہے، جیسے لن یَدْعُوَ اور لن یَرْمِیَ۔ اور حالتِ جزم میں واو اور یاء حذف ہوجاتے ہیں، جیسے لم یدعُ اور لم یرمِ۔

۴-اور اگر فعل مضارع معتل الفی ہو تو اس کا اعراب حالتِ رفعی میں ضمہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے جیسے یَرْضٰی اور حالتِ نصبی میں فتحہ تقدیری کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے لن یَرْضٰی اور حالتِ جزم میں الف ساقط ہوجاتا ہے، جیسے لم یَرْضَ۔

(۱) فائدہ: مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک حالتِ رفعی میں فعل مضارع کا عامل معنوی ہوتا ہے یعنی ناصب وجازم سے خالی ہونا ہی فعل مضارع کو رفع دیتا ہے، جیسے یقوم زید۔ یہی کوفہ کے نحویوں کی رائے ہے۔ اور بصرہ کے نحوی کہتے ہیں کہ فعل مضارع اسم فاعل کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اس لئے اس پر رفع آتا ہے ان کے نزدیک زید یضربُ بجائے زید ضاربٌ کے ہے۔

ترجمہ: اور مضارع کا اعراب: رفع، نصب اور جزم ہے: (۱) پس صحیح (جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو) جو اس ضمیر مرفوع بارز (ضمیر فاعلی) سے خالی ہو جو تثنیہ کے لئے اور جمع کے لئے اور واحد مؤنث حاضر کے لئے ہوتی ہے: (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ لفظی ہوتا ہے اور سکون کے ساتھ............(۲) اور جو

مضارع ضمیر بارز مرفوع کے ساتھ متصل ہو (اعراب دیا جاتا ہے) نون اعرابی اور حذفِ نون کے ساتھ............ (۳) اور معتل واوی اور یائی (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ تقدیری ہوتا ہے اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ لفظی ہوتا ہے، اور (واو اور یاء) حذف کرنے کے ساتھ (جزم دیا جاتا ہے) ـــــ (۴) اور معتل الف کے ساتھ (اعراب دیا جاتا ہے) ضمہ اور فتحہ کے ساتھ درانحالیکہ وہ تقدیری ہوتے ہیں اور (جزم دیا جاتا ہے الف کے) حذف کے ساتھ ـــــ (فائدہ) اور مضارع مرفوع ہوتا ہے جب وہ نصب دینے والے اور جزم دینے والے حرف سے خالی ہو۔

[نواصب المضارع]

وَيَنْتَصِبُ بِأَنْ، ولَنْ، وإِذَنْ، وكَيْ، وبأَنْ مقدَّرةً بعدَ حتى، ولامِ كَيْ، ولامِ الجحود، والفاءِ، والواوِ، وأوْ.

[١-] فأَنْ: مثلُ: أُريد أَنْ تُحْسِنَ إلَيَّ، وأن تصوموا خير لكم.

[فائدة] والتى تَقَعُ بعدَ العلم: هى المخَفَّفَةُ من المثَقَّلَةِ، وليستْ هذه، نحوُ: علمتُ أَنْ سيقومُ، وأَنْ لايقومُ.[١]

[قاعدة] والتى تَقَعُ بعدَ الظَّنِّ: ففيها الوجهان.[٢]

[٢-] ولَنْ: مثلُ: "لن أَبْرَحَ" ومعناها: نفىُ المستقبل.

[٣-] وإِذَن:

[الف] إذا لم يَعْتَمِدْ ما بعدَها على ما قبلَها، وكان الفعلُ مستَقْبَلاً، مثلُ: "إذن تَدْخُلَ الجنة"

[ب] وإذا وقعتْ بعد الواو والفاء: فالوجهان.

[٤-] وكَيْ: مثلُ:" أسلمتُ كى أدخُلَ الجنة": ومعناها: السببيةُ.

نواصب مضارع کا بیان

فعل مضارع کو چار حرف نصب دیتے ہیں: أَنْ، لَنْ، إِذَنْ، کَیْ۔ اور أَنْ: کبھی ملفوظ ہوتا ہے اور کبھی مقدر ہوتا ہے، أَنْ: چھ جگہ مقدر مانا جاتا ہے: (۱) حتی کے بعد جیسے سِرْتُ حتی أدخلَ البلد (۲) لام کیْ کے بعد، جیسے سرتُ لأدخلَ البلد (۳) لام جحود کے بعد۔ اور لام جحود: وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہوکر نفی کی تاکید کرتا ہے۔ جیسے ﴿مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ (۴) فاء سببیہ کے بعد، جیسے زُرْنِیْ فَأُکْرِمَكَ (۵) واو جمعیت کے بعد، جیسے لا تأکلِ السمكَ وتَشْرَبَ اللبنَ: دودھ اور مچھلی ساتھ نہ کھاؤ (٦) أو بمعنی إلی أَنْ یا إلا أن کے بعد، جیسے لألزمَنَّك أو تُعطيَنِي حقي: جب تک تو میرا حق نہیں دے گا چھوڑ نگا نہیں۔

نواصب مضارع کی تفصیل:

(۱) أَنْ ملفوظہ کی مثالیں: أرید أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ: میں چاہتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اچھا سلوک کرے (اس میں نصب فتح کے ساتھ ہے) ﴿وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے (اس میں نصب حذفِ نون کے ذریعہ ہے) اور واو کے بعد الف: قرآنی رسم الخط کے اس ضابطہ سے لکھا گیا ہے کہ جو واو جمع کے واو کے مشابہ ہوتا ہے، قرآنی رسم الخط میں اس کے بعد الف لکھا جاتا ہے۔

(۱) فائدہ: یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے کہ علمتُ أن سیقومُ اور علمتُ أن لا یقومُ میں أن نے مضارع کو نصب کیوں نہیں دیا؟ جواب یہ ہے کہ فعل مضارع کو جو أن نصب دیتا ہے وہ أن مصدریہ ہوتا ہے، اور مذکورہ مثالوں میں أَنْ: مخففه من المثقّلہ ہے۔ یہ نصب نہیں دیتا۔ اور علم اور اس کے مشتقات کے بعد جو أَن آتا ہے وہ مخففہ ہی ہوتا ہے۔

(۲) قاعدہ: ظَنَّ اور اس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ مصدریہ بھی ہوسکتا

ہے اور مخففہ بھی۔ پس وہاں دونوں اعراب درست ہیں۔ جیسے ظننتُ أن سیقومَ/ سیقومُ. ظننتُ أن لایقومَ/ أن لایقومُ۔

(۲) لن کی مثال: ﴿فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيْ أَبِيْ﴾: پس میں تو ہرگز اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے ابا مجھے (حاضری کی) اجازت دیں (سورۂ یوسف آیت ۸۰) اور لن: زمانۂ مستقبل میں تاکید کے ساتھ نفی کرتا ہے۔

(۳) (الف) إِذَنْ: دو شرطوں کے ساتھ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے: (۱) إذن کا ما بعد إذن کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو یعنی اس کا مابعد ماقبل کا معمول نہ ہو (۲) فعل میں مستقبل کے معنی ہوں، حال کے معنی نہ ہوں، جیسے کسی نے کہا: أسلمتُ: میں نے اسلام قبول کیا، آپ نے کہا: إِذَنْ تدخلَ الجنة: تب تو تو جنت میں جائے گا۔ یہاں دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے إِذَنْ نے فعل مضارع کو نصب دیا ہے ——— اور اگر کسی نے کہا: أنا آتِيْكَ: میں آپ کے پاس آؤنگا۔ آپ نے کہا أنا إِذن أکرِمُك: تب میں آپ کا اکرام کرونگا (یہاں پہلی شرط مفقود ہے اس لئے إذن نے نصب نہیں دیا) اور ایک شخص نے آپ سے کوئی بات کہی۔ آپ نے کہا: إِذن أظنُّك کاذباً: اب میں آپ کو جھوٹا خیال کرتا ہوں (یہاں دوسری شرط مفقود ہے اس لئے نصب نہیں آیا)

(ب) اور جب إذن: واو یا فاء کے بعد آئے تو رفع اور نصب دونوں جائز ہیں۔ جیسے کسی نے کہا: أنا آتیك: آپ نے کہا: وإذن/ فإذن. أکرِمُك/ أکرِمَك۔

(۴) کَيْ: کی مثال: أسلمتُ کی أدخلَ الجنة: اسلام قبول کیا میں نے تاکہ میں جنت میں جاؤں۔ اور کی: سببیت کے لئے ہوتا ہے یعنی اس کا ماقبل مابعد کا سبب ہوتا ہے۔ جیسے اسلام لانا دخول جنت کا سبب ہے۔

ترجمہ: مضارع کو نصب دینے والے: اور مضارع منصوب ہوتا ہے أَنْ، لَنْ، إِذَنْ اور کَيْ کے ذریعہ۔ اور أَنْ کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہوتا ہے حتی، لام کَيْ،

لام جحود، فاء، واو اور أو کے بعد ـــــ (۱) پس أنْ کی مثالیں یہ ہیں............

(فائدہ) اور وہ أَنْ جو علم کے بعد آتا ہے، وہ مثقلہ سے مخففہ ہی ہوتا ہے اور وہ یہ أَنْ (ناصبہ) نہیں ہوتا............(قاعدہ) اور وہ أَنْ جو ظنّ کے بعد آتا ہے اس میں دو صورتیں ہیں: (۲) اور لَنْ کی مثال یہ ہے............ اور لَنْ کے معنی: زمانۂ مستقبل میں نفی ہیں ـــــ (۳) اور إذن: (الف) جب اس کا مابعد اس کے ماقبل پر اعتماد نہ رکھتا ہو اور فعل بمعنی مستقبل ہو (تو وہ مضارع کو نصب دیتا ہے)............ (ب) اور جب إذن: واو اور فاء کے بعد آئے تو دو صورتیں ہیں یعنی رفع اور نصب دونوں جائز ہیں ـــــ (۴) اور کی کی مثال یہ ہے............ اور اس کے معنی: سببیت کے ہیں۔

[نصَبُ المضارعِ بأنْ مقدرةً]

[۱-] وحتی: إذا كان مستَقْبَلاً بالنَظَرِ إلى ما قبلَها: بمعنی كَيْ، أو إلٰی، مثلُ: "أسلمتُ حتى أدخُلَ الجنة" و:" كنتُ سِرْتُ حتى أدخُلَ البلدَ" و:" أَسِيْرُ حتى تَغِيْبَ الشمسُ"

[قاعدة] فإن أردتَ الحالَ: تحقيقاً أو حكايةً: كانت حرفَ ابتداءٍ، فَيُرْفَعُ، وتَجِبُ السببيةُ، مثلُ:" مَرِضَ حتى لا يَرْجُوْنَهٗ" (۱)

ومن ثَمَّ: امتنع الرفعُ في: "كان سيري حتى أدخُلَها": في الناقصة، و:" أسِرْتَ حتى تدخُلَها"؛ وجاز في التامَّةِ:" كان سيري حتى أدخُلُها" و:" أَيُّهُمْ سار حتى يدخُلُها؟" (۲)

أن مقدّرہ کی وجہ سے مضارع کا نصب

۱- حتّٰی کے بعد أَنْ مقدرر ہتا ہے اور وہ فعل مضارع کو نصب دیتا ہے اور یہ بات جب ہے کہ حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہو اس وقت حتی

بمعنی کَیْ یا بمعنی اِلیٰ ہوتا ہے، جیسے أسلمتُ حتی أدخل الجنة: اسلام قبول کیا میں نے تا کہ میں جنت میں جاؤں۔ یہ حتی بمعنی کَیْ کی مثال ہے۔ اس میں حتی کا ما بعد یعنی دخول جنت: اس کے ماقبل یعنی اسلام لانے کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

دوسری مثال: کنتُ سِرْتُ حتی أدخلَ البلدَ: یہ حتی بمعنی کی کی مثال بھی ہوسکتی ہے اور حتی بمعنی إلیٰ کی بھی، اگر متکلم نے سببیت کا قصد کیا ہے تو حتی بمعنی کی ہے یعنی میں چلا تھا تا کہ شہر میں داخل ہوؤں۔ اور اگر متکلم کا مقصود غایت اور نہایت کا بیان ہے تو حتی بمعنی إلی ہے یعنی میں چلا تھا یہاں تک کہ میں شہر میں داخل ہوا، اور دونوں صورتوں میں حتی کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہے۔

تیسری مثال: أسیرُ حتی تغیبَ الشمسُ: آفتاب کے غروب ہونے تک میں چل رہا ہوں۔ یہ حتی بمعنی إلی کی مثال ہے۔

(۱) قاعدہ: اگر حتی کے مابعد سے زمانۂ حال کا ارادہ کریں، خواہ حقیقۃً خواہ حکایۃً تو اس وقت حتی ابتدائیہ (استینافیہ) ہوگا، اور اس کا مابعد مرفوع ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں حتی کے مابعد کا ماقبل سے ارتباط ختم ہوجائے گا اس لئے سببیت ضروری ہوگی تا کہ ارتباط معنوی باقی رہے۔ جیسے مَرِضَ حتی لایَرْجُوْنَہ: وہ ایسا بیمار ہوگیا کہ لوگ اس سے ناامید ہوگئے۔ اس میں حتی کے مابعد میں زمانۂ حال میں مایوس ہونا مراد ہے، اس لئے فعل مضارع مرفوع ہے (نونِ اعرابی نہیں گرا) اور سببیت باقی ہے۔ کیونکہ مایوسی بیماری کی شدت کی وجہ سے ہے۔

(۲) تفریع: جب حتی کے مابعد سے زمانۂ حال کا ارادہ کریں خواہ حقیقۃً خواہ حکماً تو حتی ابتدائیہ ہوتا ہے اور اس کا مابعد مرفوع ہوتا ہے، پس کان سیری حتی أدخلَھا میں اگر کان ناقصہ ہو تو حتی کا مابعد مرفوع نہیں ہوسکتا، کیونکہ مرفوع ہونے کی صورت میں حتی ابتدائیہ ہوگا اور اس کے مابعد کا ماقبل سے انقطاع ہوجائے گا، پس کان ناقصہ بغیر خبر کے رہ جائے گا۔ بلکہ نصب پڑھیں گے تا کہ أنْ مقدر ہو اور فعل

مضارع بتاویل مصدر ہو کر حتی کا مجرور ہو، پھر جار مجرور کان کی خبر بنیں۔

امتناع رفع کی دوسری مثال: أسِرْتَ حتی تدخلَها ہے۔ یہاں اگر فعل مضارع مرفوع ہو اور حتی ابتدائیہ ہو تو سببیت ضروری ہوگی، حالانکہ سبب ہونا متعذر ہے، کیونکہ حتی کا ماقبل استفہام کی وجہ سے مشکوک ہے اور مابعد متیقن ہے، پس مشکوک امر متیقن کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

ہاں پہلی مثال میں اگر کان تامّہ ہو تو رفع جائز ہے کیونکہ کان تامہ کو خبر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح أَيُّهم سار حتی یدخلُها؟ میں بھی رفع جائز ہے، کیونکہ یہاں حتی کا ماقبل مشکوک نہیں۔ پس وہ سبب بن سکتا ہے۔

ترجمہ: مضارع کا نصب أن کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہو: (۱) اور حتی جب اس کا مابعد اس کے ماقبل کے لحاظ سے مستقبل میں ہو تو وہ بمعنی کَیْ یا بمعنی إلی ہوتا ہے، ...... (قاعدہ) اور جب آپ زمانۂ حال کا ارادہ کریں، خواہ حقیقۃً خواہ حکایۃً تو حتی حرفِ ابتدا ہوگا پس وہ رفع دے گا اور سببیت ضروری ہوگی، .... اور اس جگہ سے رفع ناجائز ہے کان سیری حتی أدخلها میں کان ناقصہ ہونے کی صورت میں اور أسِرْتَ حتی تدخلَها میں اور رفع جائز ہوگا کان تامہ ہونے کی صورت میں جیسے......

[۲-] ولام کی: مثلُ: " أسلمتُ لأدخلَ الجنة"

[۳-] ولام الجُحُوْدِ: لامُ تاکید بعدَ النفی لکان، مثلُ: ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾

[٤-] والفاء: بشرطین: أحدهما: السببیة، والثانی: أن یکون قبلَها أمر، أو نهی، أو استفهام، أو نفی، أو تَمَنٍّ، أو عَرْضٌ.

[٥-] والواو: بشرطین: الجمعیة، وأن یکون قبلَها مثل ذلك.

[٦-] وأو: بشرط معنی: " إلی أَنْ" أو: " إلا أنْ"

[۷-] والعاطفةِ: إذا كان المعطوف عليه اسماً.

[قاعدة] ويجوز إظهارُ أَنْ: مع لام كي، والعاطفةِ؛ ويجب مع لا: في اللام.(۱)

(۲) لام بمعنی کَیْ کے بعد بھی أَنْ مقدر ہوتا ہے، جیسے أسلمتُ لأدخلَ الجنة۔

(۳)لام جحود کے بعد بھی أَنْ مقدر ہوتا ہے۔اور لام جحود: وہ لام ہے جو کان منفی کی خبر پر داخل ہو کر مؤکد طور پر نفی کرتا ہے، جیسے﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾

(۴) فاء کے بعد دو شرطوں کے ساتھ أَنْ مقدر ہوتا ہے: (۱) فاء کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہو (۲) فاء سے پہلے چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز ہو یعنی امر، نہی، استفہام، نفی، تمنی اور عرض میں سے کوئی ہو جیسے زُرنی فأكرِمَك (امر کی مثال) لا تشتِمْنِيْ فأضربَك (نہی کی مثال) هل عندك ماء فأشربَه (استفہام کی مثال) ما تأتينا فتحدثَنا (نفی کی مثال) ليت لي مال فأنفقَه (تمنی کی مثال) ألا تنزل بنا فتصيبَ خيراً (عرض کی مثال) ان سب صورتوں میں أَنْ مقدر ہوگا اور فاء کا مابعد بتاویل مصدر ہو کر معطوف ہوگا۔

(۵) واو کے بعد دو شرطوں کے ساتھ أَنْ مقدر ہوتا ہے: (۱) ایک جمعیت یعنی واو کا ماقبل اس کے مابعد کا مصاحب ہو یعنی دونوں کے حصول کا زمانہ ایک ہو (۲) واو سے پہلے مذکورہ اشیائے ستّہ میں سے کوئی چیز ہو۔ اور واو کی مثالیں فاء کی مثالیں ہیں۔ مذکورہ تمام مثالوں میں فاء کی جگہ واو رکھ دیں تو واو کی مثالیں بن جائیں گی۔

(۶) أو کے بعد أَنْ اس وقت مقدر ہوتا ہے جب وہ بمعنی إلى یا إلا ہو، جیسے لألزمنك أو تعطيني حقي: سیبویہ کے نزدیک أو بمعنی إلا ہے اور دیگر نحویوں کے نزدیک بمعنی إلى ہے یعنی میں کسی وقت تیرا پیچھا نہیں چھوڑونگا مگر/ یہاں تک کہ تو مجھے میرا حق دیدے۔

(۷) حروف عاطفہ کے بعد بھی، خواہ وہ مذکورہ حروف عاطفہ ہوں یا ان کے علاوہ أَنْ مقدر رہتا ہے بشرطے کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے أعجبني ضربك زيداً أو تشتمَ / فتشتم/ ثم تشتمَ۔

نوٹ: جب معطوف علیہ اسم صریح ہو تو واو اور فاء کے بعد تقدیر أن کے لئے کوئی شرط نہیں۔

(۱) قاعدہ: لام کَیْ اور حروفِ عاطفہ کے ساتھ جبکہ مضارع کا اسم صریح پر عطف کیا گیا ہو تو أَنْ مصدریہ کا اظہار جائز ہے، جیسے جئتك لأن تكرمني . أعجبني قيامُك و أن تذهب ـــــ اور جب لام کَیْ کے ساتھ لائے نفی بھی ہو تو أَنْ ناقصہ کا اظہار واجب ہے، جیسے ﴿لِئَلَّا يَعْلَمُ﴾ تاکہ دو لاموں کا اجتماع لازم نہ آئے اصل لأن لا يعلم ہے۔ پھر نون کا لام میں ادغام کیا ہے۔

ترجمہ: (۲) اور لام کي (کے بعد):............(۳) اور لام جحود (کے بعد) وہ تاکید کا لام ہے کان کے لئے نفی کے بعد،..........(۴) اور فاء (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ: ان میں سے ایک: سببیت ہے اور دوسری: یہ کہ اس سے پہلے امر یا نہی یا استفہام یا نفی یا تمنی یا عرض ہو............(۵) اور واو (کے بعد) دو شرطوں کے ساتھ: جمعیت اور یہ کہ اس کا ماقبل اس کے مانند ہو............(۶) اور أو (کے بعد) إلى أن يا إلا أن کے معنی کی شرط کے ساتھ ....(۷) اور حرف عطف (کے بعد) جب معطوف علیہ کوئی اسم ہو ـــــ (قاعدہ) اور أَنْ کو ظاہر کرنا جائز ہے لام کَیْ اور حروف عطف کے ساتھ اور ظاہر کرنا واجب ہے لا کے ساتھ لام کی میں۔

[جوازم المضارعِ]

ويَنْجَزِمُ بلَمْ، ولَمَّا، ولامِ الأمر، ولا: في النهي، وكَلِمِ المُجَازَاة؛ وهي: إن، ومَهْمَا، وإِذْمَا، وحيث ما، وأين، ومتى، وما، ومَن، وأيٌّ،

وأنّى ـــ وأما مع كيف مَا، وإذا فشاذٌّ ـــ وبإنْ مقدرةً.
فَلَمْ: لِقَلْبِ المضارع ماضياً، ونفيه.(۱)
ولما: مثلُها؛ وتختص بالاستغراق، وجوازِ حذفِ الفعل.
ولام الأمر: المطلوب بها الفعلُ؛ وهى مكسورة أبداً.
ولا النَّهْيِ: المطلوب بها التركُ.

جوازمِ مضارع کا بیان

پانچ حروف فعل مضارع کو جزم دیتے ہیں: (۱) إنْ (شرطیہ) جیسے إن تکرمْنی أکرمْك: اگر تو میرا اکرام کرے گا میں تیرا اکرام کرونگا (۲) لَمْ، جیسے لم یخرجْ: نہیں نکلا۔ (۳) لَمَّا، جیسے لَمَّا یضربْ: ابتک نہیں مارا (۴) لام امر، جیسے لِیَضْرِبْ: چاہئے کہ مارے (۵) لائے نہی، جیسے لا تضربْ: مت مار۔

إِنْ شرطیہ کے علاوہ کچھ کلماتِ شرط (کلماتِ مُجازات) بھی ہیں جو مضارع کو جزم دیتے ہیں۔ وہ یہ ہیں: (۱) مَهْمَا: جیسے مهما تضربْ أضربْ: جب بھی تو مارے گا میں مارونگا (۲) إذا: جیسے إذا تضرب أضربْ: جب بھی تو مارے گا میں مارونگا (۳) حیثما: جیسے حیثما تجلسْ أجلِسْ: تو جہاں بیٹھے گا میں بیٹھونگا (۴) أین: جیسے أین تجلسْ أجلِسْ (۵) متی جیسے متی تَنَمْ أَنَمْ: تو جب سوئے گا میں سوؤنگا (۶) ما: جیسے ما تصنعْ أصنع (۷) مَن: جیسے من یفعلِ الخیرَ یَنَلْ جزاءَہ (۸) أیٌّ: جیسے أیًّا تضربْ أضربْ (۹) أنّی: جیسے أنّی تقمْ أقمْ ـــ اور کیفما اور إذا بھی شاذ طور پر جزم دیتے ہیں ـــ (۱۰) إِنْ: مقدر ہوکر بھی جزم دیتا ہے۔

جوازم مضارع کی تفصیل: (۱) لم: مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کرتا ہے، جیسے لم یضرب: نہیں مارا اس نے (۲) لما: بھی لم جیسا عمل کرتا ہے، مگر لما میں دو خاص باتیں ہیں: ایک: لما کی نفی میں استغراق ہوتا ہے یعنی پورے زمانۂ ماضی میں

نفی کرتا ہے اور لم صرف ماضی مطلق میں نفی کرتا ہے۔ دوسری: لما کے بعد فعل کو حذف کر سکتے ہیں لم کے بعد نہیں کر سکتے۔ جیسے شارفتُ المدينةَ وَلَمَّا: میں شہر سے قریب ہو گیا اور اب تک داخل نہیں ہوا (۳) لام امر کے ذریعہ فعل طلب کیا جاتا ہے یعنی وہ مضارع کو امر بنا دیتا ہے۔ اور یہ لام ہمیشہ مکسور ہوتا ہے (اور کبھی واو، فاء اور ثم کے بعد ساکن کر دیا جاتا ہے، جیسے وَلْتَاْتِ طائفة، فليصلوا، ثم ليقضوا (۴) لائے نہی سے کام نہ کرنا مطلوب ہوتا ہے (لائے نہی مضارع کے تمام صیغوں پر داخل ہوتا ہے، اور لام امر: امر حاضر معروف کے صیغوں پر داخل نہیں ہوتا)

ترجمہ: مضارع کو جزم دینے والے: مضارع مجزوم ہوتا ہے: لَمْ، لَمَّا، لام امر اور نہی میں لا کے ذریعہ اور کلماتِ مجازات (کلماتِ شرط) کے ذریعہ اور وہ إن، مهما تا أنّى ہیں۔ اور رہا كيفما اور إذا کے ساتھ (مجزم ہونا) تو شاذ ہے اور إنْ کے ذریعہ درانحالیکہ وہ مقدر ہو ـــــ پس لم: مضارع کو ماضی میں پلٹنے کے لئے اور اس کی نفی کے لئے ہے ـــــ اور لما: لم کی طرح ہے۔ اور خاص ہوتا ہے استغراق کے ساتھ اور فعل کے حذف کے جواز کے ساتھ ـــــ اور لام امر: اس سے کام مطلوب ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے ـــــ اور نہی کا لا: اس سے مطلوب چھوڑنا (نہ کرنا) ہوتا ہے۔

[قاعدة] وكَلِمُ المُجازاة: تدخل على الفعلَين: لِسَبَبِيَّةِ الأول، ومُسَبَّبِيَّةِ الثانی، ويُسَمَّيَانِ شرطاً وجزاءً؛ فإن كانا مضارعين، أو الأول: فالجزم: وإن كان الثاني: فالوجهان.(۱)

[قاعدة] وإذا كان الجزاء ماضياً بغيرِ قد: لفظاً أو معنىً: لم تَجُزِ الفاءُ؛ وإن كان مضارعاً: مُثْبَتًا أو مَنْفِيًّا بلاَ: فالوجهان؛ وإلا: فالفاء.(۲)

[قاعدة] وتجيئُ إذا مع الجملة الاسمية موضِعَ الفاء.(۳)

[قاعدة] وإنْ مقدَّرةٌ بعد الأمر، والنهی، والاستفهام، والتمنِّی، والعرضِ :إذا قُصِدَ السببیةُ، نحوُ: أَسْلِمْ تَدْخُلِ الجنةَ، و: لاتَكْفُرْ تَدْخُلِ الجنةَ.(٤)

[فائدة] وامتنع: لا تَكْفُرْ تَدْخُلِ النار، خلافاً للكسائی، لأن التقدیر: إِنْ لا تَكْفُرْ.(٥)

(۱) قاعدہ: کلماتِ شرط دوفعلوں پر داخل ہوتے ہیں اور پہلے فعل کے سبب ہونے پراور دوسرے فعل کے مسبب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ پہلا فعل شرط اور دوسرا فعل جزاء کہلاتا ہے، جیسے إن تکرمْنی أکرمْك: اگرتو میرا اکرام کرے گا تو میں تیرا اکرام کرونگا۔اس میں پہلا فعل شرط ہےاور سبب ہونے پر دلالت کرتا ہے،اور دوسرا فعل جزاء ہےاور مسبب ہونے پر دلالت کرتا ہے ــــــ پھراگردونوں فعل: مضارع ہوں یا صرف پہلا فعل: مضارع ہواوردوسراماضی ہوتو فعل مضارع پر جزم واجب ہے، جیسے إن تزرْنی أزرْك اور إن تزرنی فقد زرتك ــــــ اوراگرجزاء فعل مضارع ہواورشرط فعل ماضی ہوتو مضارع پر جزم اوررفع دونوں جائز ہیں، جیسے إن أتانی زید آتِهِ/ آتیه:اگرزید میرے پاس آئے گا تو میں بھی اس کے پاس آؤنگا۔ اس صورت میں جزم تو حرفِ جازم کی وجہ سے ہےاوررفع اس لئے ہے کہ جازم کا تعلق مضارع سے فعل ماضی کے توسط سے ہوا ہےاس لئے اس کا عمل ضعیف ہوگیا، اس لئے رفع بھی جائز ہے،اور پہلی دونوں صورتوں میں جازم کا تعلق جزاء سے قوی ہےاس لئے جزم واجب ہے۔

(۲) قاعدہ: جب جزاء: فعل ماضی بغیر قد کے ہو،خواہ وہ ماضی لفظاً ہو یا معنیً، جیسے إن ضربتَ ضربتُ (لفظاًماضی کی مثال)اورإن ضربتَ لم أضرب(معنیً فعل ماضی کی مثال) تو اس صورت میں فاء لانا جائزنہیں ــــــ اور جب جزاء فعل مضارع

مثبت یا لا کے ذریعہ منفی ہو تو اس وقت فاء کا لانا اور نہ لانا دونوں درست ہیں۔ جیسے ﴿إِنْ يَكُنْ مِّنكُمْ أَلْفٌ يَّغْلِبُوْا أَلْفَيْنِ﴾ (مضارع مثبت بغیر فاء کی مثال) اور ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ (مضارع مثبت مع فاء کی مثال) إن لم يكن منكم ألف لايغلبوا ألفين (مضارع منفی بلا بغیر فاء کی مثال) ومن لم يعد فلا ينتقم الله منه (مضارع منفی بلا مع فاء کی مثال) ـــــ ورنہ یعنی جزاء فعل ماضی قد کے ساتھ ہو خواہ قد ملفوظ ہو یا مقدر یا فعل مضارع کی مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو فاء کا لانا ضروری ہے، جیسے إن أكرمتني اليوم فقد أكرمتك أمسِ (ورنہ کی بہت سی صورتیں ہوسکتی ہیں)

(۳) قاعدہ: کبھی فاء کے بجائے جزاء پر إِذَا مفاجاتیہ آتا ہے بشرطیکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو، جیسے ﴿إِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيْهِمْ: إِذَا هُمْ يَقْنَطُوْن﴾ أی فهم يقنطون۔

(۴) إن شرطیہ کی تقدیر کے مواقع: إِنْ شرطیہ، امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد مقدر مانا جاتا ہے جبکہ ان امور سے سببیت مقصود ہو، جیسے أسلم تدخل الجنة أی إن تُسْلِمْ اور لا تكفر تدخل الجنة أی إن لم تكفر اور هل عندك ماء أشربه أی إن يكن عندك ماء اور ليت لی مال أنفقه أی إن يكن لی مال اور ألا تنزل بنا تصيب خيراً أی إن تنزل بنا۔

(۵) فائدہ: لاتكفر تدخل النار: صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تقدیر عبارت ہوگی إن لا تكفر تدخل النار. اور کفر نہ کرنا دخولِ نار کا موجب نہیں۔ پس سببیت کی شرط فوت ہوگئی۔ اور کسائی اس ترکیب کو جائز کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک تقدیر عبارت ہے: لاتكفر إن تكفر تدخل النار اور یہ بات صحیح ہے۔

ترجمہ: اور کلماتِ شرط دو فعلوں پر داخل ہوتے ہیں: پہلے کا سبب ہونا اور دوسرے کا مسبب ہونا بیان کرنے کے لئے اور وہ دونوں شرط و جزاء کہلاتے ہیں۔ پس اگر دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا مضارع ہو تو جزم ہے اور اگر دوسرا مضارع ہو تو دو

صورتیں ہیں ـــــ قاعدہ: اور جب جزاء فعل ماضی بغیر لفظی یا معنوی قد کے ہو تو فاء جائز نہیں۔ اور اگر مضارع ہو، مثبت ہو یا لا کے ذریعہ منفی ہو تو دو صورتیں ہیں، ورنہ پس فاء ہے ـــــ قاعدہ: اور إذا جملہ اسمیہ کے ساتھ فاء کی جگہ میں آتا ہے ـــــ قاعدہ: اور إن: امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ سببیت کا ارادہ کیا جائے.......... (فائدہ) لا تكفر تدخل النار جائز نہیں برخلاف کسائی کے اس لئے کہ تقدیر کلام إن لا تكفر ہے۔

[-٣] الأمر:

صيغةٌ يُطلب بها الفعلُ من الفاعل المخاطَب؛ بحذفِ حرفِ المضارِعَةِ، وحكمُ آخِرِه حكمُ المجزوم.

[قاعدة] فإن كان بعدَه ساكنٌ، وليس برباعيٍّ: زِدتَّ همزةَ وصلٍ: مضمومةً إن كان بعدَه ضمةٌ، ومكسورةً فيما سواه، مثلُ: اُقْتُلْ، واضْرِبْ، واعْلَمْ؛ وإن كان رباعياً فمفتوحةٌ مقطوعةٌ.

فعل امر کا بیان

فعل امر کا اطلاق اگرچہ امر حاضر معروف ومجہول اور امر غائب ومتکلم معروف ومجہول سب پر ہوتا ہے، مگر اصل امر صرف امر حاضر معروف ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ اسی کی تعریف کرتے ہیں۔

فعل امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعلِ حاضر سے کوئی کام طلب کیا جائے، علامتِ مضارع حذف کر کے۔ یہ آخری بات امر حاضر بنانے کے طریقے کی طرف اشارہ ہے ـــــ امر حاضر معروف کا آخر: مضارع مجزوم کی طرح ہوتا ہے یعنی کبھی جزم حرکت گرنے کے ذریعہ آتا ہے، کبھی نونِ اعرابی گرنے کے ذریعہ اور کبھی حرف

علت گرنے کے ذریعہ،جیسے اُقْتُلْ، اقْتُلَا، أُغْزُ، ارْمِ، اخْشَ۔

امر حاضر معروف بنانے کا قاعدہ: امر حاضر معروف: فعل مضارع حاضر معروف سے بنتا ہے اس طرح کہ علامتِ مضارع کو حذف کرو، پھر دیکھو پہلا حرف ساکن ہے یا متحرک؟ اگر متحرک ہو تو کچھ نہ کرو صرف آخر کو ساکن کردو فعل امر بن جائے گا، جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور تُضَارِبُ سے ضَارِبْ ـــــ اور اگر پہلا حرف ساکن ہو اور مضارع رباعی نہ ہو تو ہمزۂ وصل بڑھاؤ۔ یہ ہمزہ اگر پہلے حرف کا مابعد مضموم ہو تو مضموم ہوگا ورنہ مکسور ہوگا، جیسے أُقْتُلْ (ساکن کے بعد ضمہ ہونے کی مثال) اور اِضرِبْ (ساکن کے بعد کسرہ ہونے کی مثال) اور اِعْلَمْ (ساکن کے بعد فتحہ ہونے کی مثال) اور اگر فعل مضارع رباعی ہو یعنی اس کی ماضی کے پہلے صیغے میں چار حروف ہوں تو ہمزہ قطعی بڑھاؤ (ایسا رباعی فعل صرف باب افعال ہے)

ترجمہ: امر: وہ صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل مخاطب سے کام طلب کیا جاتا ہے علامتِ مضارع کو حذف کرنے کے ذریعہ۔ اور اس کے آخر کا حکم مضارع مجزوم کی طرح ہے ـــــ (قاعدہ) پس اگر علامتِ مضارع کے بعد ساکن حرف ہو اور فعل رباعی نہ ہو تو آپ ہمزۂ وصل بڑھائیں: مضموم ہونے کی حالت میں اگر اس ساکن کے بعد ضمہ ہو، اور مکسور ہونے کی حالت میں اس صورت میں جو اس کے علاوہ ہے، .... اور اگر فعل رباعی ہو تو ہمزۂ قطعی بڑھائیں۔

[٤-] فعلُ مالم يُسَمَّ فاعلُه

هو: ما حُذِفَ فاعلُه:

[قاعدة] فإن كان ماضياً:

[١-] ضُمَّ أولُه، وكُسِرَ ما قبلَ آخرِه.

[٢-] ويُضَمُّ الثالث مع همزة الوصل؛ والثاني مع التاء: خوف

اللَّبْسِ.

[۳-] ومعتلُّ العين: الأفصحُ: قِيْلَ، وبِيْعَ؛ وجاء الإشمامُ، والواو؛ ومثلُه: بابُ اخْتِيْرَ، وانْقِيْدَ؛ دونَ اسْتُخِيْرَ، وأُقِيْمَ.

وإن كان مضارعاً:

[۱-] ضُمَّ أولُه، وفُتِحَ ما قبلَ آخره.

[۲-] ومعتلُّ العين: يَنْقَلِبُ فيه العينُ ألفاً.

فعل مجہول کا بیان

فعل مجہول کو فعل مالم يُسَمَّ فاعلُه کہتے ہیں یعنی وہ فعل جس کے فاعل کا نام نہیں لیا گیا۔ اور یہی اس کی تعریف ہے یعنی جس فعل کا فاعل حذف کیا گیا ہو وہ فعل مجہول ہے۔ جیسے ضُرِبَ: مارا گیا۔ اس میں مارنے والے کا کوئی ذکر نہیں۔

فعل مجہول بنانے کا قاعدہ: فعل دو حال سے خالی نہیں: ماضی ہوگا یا مضارع (امر حاضر معروف کا مجہول نہیں آتا اس کا مجہول: مضارع مجہول ہی ہوتا ہے) اگر ماضی ہو تو (۱) اس کے پہلے حرف کو پیش اور آخر کے ماقبل کو زیر دو، جیسے ضَرَبَ سے ضُرِبَ (۲) اور اگر ماضی کے شروع میں ہمزۂ وصل ہو تو اس کو اور تیسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ اس باب کے امر کے ساتھ اشتباہ نہ ہو۔ جیسے اِسْتَنْصَرَ سے اُسْتُنْصِرَ، اور اگر ماضی کے شروع میں تاء ہو تو اس کو اور دوسرے حرف کو ضمہ دو، تاکہ باب تَفَعُّل کے صیغۂ مضارع کے ساتھ اشتباہ نہ ہو، جیسے تَقَبَّلَ سے تُقُبِّلَ (۳) اور اگر فعل ماضی معتل ہو، خواہ واوی ہو یا یائی تو ثلاثی مجرد سے فصیح ترین لغت کے مطابق قیل اور بیع آئے گا۔ اور اس میں اشمام بھی جائز ہے (اشمام یہ ہے کہ فاء کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کریں اور عین کلمہ کو جو یاء ہے تھوڑا سا واو کی طرف مائل کر کے پڑھیں) تاکہ معلوم ہو کہ فاء کلمہ میں اصل ضمہ ہے۔ اور اس میں قُوْلَ اور بُوْعَ بھی آیا ہے یعنی

بجائے یاء کے واو بھی پڑھ سکتے ہیں۔اور جس طرح ثلاثی مجرد کی ماضی میں وجوہ ثلاثہ مذکورہ جاری ہوتی ہیں اسی طرح باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول میں بھی جاری ہوتی ہیں جبکہ وہ معتل العین ہوں، جیسے اختیر اور انقید ان کو بھی تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ ان میں خِیْرَ اور قِیْدَ بغیر کسی فرق کے قیل اور بیع کی طرح ہیں۔اور باب استفعال اور باب افعال کی ماضی میں جبکہ وہ معتل العین ہوں یہ تین طریقے جائز نہیں، کیونکہ ان میں حرفِ علت کا ماقبل باعتبار اصل کے ساکن ہے، پس وہ قیل اور بیع کی طرح نہیں ہیں ـــــ اور اگر وہ فعل: مضارع ہو تو (۱) حرف اول کو جو علامتِ مضارع ہے ضمہ دو اور آخر سے پہلے والے حرف کو فتحہ دو، جیسے یَقْتُلُ سے یُقْتَلُ ـــــ (۲) اور اگر فعل معتل العین ہو تو عین کلمہ بقاعدۂ صرف الف سے بدل جائے گا، جیسے یقول سے یقال اور یبیع سے یباع۔

ترجمہ: اس فعل کا بیان جس کے فاعل کا تذکرہ نہیں کیا گیا: وہ وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو ـــــ (قاعدہ) پس اگر ہو وہ فعل ماضی: (۱) تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دیا جائے اور اس کے آخر کے ماقبل کو کسرہ دیا جائے ـــــ (۲) اور تیسرے حرف کو ضمہ دیا جائے ہمزۂ وصل کے ساتھ اور دوسرے حرف کو تاء کے ساتھ، اشتباہ کے اندیشہ سے ـــــ (۳) اور معتل العین فصیح ترین: قیل اور بیع ہے اور آیا ہے اشمام اور واو اور اس کے مانند اختیر اور انقید کے قبیل کے الفاظ ہیں۔نہ کہ استخیر اور أقیم ـــــ اور اگر وہ فعل مضارع ہو: (۱) تو اس کے پہلے حرف کو ضمہ دیا جائے اور اس کے آخر کے ماقبل کو فتح دیا جائے ـــــ (۲) اور معتل العین: اس میں عین الف سے بدل جائے گی۔

[۵-] المتعدِّیْ وغیر المتعدِّیْ

فالمتعدِّی: مایتوقَّفُ فهمُه علی متعلِّقٍ، کضَرَبَ؛ وغیرُ المتعدی:

بخلافه، كقعد.

[قاعدة] والمتعدى: يكون إلى واحدٍ، كضَرَبَ؛ وإلى اثنين، كأعطى، وعَلِمَ؛ وإلى ثلاثة، كأَعْلَمَ، وأَرىٰ، وأَنْبَأَ، ونَبَّأَ، وَأَخْبَرَ، وخَبَّرَ، وحَدَّثَ.(۱)

[قاعدة] وهذه: مفعولُها الأولُ كمفعول أعطيتُ؛ والثاني والثالث كمفعولَيْ علمتُ.(۲)

فعل متعدی اور غیر متعدی کا بیان

فعل متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا متعلق پر یعنی غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف ہو اور متعلق سے مراد مفعول بہ ہے، جیسے ضَرَبَ: مارا اس نے۔ اس کا سمجھنا جس طرح ضارب پر موقوف ہے مضروب پر بھی موقوف ہے۔

فعل غیر متعدی (فعل لازم) وہ فعل ہے جو فعل متعدی کے برخلاف ہے یعنی اس کا سمجھنا غیر فاعل کے سمجھنے پر موقوف نہیں، جیسے قَعَدَ: بیٹھا —— اور فعل غیر متعدی (فعل لازم) تین طرح سے متعدی ہوتا ہے: (۱) باب افعال میں لے جانے سے جیسے ذَهَبَ سے أَذْهَبَ (۲) باب تفعیل میں لے جانے سے جیسے فَرِحَ (خوش ہوا) سے فَرَّحَ (خوش کیا) (۳) حرف جر کے ذریعہ جیسے ذهب (گیا) سے ذهب به۔ لے گیا۔

(۱) قاعدہ: فعل متعدی کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، جیسے ضرب زید عمراً۔ اور کبھی دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جیسے أعطیت زیداً درهماً اور علمتُ زیداً فاضلاً۔ پہلی مثال میں مفعول اول اور مفعول ثانی کے مصداق الگ الگ ہیں اور دوسری مثال میں ایک ہیں۔ اور کبھی تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، جیسے أعلم الله زیداً عمراً فاضلاً: اللہ نے زید کو عمرو کا فاضل ہونا بتلایا۔ اسی طرح أریٰ، أنبأ، نبّأ، أَخْبَرَ، خَبَّرَ اور حَدَّثَ کا حال ہے۔ جب وہ بمعنی اعلام (بتلانا)

ہوتے ہیں تو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔

(۲) قاعدہ: جاننا چاہئے کہ أعطیتُ کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ کہہ سکتے ہیں :أعطیتُ زیداً: میں نے زید کو دیا۔ کیا دیا؟ اس کا تذکرہ ضروری نہیں۔ اور علمتُ کے دو مفعولوں میں سے ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں۔ علمتُ زیداً کہنا درست نہیں۔ بات ادھوری رہے گی، بلکہ علمتُ زیداً فاضلاً کہنا ضروری ہے ـــــ اب قاعدہ سمجھنا چاہئے کہ یہ افعال جو تین مفعولوں کی طرف متعدی ہیں ان کا پہلا مفعول تو أعطیتُ کے دوسرے مفعول کی طرح ہے پس جائز ہے کہ اس کو ذکر کریں اور جائز ہے کہ اس کو ذکر نہ کریں، مگر ان کا دوسرا اور تیسرا مفعول أعطیت کے دو مفعولوں کی طرح ہیں۔ پس یا تو دونوں کو حذف کریں یا دونوں کو ذکر کریں ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو حذف کرنا جائز نہیں۔

ترجمہ: متعدی اور غیر متعدی کا بیان: پس متعدی: وہ فعل ہے جس کا سمجھنا کسی تعلق رکھنے والی چیز پر موقوف ہو، جیسے ضرب اور غیر متعدی اس کے برخلاف ہے، جیسے قعد ـــــ (قاعدہ) اور فعل متعدی ہوتا ہے ایک مفعول کی طرف جیسے ضرب، اور دو مفعولوں کی طرف، جیسے أعطی اور اعلم، اور تین مفعولوں کی طرف جیسے أعلم إلخ ـــــ (قاعدہ) اور یہ افعال یعنی متعدی بسہ مفعول: ان کا پہلا مفعول أعطیتُ کے مفعول کی طرح ہے اور دوسرا اور تیسرا مفعول علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے۔

[٦-] أفعال القلوب

ظَنَنْتُ، وحَسِبْتُ، وخِلْتُ، وزَعَمْتُ، وعَلِمْتُ، ورأيتُ، ووجدتُ: تدخُلُ على الجملة الاسمية: لبيان ماهي عنه، فَتَنْصِبُ الجزئين.

ومن خَصَائِصِها: أنه إذا ذُكِرَ أحدُهما ذُكِرَالآخَرُ؛ بخلاف باب

أعطيتُ.(۱)

ومنها: جوازُ الإلغاء: إذا تَوَسَّطَتْ أو تأخَّرَتْ، لاستقلال الجزئين كلاماً.

ومنها: أنها تُعَلَّقُ قبلَ الاستفهام، والنفى، واللام، مثلُ: علمتُ أزيدٌ عندك أم عَمْرُو؟

ومنها: أنه يجوز أن يكون فاعلُها ومفعولُها ضميرَيْن لشيئ واحد، مثلُ: عَلِمْتُنِيْ منطلقاً.

[فائدة] ولبعضها معنىً آخَرُ، يتعدّٰى به إلى واحدٍ: فظننتُ: بمعنى اتَّهمتُ؛وعلمتُ: بمعنى عرفتُ؛ورأيت: بمعنى أَبْصَرْتُ؛ ووجدتُ: بمعنى أَصَبْتُ.(۲)

افعالِ قلوب کا بیان

فعل قلب: وہ فعل ہے جس کا تعلق دل سے ہو، ہاتھ پاؤں کو اس کے صادر ہونے میں کچھ دخل نہ ہو۔ جیسے علمتُ زیداً عالماً: میں نے زید کو عالم جانا۔ افعال قلوب سات ہیں:عَلِمَ (جانا)رَأَی(دیکھا)وَجَدَ(پایا)حَسِبَ(گمان کیا)ظَنَّ (گمان کیا)خَالَ(گمان کیا)زَعَمَ(گمان گیا) اول تین یقین کے لئے ہیں، بعد کے تین شک کے لئے ہیں اور آخری فعل شک ویقین دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے علمتُ زیداً کاتباً: میں نے زید کو کاتب (لکھنے والا) جانا۔ رأیت سعیداً فاضلاً: دل سے دیکھا میں نے سعید کو فاضل یعنی اس کو بڑا آدمی سمجھا۔ وجدتُ قاسماً أمینا: میں نے قاسم کو امانت دار پایا۔ حسبتُ محمداً نائما: میں نے محمد کو سونے والا گمان کیا۔ ظننتُ حَسَنًا قارئًا: میں نے حسن کو عمدہ قرآن پڑھنے والا گمان کیا۔ خِلْتُ الدارَ خالیاً: میں نے گھر کو خالی گمان کیا۔ زعمتُ الصدیق وَفِیًّا: میں نے دوست کو

وفادار گمان کیا۔ زعمتُ اللہ غفوراً: میں نے اللہ کو بالیقین بخشنے والا جانا۔

یہ تمام افعالِ قلوب جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں۔ پہلی مثال میں علمتُ: زیدٌ کاتب پر داخل ہوا ہے۔ اور اس چیز کو بیان کرتے ہیں جس سے وہ خود ماخوذ ہوتے ہیں یعنی ظننتُ: ظَنّ (گمان) کو بیان کرتا ہے اور علمتُ: علم کو بیان کرتا ہے۔ یہ افعال جملہ اسمیہ کے دونوں جزؤں کو بر بنائے مفولیت نصب دیتے ہیں۔

افعال قلوب کی خصوصیات:

(۱) افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک کو ذکر کرنا اور ایک کو ذکر نہ کرنا جائز نہیں۔ یا تو دونوں کو ذکر کیا جائے یا دونوں کو حذف کیا جائے کیونکہ ان کے دونوں مفعول بمنزلہ ایک مفعول کے ہوتے ہیں۔ برخلاف اعطیتُ کے، اس کے صرف مفعول اول کو ذکر کر سکتے ہیں۔

(۲) جب افعالِ قلوب دونوں مفعولوں کے درمیان آئیں یا بعد میں آئیں تو ان کا الغاء جائز ہے۔ الغاء کے معنی ہیں ان کا لفظاً اور معنیً عمل باطل کرنا۔ کیونکہ ان کے دونوں مفعولوں میں مبتدا و خبر بننے کی صلاحیت ہے، اس لئے وہ مستقل کلام ہیں اور افعالِ قلوب کا عمل ضعیف ہے۔ پس ان کا عمل ختم کر دینا درست ہے جیسے زیدٌ علمتُ کاتِبٌ یا زیدٌ کاتبٌ علمتُ کہنا درست ہے۔

(۳) جب افعالِ قلوب استفہام، نفی، یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں تو وہ معلَّق (اُدھر لٹکائے ہوئے) کر دیئے جاتے ہیں یعنی لفظاً ان کا عمل باطل ہو جاتا ہے اور معنیً باقی رہتا ہے۔ جیسے علمتُ أزیدٌ عندك أم عمرو؟ علمتُ مازید قائم، علمت لزید قائم۔

(۴) افعالِ قلوب کا فاعل اور مفعول ایسی دو ضمیریں (متصل) ہو سکتی ہیں جن کا مرجع ایک ہو، جیسے علمتُنِی منطلقاً: میں نے خود کو چلنے والا جانا۔ اس میں تُ اور ی کا مرجع خود متکلم ہے۔

(۲) فائدہ: افعالِ قلوب میں سے بعض کے مذکورہ معنی کے علاوہ بھی معنی ہیں۔ اور اس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ ظننتُ: ظِنَّةٌ سے مشتق ہو کر تہمت لگانے کے معنی میں بھی آتا ہے، اس وقت وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے، ایسے ہی علمتُ بمعنی عَرَفْتُ اور رأیتُ بمعنی أبصرتُ (آنکھ سے دیکھنا) اور وجدتُ بمعنی أَصَبْتُ (پانا) آتے ہیں۔ جب ان افعال کے یہ معنی ہوں تو وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہونگے۔

ترجمہ: افعالِ قلوب: ظننتُ إلخ ہیں: داخل ہوتے ہیں جملہ اسمیہ پر اس کو بیان کرنے کے لئے جس کی طرف سے وہ ہیں، پس نصب دیتے ہیں دونوں جزوں کو ـــــ اور ان کی خصوصیات میں سے: یہ بات ہے کہ جب ان دو جزوں میں سے ایک جزء ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے، برخلاف أعطیتُ کے قبیل کے ـــــ اور ان میں سے: الغاء کا جواز ہے جب وہ افعال دونوں جزوں کے درمیان آئیں یا پیچھے آئیں، دونوں جزوں کے مستقل کلام ہونے کی وجہ سے ـــــ اور ان میں سے: یہ بات ہے کہ وہ افعال اَدھر لٹکا دیئے جاتے ہیں استفہام، نفی اور لام سے پہلے............ اور ان میں سے: یہ بات ہے کہ جائز ہے ان کا فاعل اور ان کا مفعول ایک چیز کے لئے دو ضمیریں ہوں .... (فائدہ) اور ان میں سے بعض افعال کے لئے دوسرے معانی ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ پس ظننتُ بمعنی اتهمت ہے، اور علمت بمعنی عرفت ہے اور رأیت بمعنی أبصرتُ ہے اور وجدتُ بمعنی أصبتُ ہے۔

[۷-] الأفعال الناقصة:

ما وُضِعَ لتقرير الفاعل على صفةٍ.

وهي: كان، وصار، وأصبح، وأمسى، وأضحى، وظَلَّ، وبَاتَ،

وآضَ، وعاد، وغدا، وراحَ، ومازال، وما انْفَكَّ، وما فَتِئَ، وما بَرِحَ، وما دام، وليس.

[فائدة] وقد جاء:"ما جاء تْ حاجتَكَ" و:" قعدتْ كأنها حرْبةٌ".(۱)

[قاعدة] تدخل على الجملة الاسمية: لإعطاءِ الخبرِ حكمَ معناها: فترفع الأول، وتَنْصِبُ الثانی، مثلُ: كان زيدٌ قائماً.(۲)

فكان:(۳)

[۱-] تكون ناقصةً: لثبوت خبرها ماضياً: دائماً أو منقطعاً؛ وبمعنى صار، ويكون فيها ضميرُ الشان.

[۲-] وتكون تامَّةً بمعنى ثبت.

[۳-] وزائدة.

افعالِ ناقصہ کا بیان

افعالِ ناقصہ: سترہ ہیں جو کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ان کو ناقصہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ صرف فاعل (اسم) پر تام نہیں ہوتے، بلکہ اسم کے ساتھ خبر کو ملانے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ افعال: فاعل (اسم) کو کسی صفت پر ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔جیسے كان زيد نائما: اس میں زید کے لئے صفتِ نوم ثابت کی گئی ہے۔

(۱) فائدہ: افعال ناقصہ صرف یہی سترہ نہیں ہیں، اور بھی افعال ناقصہ آئے ہیں۔جیسے (۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خوارج کو سمجھانے گئے تو بہت سے سمجھ گئے اور اطاعت کی طرف لوٹ آئے، مگر چار ہزار نہیں سمجھے۔انھوں نے کہا: ما جاء تْ حاجتَك: ہماری غفلت نے آپ کی حاجت برآری نہ کی! اس میں جاء ت بمعنی

کانت ہے، ضمیر محذوف جو غفلت کی طرف راجع ہے اسم ہے اور حاجتَك خبر ہے

(۲) اور ایک بدّو نے کہا: أَرْهَفَ شَفْرَتَه حتی قَعَدَتْ كأنها حَرْبَةٌ: اس نے اپنی چھری تیز کی یہاں تک کہ وہ چھوٹے نیزے کی طرح ہوگئی۔ اس میں قعدت بمعنی صارت ہے اور ضمیر جو شفرة کی طرف عائد ہے قعدت کا اسم ہے اور جملہ كأنها حربة خبر ہے (مگر یہ افعال سماع پر موقوف ہیں)

(۲) قاعدہ: افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اپنے معنی خبر کو دیتے ہیں اور جملہ اسمیہ کے جزء اول کو رفع اور جزء ثانی کو نصب دیتے ہیں، جیسے کان زید قائما: زید کھڑا تھا۔ کان نے اپنے معنی کا حکم یعنی ثبوت قائما کو دیا یعنی قیام کو زید کے لئے ثابت کیا یہی ان افعال کا کام ہے۔

(۳) افعال ناقصہ کی تفصیل: افعال ناقصہ میں سے کان تین طرح کا ہوتا ہے: ناقصہ، تامّہ اور زائدہ۔ پھر ناقصہ کی دو قسمیں ہیں: ایک: وہ جو اپنی خبر کو اپنے اسم کے لئے زمانہ ماضی میں ثابت کرتا ہے، خواہ زمانۂ ماضی میں ثبوت دائمی ہو، جیسے کان اللہ علیما یا منقطع ہو، جیسے کان زید قائما ، دوسرے: بمعنی صار ، جیسے کان زید غنیاً: زید مالدار ہوگیا ـــــ اور کان کی دوسری قسم: کان تامہ بمعنی ثبت ہے اس صورت میں کان اسم پر تام ہوجاتا ہے، اس کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی جیسے: ﴿كُنْ فَيَكُوْن﴾ یعنی ہوجا پس وہ ہوجاتی ہے أی فیکون ھو۔ اور تیسری قسم: کان زائدہ ہے۔ اور وہ وہ ہے کہ اگر اس کو عبارت سے حذف کریں تو مقصود میں خلل نہ پڑے۔ جیسے ﴿كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِيْ الْمَهْدِ صَبِيًّا﴾ أی کیف نکلِّم مَن ھو فی المھد حالَ کونه صبیاً: ہم کیسے بات کریں اس سے جو ابھی پالنے میں بچہ ہے اس میں کان تحسین کلام کے لئے ہے۔

فائدہ: مصنف رحمہ اللہ نے درج کلام میں ضمناً ایک فائدہ بیان کیا ہے کہ کبھی کان ناقصہ میں ضمیر شان ہوتی ہے جو اس کا اسم ہوتی ہے، اور جو جملہ اس کے بعد آتا

ہے وہ خبر ہوتا ہے اور وہ ضمیر شان کی تفسیر کرتا ہے، جیسے:

إذا مُتُّ كان الناسُ صنفانِ شامتٌ ❁ وآخَرُ مُثْنٍ بالذى كنتُ أَصْنَعُ

(جب میں مر جاؤنگا تو لوگ دو حصوں میں بٹ جائیں گے: خوش ہونے والے اور دوسرے تعریف کرنے والے اس کی جو میں کیا کرتا تھا)

اس میں کان میں ضمیر شان ہے جو اس کا اسم ہے اور الناس صنفان: مبتدا خبر مل کر کان کی خبر ہیں اور ضمیر شان کی تفسیر کرتے ہیں (اس فائدہ کا تعلق کان ناقصہ سے ہے، تامہ اور زائدہ سے نہیں۔ یعنی کان ناقصہ ہی میں ضمیر شان ہوتی ہے اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے کان ناقصہ کے بیان کے آخر میں یہ فائدہ بیان کیا ہے)

ترجمہ: افعال ناقصہ: وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں فاعل (اسم) کو کسی صفت (خبر) پر ثابت کرنے کے لئے، اور وہ کان إلخ ہیں (فائدہ) اور تحقیق آیا ہے: ما جاء ت حاجتَك اورقعدتْ كأنها حَرْبَةٌ ——— (قاعدہ) افعال ناقصہ: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں: خبر کو اپنے معنی کا حکم دینے کے لئے، پس رفع دیتے ہیں اول کو اور نصب دیتے ہیں ثانی کو............پس کان: (۱) ہوتا ہے ناقصہ: ان کی خبر کے ثبوت کے لئے زمانۂ ماضی میں، خواہ دائمی ثبوت ہو یا منقطع ہونے والا ہو اور صار کے معنی میں آتا ہے اور اس میں ضمیر شان ہوتی ہے ——— (۲) اور تامہ بمعنی ثبت ہوتا ہے ——— (۳) اور زائدہ ہوتا ہے۔

وصار: للانتقال.(۱)

وأَصْبَحَ، وأَمْسٰى، وأَضْحٰى:(۲)

[۱-] لاقترانِ مضمونِ الجملةِ بأوقاتها.

[۲-] وبمعنى صار.

[۳-] وتكون تامَّةً.

وظَلَّ، وبات:(۳)

[۱-] لاقتران مضمونِ الجملةِ بوقتَيهما.

[۲-] وبمعنى صار.

وما زال، وما بَرِحَ، وما فَتِئَ، وماانْفَكَّ: لاستمرار خبرها لفاعلها مُذْ قَبِلَهُ؛ ويلزَمُها النفى.(٤)

ومادام: لتوقيتِ أمرٍ بمدَّةِ ثبوتِ خبرِها لفاعلها؛ ومن ثَمَّ احتاج إلى كلام، لأنه ظرفٌ.(٥)

وليس: لنفى مضمون الجملة حالاً، وقيل: مطلقاً.(٦)

[قاعدة] ويجوز تقديمُ أخبارها كلِّها على أسمائها.(٧)

[قاعدة] وهى فى تقديمها عليها: على ثلاثة أقسام:(٨)

[۱-] قسمٌ: يجوز، وهو من كان ـــ إلى ـــ رَاحَ.

[۲-] وقسم: لايجوز، وهو ما فى أولّه " ما"، خلافاً لابنِ كيسان فى غير: مادام.

[۳-] وقسم: مختلف فيه، وهو ليس.

(۱) افعال ناقصہ میں سے صار: حالت کی تبدیلی کے لئے آتا ہے، جیسے صار الدقيقُ خبزاً: آٹا روٹی بن گیا۔

(۲) افعال ناقصہ میں سے أَصبح، أمسى اور أضحى: تین مقاصد کے لئے آتے ہیں: (۱) جملہ کے مضمون کو اپنے اوقات کے ساتھ ملانے کے لئے، جیسے أصبح/ أمسى/ أضحى زيد قائما: زید صبح کے وقت/ شام کے وقت/ چاشت کے وقت کھڑا ہوا (۲) صار کے معنی میں، جیسے أصبح/ أمسى/ أضحى زيد غنيا: زید مالدار ہوا۔ (۳) کبھی تامہ ہوتے ہیں، جب ان کے اوقات میں داخل ہونے کے معنی ہوں۔ اس

وقت ان کو خبر کی حاجت نہیں ہوتی، جیسے أصبح زید: زید نے صبح کی، یعنی صبح کے وقت میں داخل ہوا۔

(۳) افعال ناقصہ میں سے ظل اور بات دو مقاصد کے لئے آتے ہیں: (۱) جملہ کے مضمون کو اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے، جیسے ظل زید کاتباً: زید دن بھر لکھنے والا رہا۔ بات زید مضطرباً: زید رات بھر بے قرار رہا (۲) بمعنی صار، جیسے ظل زید غنیا: زید مالدار ہو گیا۔ بات زید فقیراً: زید فقیر ہو گیا۔

(۴) افعال ناقصہ میں مازال، مابَرِحَ، ما فَتِئَ اور ما انْفَكَّ: اپنی خبروں کو اپنے فاعل (اسم) کے لئے مستمراً ثابت کرنے کے لئے ہیں، لیکن مطلقاً نہیں، بلکہ جب سے ان کے فاعلوں نے خبر کو قبول کیا ہے، جیسے مازال زید غنیا: زید جب سے مالدار ہوا ہے برابر مالدار ہے۔ اور ان افعال کے معنی میں جو نفی کے معنی پائے جاتے ہیں وہ ما نافیہ داخل ہونے سے باطل ہو جاتے ہیں تاہم ان کے لئے نفی لازم ہے خواہ لفظاً ہو یا معنیً۔ لفظاً یہ کہ ان میں ما نافیہ موجود ہے اور معنی کی مثال: ﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُ تَذْكُرُ يُوْسُفَ﴾ ہے۔ اس کی اصل لا تفتؤا ہے۔

(۵) افعال ناقصہ میں سے مادام کسی چیز کو اس مدت تک موقّت کرنے کے لئے ہے جب تک اس کی خبر اس کے فاعل (اسم) کے لئے ثابت ہے۔ جیسے اجلس مادام زید جالساً: جب تک زید بیٹھا ہے بیٹھا رہ۔ اس میں مخاطب کے بیٹھنے کی مدت کو زید کے بیٹھنے کی مدت کے ساتھ موقّت کر دیا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ مادام سے پہلے ایک مستقل فائدہ رکھنے والا کلام ہو، جیسے مثال مذکور میں اجلس ہے۔ کیونکہ مادام ظرف ہے اور ظروف افادہ میں مستقل نہیں ہوتے۔

(۶) افعال ناقصہ میں سے لیس زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے، جیسے لیس زید ضارباً یعنی زید فی الحال مارنے والا نہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ مطلقاً جملہ کی نفی کے لئے آتا ہے یعنی تینوں زمانوں میں نفی کرتا ہے۔

(۷) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبروں کا ان کے اسماء پر مقدم ہونا جائز ہے، اس لئے کہ یہ منصوب کی مرفوع پر تقدیم ہے اور افعال میں یہ تقدیم جائز ہے۔

(۸) قاعدہ: افعال ناقصہ کی خبریں خود افعال ناقصہ سے مقدم ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ اس سلسلہ میں افعال ناقصہ تین طرح کے ہیں: (۱) بعض افعال ایسے ہیں جن میں تقدیم جائز ہے۔ یہ کان سے رَاحَ تک گیارہ افعال ہیں (۲) اور بعض افعال ایسے ہیں جن میں جمہور کے نزدیک تقدیم جائز نہیں۔ یہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے، البتہ ابن کیسان مادام کے علاوہ میں اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک تقدیم جائز ہے (۳) اور لیس میں خود جمہور نحات کا اختلاف ہے۔ بعض تقدیم کو جائز کہتے ہیں، کیونکہ لیس کا عمل نفی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ فعلیت کی وجہ سے ہے، پس فعل میں جس طرح منصوب کی فعل پر تقدیم جائز ہے لیس میں بھی جائز ہے۔ اور بعض ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ لیس نفی کے لئے ہے اور نفی صدارتِ کلام کو چاہتی ہے۔

ترجمہ: اور صار: انتقال (حالت کی تبدیلی) کے لئے ہے ـــــ اور أصبح، أمسى اور أضحى: (۱) جملہ کے مضمون کے ملنے کے لئے ہیں ان کے اوقات کے ساتھ ـــــ (۲) اور بمعنی صار آتے ہیں ـــــ (۳) اور تامہ ہوتے ہیں ـــــ اور ظل اور بات: (۱) جملہ کے مضمون کے ملنے کے لئے ہیں دونوں کے وقتوں کے ساتھ ـــــ (۲) اور صار کے معنی میں ہیں ـــــ اور مازال وغیرہ: ان کی خبر کے ان کے فاعل کے لئے مستمر ہونے کے لئے ہیں جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور ان کے لئے نفی لازم ہے ـــــ اور مادام: کسی امر کا وقت مقرر کرنے کے لئے ہے اس کے خبر کے ثبوت کی مدت کے ساتھ اس کے فاعل کے لئے اور اسی جگہ سے وہ محتاج ہے کلام کی طرف اس لئے کہ وہ ظرف ہے ـــــ اور لیس: زمانۂ حال میں جملہ کے مضمون کی نفی کے لئے ہے اور کہا گیا ہے: مطلقاً یعنی ہر زمانہ میں نفی کے لئے ہے ـــــ (قاعدہ) اور سارے ہی افعال ناقصہ کی خبروں کی تقدیم جائز ہے ان

کے اسموں پر ـــــ (قاعدہ) اور وہ خبریں ان کی تقدیم میں افعال ناقصہ پر تین قسموں پر ہے:(۱) ایک قسم جائز ہے تقدیم اور وہ کان سے راح تک ہیں ـــــ (۲) اور ایک قسم نہیں جائز ہے تقدیم اور وہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ما ہے، برخلاف ابن کیسان کے مادام کے علاوہ میں ـــــ (۳) اور ایک قسم مختلف فیہ ہے اور وہ لیس ہے۔

[-۸] أفعال المقاربة:

ما وُضع لِدُنُوِّ الخبر: رجاءً، أو حصولاً، أو أَخْذًا فيه:

فالأوّل: عسى؛ وهو غير متصرِّف؛ تقول: عسى زيدٌ أن يخرُجَ، وعسى أن يخرُجَ زيد؛ وقد تُحذف أنْ.

والثاني: كاد، تقول: كاد زيدٌ يجيئُ؛ وقد تدخل أنْ.[1]

[فائدة][2] وإذا دخل النفى على كاد: فهو كالأفعال: على الأصح؛ وقيل: نفيُه يكون للإثبات مطلقاً؛ وقيل: يكون فى الماضى للإثبات، وفى المستقبل كالأفعال: تَمَسُّكاً بقوله تعالى:﴿ وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ و بقول ذِى الرُّمَّةِ.

إذا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ۞ رَسِيْسُ الْهَوىٰ من حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ

والثالث: طَفِقَ، وكَرَبَ، وجَعَلَ، وأَخَذَ: وهى مثلُ كاد؛ وأَوْشَكَ: مثلُ عسى وكاد فى الاستعمال.[3]

افعال مقاربہ کا بیان

افعالِ مقاربہ: وہ افعال ہیں جو خبر کو ان کے فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، خواہ یہ قریب کرنا باعتبار امید کے ہو یا باعتبار حصول کے ہو یا

باعتبار اس کام کو شروع کرنے کے ہو، جیسے عسی زید أن یخرجَ: ہوسکتا ہے کہ زید نکلے یعنی امید ہے۔اور کاد زید یخرج: قریب ہے زید کہ نکلے یعنی زید کے لئے خروج کا حصول ہونے والا ہے اور طَفِقَ زید یخرج: زید نکلنے لگا یعنی نکلنا شروع کردیا۔

پہلا فعل مقارب: عسی ہے، وہ باعتبار امید کے خبر کو فاعل سے نزدیک کرنے کے لئے ہے۔اور یہ کلمہ غیر متصرف ہے، ماضی کے سوا اس کا اور کوئی صیغہ نہیں آتا۔اور اس کا استعمال دوطرح ہے: (۱) اسم وخبر کے ساتھ جیسے عسی زید أن یخرج: اس میں زید اسم ہے اور أن یخرج خبر ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے (۲) صرف فاعل ذکر کیا جائے، جیسے عسی أن یخرج زید: اس میں جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ہوکر عسی کا فاعل ہے اور خبر کی ضرورت نہیں، کیونکہ فاعل ہی میں منسوب اور منسوب الیہ دونوں آگئے ہیں۔اس صورت میں عسی تامہ ہوتا ہے۔

اور پہلے استعمال میں کبھی أنْ مصدریہ کو حذف کردیتے ہیں اور عسی زید یخرج کہتے ہیں، کیونکہ عسی مقاربت میں کاد کے مشابہ ہے اور کاد کی خبر بغیر أن کے آتی ہے اس لئے عسی کی خبر سے بھی أن کو حذف کردیتے ہیں۔

دوسرا فعل مقارب: کاد ہے۔یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقیناً ہونے والا ہے، جیسے کاد زید یخرج: زید نکلنے کے قریب ہے یعنی خروج کا حصول یقیناً ہونے والا ہے —— اور کاد کی خبر پر أنْ مصدریہ عام طور پر نہیں آتا، آپ کہیں گے: کاد زید یجیئ: زید آنے ہی والا ہے —— مگر کبھی عسی کی مشابہت کی وجہ سے خبر پر أنْ لے بھی آتے ہیں۔پس کہیں گے: کاد زید أن یجیئ۔

(۲) فائدہ: اور اس میں اختلاف ہے کہ جب کاد پر نفی داخل ہو تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ مصنف رحمہ اللہ کے نزدیک اصح مذہب یہ ہے کہ وہ دیگر افعال کی

طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، خواہ کاد ماضی ہو یا مضارع، جیسے ﴿وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ اور قریب نہیں تھے وہ کہ گائے ذبح کریں، اس میں فعل ذبح کی نفی ہے، اور ﴿لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا﴾ قریب نہیں کہ دیکھے وہ ہاتھ کو۔ اس میں بھی دیکھنے کی نفی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ کاد کی نفی مطلقاً اثبات کے لئے ہوتی ہے یعنی خواہ نفی ماضی پر داخل ہو خواہ مضارع پر فعل کا اثبات کرتی ہے۔ پس پہلی مثال کا مطلب یہ ہے کہ وہ گائے ذبح کرنے کے قریب نہیں تھے مگر کی چنانچہ اس سے پہلے آیا ہے: ﴿فَذَبَحُوْهَا﴾ اور دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی اتنی سخت تھی کہ وہ قریب نہیں تھا کہ ہاتھ دیکھے مگر دیکھا۔

اور تیسری رائے یہ ہے کہ ماضی میں تو نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے جیسے پہلی مثال میں ذبح کا اثبات ہے اور فعل مضارع میں نفی عام افعال کی طرح ہوتی ہے یعنی وہ مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے۔ پس دوسری مثال کا مطلب یہ ہے کہ تاریکی کی وجہ سے اس کو ہاتھ نظر نہیں آیا۔ اور دلیل ذوالرُّمۃ کا یہ شعر ہے:

إذا غَيَّرَ الْهَجْرُ الْمُحِبِّيْنَ لَمْ يَكَدْ ❁ رَسِيْسُ الْهَوىٰ من حُبِّ مَيَّةَ يَبْرَحُ

(جب جدائی عاشقوں کو بدل دے تو قریب نہیں کہ میّہ کی محبت کا جما ہوا عشق زائل ہو جائے)

اگر مضارع میں بھی نفی فعل کا اثبات کرے گی تو مطلب ہوگا کہ میّہ کی محبت کافور ہوگئی۔ حالانکہ یہ شاعر کے مقصود کے خلاف ہے، وہ کہنا یہ چاہتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں بھی میّہ کی راسخ محبت زائل نہیں ہوئی۔ معلوم ہوا کہ فعل مضارع میں نفی دیگر افعال کی طرح مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے، اثبات نہیں کرتا۔

فائدہ: اور شارح کی رائے یہ ہے کہ کاد: کلام مثبت میں فعل کی نفی کرتا ہے اور کلام منفی میں فعل کا اثبات کرتا ہے۔ جیسے ایک شخص واضح راستہ پر چل رہا ہو، پھسلنے کا کوئی امکان نہ ہو، مگر پھسل پڑے تو کہے گا كنتُ أمشي في الطريق الواضح ولم

أكد أن أَزِلَّ (میں صاف راستہ پر چل رہا تھا اور قریب نہیں تھا کہ پھسلوں یعنی پھر بھی پھسل گیا) اور دوسرا شخص تنگ پھسلن والے راستہ پر چل رہا تھا اور ہر لمحہ پھسلنے کا احتمال تھا مگر بچ گیا تو کہے گا كنتُ أمشي في المكان الزَّلِقِ و كدت أن أَزِلَّ (میں چکنے راستہ پر چل رہا تھا اور قریب تھا کہ پھسل جاؤں یعنی اللہ نے بچایا اور نہیں پھسلا) اسی طرح پہلی مثال میں فعل ذبح کا اثبات ہے اور ﴿كَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ﴾ میں قتل کی نفی ہے۔

(۳) تیسری قسم کے افعال مقاربہ: پانچ ہیں: ان میں سے طَفِقَ، كَرَبَ، جَعَلَ اور أَخَذَ فاعل سے خبر کے نزدیک ہونے کو باعتبار اخذ (شروع کرنے) کے بتاتے ہیں۔ اور یہ کاد کی طرح مستعمل ہیں یعنی خبر پر أن مصدریہ نہیں آتا، طَفِقَ زيد يخرج: زید نکلنے لگا یعنی نکلنا شروع کردیا۔ اور كَرَبَ کے معنی بھی نزدیک ہونے کے ہیں۔ اور پانچواں فعل أوشك ہے۔ یہ عسی اور کاد کی طرح مستعمل ہے یعنی اس کی خبر عسی کی طرح أَنْ کے ساتھ بھی آتی ہے، اور اس کا صرف فاعل بھی ذکر کیا جاتا ہے، جیسے أوشك زيد أن يجيئ اور أوشك أن يجيئ زيد، اور کاد کی طرح بغیر أَنْ کے بھی اس کی خبر آسکتی ہے، جیسے أوشك زيد يجيئ: زید آنے کے قریب ہوا۔

ترجمہ: افعالِ مقاربہ: وہ ہیں جو وضع کئے گئے ہیں خبر کے قرب کے لئے، خواہ امید کے طور پر ہو یا حاصل ہونے کے طور پر ہو یا اس میں شروع کرنے کے طور پر ہو پس اول: عسی ہے، اور وہ غیر متصرف ہے............ اور کبھی أَنْ حذف کیا جاتا ہے ـــــ اور ثانی: کاد ہے کہیں گے آپ كاد زيد يجيئ اور کبھی أَنْ داخل ہوتا ہے ـــــ (فائدہ) اور جب کاد پر نفی داخل ہو تو وہ (دیگر) افعال کی طرح ہے اصح قول میں اور کہا گیا: اس کی نفی اثبات کے لئے ہوتی ہے ہر حال میں اور کہا گیا: ماضی میں اثبات کے لئے ہوتی ہے اور مستقبل میں (دیگر) افعال کی طرح ہوتی ہے،

استدلال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے: ''اور نہیں قریب تھے وہ کہ گائے ذبح کرتے'' اور ذوالرُّمہ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے (شعر کا ترجمہ اوپر آ گیا) اور تیسرے: طَفِقَ وغیرہ كاد کی طرح ہیں اور أوشك: عسی اور کاد کی طرح ہے استعمال میں۔

[۹-] **فعل التعجُّب:**

ما وُضع لإنشاء التعجُّب.

وله صيغتان: ما أَفْعَلَه، وأَفْعِلْ به، وهما: غيرُ متصرِّفَيْن، مثلُ: "ما أَحْسَنَ زيدًا، وأَحْسِنْ بزيدٍ"

[قاعدة] ولا يُبْنَيَانِ إلا مما يُبنٰى منه أَفْعَلُ التفضيل.[۱]

[قاعدة] ويُتَوَصَّلُ فى الممتنع بمثلِ:" ما أشدَّ اسْتِخْرَاجَه، وأَشْدِدْ باستخراجه"[۲]

[قاعدة] ولا يُتصَرَّفُ فيهما بتقديم وتاخير، ولا فصلٍ؛ وأجاز المازِنِيُّ الفصلَ بالظروف.[۳]

[إعرابُه] وما ابتداءٌ نكرةٌ ــــ عند سيبويه ــــ وما بعدَها الخبر؛ وموصولة ــــ عند الأخفش ــــ والخبر محذوف.[٤]

وبه: فاعل ــــ عند سيبويه ــــ فلا ضمير فى أَفْعِلْ؛ ومفعول ــــ عند الأخفش ــــ والباء: للتعدية، أو زائدة، ففيه ضمير.[٥]

فعل تعجب کا بیان

فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی اس کے ذریعہ کسی بات پر حیرت ظاہر کی جاتی ہے۔ فعل تعجب کے دو وزن ہیں: ما أَفْعَلَهُ اور

أَفْعِلْ به۔اور یہ دونوں صیغے متصرف نہیں ہیں یعنی ان کا مضارع اور مجہول نہیں آتا۔ اور ضمیر کی جگہ اس چیز کو لاتے ہیں جس پر حیرت ظاہر کرنی ہوتی ہے، جیسے ما أَحْسَنَ زیداً اور أَحْسِنْ بزید: زید کتنا اچھا ہے۔

(۱) قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں وزن اُسی باب سے بنائے جاتے ہیں جس باب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی صرف اس ثلاثی مجرد سے بنائے جاتے ہیں جو لون اور عیب کے معنی سے خالی ہو۔

(۲) اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دیگر ابواب سے فعل تعجب بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مَا أَشَدَّ یا أَشْدِدْ به کے بعد اس فعل کا مصدر لایا جائے جس سے فعل تعجب بنانا مقصود ہے، پھر وہ چیز لائی جائے جس پر تعجب ظاہر کرنا ہے، جیسے استخراج (باب استفعال) سے فعل تعجب بنانا ہو تو کہیں گے: ما أشدَّ استخراجَهُ اور أَشْدِدْ باستخراجه: اس کا استخراج حیرت انگیز ہے۔(ضمیر کی جگہ مرجع رکھیں گے مثلاً ما أشدَّ استخراجَ زیدٍ)

(۳) قاعدہ: فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ تصرف نہیں کیا جاسکتا یعنی مفعول بہ اور جار مجرور کو فعل سے مقدم نہیں لا سکتے۔ما زیداً أحْسَنَ کہنا یا بزیدٍ أَحْسِنْ کہنا درست نہیں۔اسی طرح فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان فصل کرنا بھی جائز نہیں۔البتہ مازنی کہتے ہیں کہ فعل تعجب اور اس کے معمول کے درمیان ظرف کو لانا جائز ہے، کیونکہ ظرف میں گنجائش ہے، پس مَا أَحْسَنَ فی الدار زیداً کہنا یا أَحْسِنِ الیومَ بزید کہنا درست ہے۔اور جمہور کے نزدیک ایسا کہنا درست نہیں۔

(۴) ما أفعله کی ترکیب: سیبویہ کے نزدیک ما مبتدا نکرہ بمعنی شیئ ہے اور اس کا مابعد خبر ہے۔اور اخفش کے نزدیک: ما موصولہ اور اس کا مابعد اس کا صلہ ہے، پھر موصول صلہ مل کر مبتدا ہیں اور خبر شیئ عظیم محذوف ہے۔

(۵) أَفْعِلْ به کی ترکیب: سیبویہ کے نزدیک به فاعل ہے۔ پس ان کے نزدیک أَفْعِلْ میں فاعل کی ضمیر نہیں۔ اور اخفش کے نزدیک أحْسِنْ (فعل امر) میں ضمیر ہے جو اس کا فاعل ہے اور به مفعول ہے اور باء یا تو متعدی بنانے کے لئے ہے یا زائدہ ہے۔ بصورت اول تقدیر عبارت أَحْسِنْ أنت بزید ہے اور باء زائدہ کی صورت میں أَحْسِنْ أنت زیداً ہے۔ سب کا ترجمہ ہے: زید کیا ہی حسین ہے۔

ترجمہ: فعل تعجب: وہ فعل ہے جو تعجب پیدا کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے اور اس کے لئے دو صیغے ہیں ما أفعله اور أَفْعِلْ به۔ اور وہ دونوں متصرف نہیں ہیں، .... (قاعدہ) اور دونوں نہیں بنائے جاتے مگر اس فعل سے جس سے بنایا جاتا ہے اسم تفضیل ـــــ (قاعدہ) اور ذریعہ بنایا جاتا ہے ممتنع افعال میں ما أشدَّ إلخ جیسے الفاظ کو ـــــ (قاعدہ) اور نہیں تصرف کیا جاتا دونوں میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ اور نہ فصل کے ذریعہ۔ اور مازنی نے ظروف میں فصل کی اجازت دی ہے ـــــ پہلے فعل تعجب کی ترکیب: اور ما مبتدا نکرہ ہے سیبویہ کے نزدیک اور اس کا مابعد خبر ہے اور موصولہ ہے اخفش کے نزدیک اور خبر محذوف ہے ـــــ (دوسرے صیغے کی ترکیب) اور به فاعل ہے سیبویہ کے نزدیک پس أَفْعِلْ میں کوئی ضمیر نہیں۔ اور مفعول ہے اخفش کے نزدیک اور باء تعدیہ کے لئے ہے یا زائدہ ہے پس اس میں ضمیر ہے۔

[۱۰-] أفعالُ المدح والذَّم:

ما وُضع لإنشاءِ مَدْح وذمٍّ.

فمنها: نِعْمَ، وبِئْسَ: وشرطهما:[۱]

[۱-] أن يكون الفاعل معرَّفا باللام.

[۲-] أو مضافاً إلى المعرَّف بها.

[۳-] أو مُضْمَرًا مُمَيَّزًا بنكرةٍ منصوبةٍ.

[٤-] أو بما، مثلُ: ﴿ فَنِعِمَّاهِيَ ﴾

وبعد ذلك المخصوصُ: وهو مبتدأ، ما قبلَه خبرُه، أو خبرُ مبتدإٍ محذوفٍ، مثلُ: " نِعْمَ الرجل زيد" (٢)

وشرطه: مطابقةُ الفاعل.

[فائدة] و﴿ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا ﴾ وشِبْهُه: متأوَّل. (٣)

[قاعدة] وقد يُحذف المخصوصُ إذا عُلِمَ، مثلُ: ﴿ نِعْمَ العبدُ ﴾ و: ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ (٤)

[قاعدة] وساء: مثلُ: بئس. (٥)

ومنها: حَبَّذَا: فاعلُه: "ذا" ولا يتغيَّرُ؛ وبعدَه المخصوص، وإعرابُه كإعراب مخصوص نِعْم. (٦)

[قاعدة] ويجوز أن يقع قبل المخصوصِ وبعدَه: تمييز أو حال: على وَفْقِ مخصوصه. (٧)

افعال مدح وذم کا بیان

افعال مدح وذم: وہ افعال ہیں جو تعریف یا برائی کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ یہ چار افعال ہیں: دو تعریف کے لئے ہیں یعنی نِعْمَ اور حَبَّذَا اور دو برائی کے لئے ہیں یعنی بئس اور ساء۔ یہ چاروں افعال اپنے فاعل کو رفع دیتے ہیں، جیسے نِعْمَ الرجلُ زیدٌ، حَبَّذَا زیدٌ: زید اچھا آدمی ہے، اور بئس / ساء الرجلُ عمرٌو: عمرو برا آدمی ہے!

(۱) افعال مدح وذم میں سے نِعْمَ اور بِئْسَ ہیں۔ اور ان دونوں کے عمل کے لئے چار باتوں میں سے ایک بات شرط ہے: (۱) دونوں کا فاعل معرف باللام ہو، جیسے نعم

الرجلُ زیداوربئس الرجلُ عمرو(۲) یا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو جیسے نعم صاحبُ الرجلِ زیدٌ اوربئس صاحب الرجل عمرٌو(۳) یا فاعل ایسی ضمیر مستتر ہو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ آئی ہو، جیسے نعم رجلاً زیدٌ اوربئس رجلاً عمروٌ (۴) یا تمیز کلمہ ما ہو، جیسے ﴿فَنِعِمَّاهِیَ﴾ أی نِعِمَّ شیئًا هی: یعنی صدقات ازروئے شیٔ ہونے کے اچھے ہیں۔ اوربئسماهی: وہ چیز بہت بری ہے۔

(۲) اورفعل مدح وذم کے فاعل کے بعد مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم آتے ہیں۔ مذکورہ مثالوں میں زید اور عمرو مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم ہیں۔ اور ترکیبیں دو ہوسکتی ہیں: (۱) مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم مبتدا ہوں اوران کا ماقبل جملہ ہوکر خبر ہو (۲) مخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم: هو مبتدا محذوف کی خبر ہوں اور نعم الرجلُ اوربئس الرجلُ علحدہ جملہ فعلیہ ہوں —— اورمخصوص بالمدح اور مخصوص بالذم کے لئے شرط ہے کہ وہ فاعل کے ساتھ تذکیروتانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں مطابق ہوں۔ جیسے نعم الرجل زیدٌ، نعمتِ المرأةُ هند، نعم الرجلان الزیدان اور نعم الرجال الزیدون۔

(۳) یہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال: ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا﴾ میں الذین کذبوا مخصوص بالذم ہے اور جمع ہے اور مثل القوم فاعل ہے اور مفرد ہے، پس مخصوص اور فاعل میں مطابقت کہاں رہی؟ جواب یہ ہے کہ اس کی دو تاویلیں کی گئی ہیں: (۱) الذین کذبوا سے پہلے مضاف مقدر ہے أی بئس مثل القوم: مثل الذین کذبوا پس دونوں مفرد ہوگئے اور مطابقت ہوگئی (۲) الذین کذبوا: مخصوص بالذم نہیں ہے بلکہ القوم کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے أی مَثَلُهم۔

(۴) قاعدہ: جب مخصوص کا پتہ چل جائے تو اس کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ أی أیوبُ اور ﴿فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ﴾ أی نحن۔ اور قرینہ پہلے میں

ایوب علیہ السلام کا قصہ ہے اور دوسرے میں ﴿وَالْأَرْضَ فَرَشْنَا هَا﴾ ہے۔

(۵) افعال ذم میں سے ساء کا حکم جملہ امور میں بئس کی طرح ہے۔ جیسے ساء الرجلُ زید۔

(۶) افعال مدح میں سے حبذا ہے۔ یہ لفظ حَبَّ اور ذا سے مرکب ہے۔ ترکیب میں حَبَّ: فعل اور ذا اس کا فاعل ہے۔ اور یہ فعل مدح ہمیشہ ایک حالت پر رہتا ہے یعنی تثنیہ، جمع اور تانیث میں اپنے مخصوص کے مطابق نہیں ہوتا جیسے حبذا زیدٌ/ الزیدان/ الزیدون/ هند/ الهندان/ الهندات. پھر ذا کے بعد جو اسم مذکور ہوگا وہ مخصوص بالمدح ہوگا۔ اور اس مخصوص بالمدح کا اعراب نعم کے مخصوص کے اعراب کی طرح ہوگا اور جو دو ترکیبیں نعم کے مخصوص میں کی ہیں وہی حبذا کے مخصوص میں بھی ہونگی۔

(۷) قاعدہ: حبذا کے مخصوص کے بعد یا پہلے تمیز یا حال آسکتے ہیں، جو تذکیر، تانیث، افراد، تثنیہ اور جمع میں مخصوص بالمدح کے مطابق ہونگے، جیسے حبذا رجلاً زید، حبذا زید رجلاً اور حبذا راکبا زیدٌ، حبذا زید راکبا، اور حبذا رجلین/ راکبین الزیدان، حبذا الزیدان رجلین/ راکبین، اور حبذا امرأة هند، حبذا هند امرأة۔

ترجمہ: (۱۰) افعال مدح وذم: وہ ہیں جو تعریف اور برائی پیدا کرنے کے لئے ہیں —— پس ان میں سے: نعم اور بئس ہیں اور ان دونوں کے لئے شرط: یہ ہے کہ (۱) فاعل معرف باللام ہو —— (۲) یا معرف باللام کی طرف مضاف ہو —— (۳) یا ضمیر ہو جس کی تمیز لائی گئی ہو نکرہ منصوبہ کے ذریعہ —— (۴) یا ما کے ذریعہ .... اور اس (فاعل) کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور وہ مبتدا ہوتا ہے اور اس کا ما قبل خبر ہوتا ہے یا وہ مبتدا محذوف کی خبر ہوتا ہے .... اور اس کے لئے شرط: فاعل کی مطابقت ہے —— (فائدہ) بئس مثل إلخ اور اس کے مشابہ

مثالیں تاویل کی ہوئی ہیں (قاعدہ) اور کبھی مخصوص حذف کیا جاتا ہے جب جانا گیا ہو ....(قاعدہ) اور ساء: بئس کی طرح ہے —— اور ان میں سے حبذا ہے، اس کا فاعل ذا ہے اور اس میں تبدیلی نہیں ہوتی اور اس کے بعد مخصوص ہوتا ہے اور اس کی ترکیب نعم کے مخصوص کی ترکیب کی طرح ہے —— (قاعدہ) اور جائز ہے کہ مخصوص سے پہلے اور اس کے بعد تمیز یا حال واقع ہو اس کے مخصوص کے مطابق۔

مشقی سوالات

(۱) فعل کی عربی تعریف کرو اور اس کے خواص مع امثلہ بیان کرو

(۲) ماضی کی تعریف بیان کرو اور بتاؤ کہ فعل ماضی کب مبنی علی الفتح ہوتا ہے؟

(۳) فعل مضارع کی تعریف کرو، حروف مضارع کیا ہیں؟ اسم فاعل سے مضارع کا اشتراک کس بات میں ہے اور مضارع کی کیا خصوصیات ہیں؟

(۴) مضارع کے کن صیغوں میں کیا علامتیں ہوتی ہیں؟ اور علامتِ مضارع کہاں مضموم ہوتی ہے اور کہا مفتوح؟

(۵) جب نون تاکید اور نون جمع مؤنث: مضارع میں لگے ہوئے نہ ہوں تو مضارع معرب ہوتا ہے یا مبنی؟ اور جب یہ نون لگتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

(۶) مضارع کے کیا اعراب ہیں؟ جب مضارع صحیح ہو اور ضمیر بارز مرفوع سے خالی ہو تو مضارع کا کیا اعراب ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۷) جب الف تثنیہ، واو جمع اور واحد مؤنث کی یاء مضارع کے ساتھ لگی ہوئی ہو تو مضارع کا اعراب کیا ہوتا ہے؟

(۸) جب فعل مضارع معتل واوی یا یائی ہو تو اس کا اعراب کس طرح آئے گا؟

(۹) جب فعل مضارع معتل الفی ہوتو اس کا اعراب کس طرح آئے گا؟
(۱۰) جب مضارع نواصب وجوازم سے خالی ہوتو اس کا کیا اعراب ہوتا ہے؟
(۱۱) مضارع کے نواصب کیا ہیں؟ اور أَنْ کہاں مقدر رہتا ہے؟أَن کی مثالیں دو
(۱۲) علم اوراس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے؟
(۱۳) ظن اوراس کے مشتقات کے بعد جو أَنْ آتا ہے وہ کیسا ہوتا ہے؟
(۱۴) لن کے معنی بیان کرواوراس کی مثال دو
(۱۵) إِذن کے نصب دینے کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ اور جب إِذن: واو اور فاء کے بعد آئے تو کیا حکم ہے؟
(۱۶) کَیْ کے معنی بیان کرو، اور مثال دو
(۱۷) حتی کب بمعنی کَی یا إلی ہوتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو
(۱۸) جب حتی سے زمانۂ حال کا ارادہ کیا جائے تو اس وقت حتی کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ اوراس وقت سببیت کے معنی ہوتے ہیں یا نہیں؟ اوراس پر جو تفریعات بیان کی ہیں ان کی وضاحت کرو
(۱۹) لام کی کی مثال دواور لام جحود کی تعریف مع مثال بیان کرو
(۲۰) فاء کے بعد أَنْ کی تقدیر کے لئے کیا شرطیں ہیں؟ اور واو کے بعد أَنْ کی تقدیر کے لئے کیا شرطیں ہیں؟
(۲۱) أَو اور حروف عاطفہ کے بعد أَنْ کب مقدر ہوتا ہے؟
(۲۲) أَنْ کا اظہار کب جائز ہے اور کب واجب ہے؟
(۲۳) مضارع کے جوازم کیا ہیں؟ اور کلماتِ شرط کیا ہیں؟ کیفما اور إذا کا کیا حکم ہے؟
(۲۴) لَمْ کیا کام کرتا ہے اور لَمَّا کیا؟ اور دونوں میں فرق کیا ہیں؟

(۲۵) لام امر کا کیا کام ہے؟ اور اس کا اعراب کیا ہے؟ اور لائے نہی کا کیا کام ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۶) کلماتِ شرط کس پر داخل ہوتے ہیں؟ اور کیا کام کرتے ہیں؟ اور وہ کیا کہلاتے ہیں؟

(۲۷) اگر کلماتِ شرط کے بعد دونوں فعل مضارع ہوں یا پہلا فعل مضارع ہو تو ان کا اعراب کیا ہوگا؟ مع امثلہ بیان کرو

(۲۸) اگر صرف دوسرا فعل مضارع ہو تو اعراب کیا ہوگا؟ مع مثال بیان کرو

(۲۹) کلمات شرط کی جزاء پر فاء کب آتی ہے اور کب نہیں آتی؟

(۳۰) فاء جزائیہ کی جگہ کیا چیز آتی ہے؟ مثال دو

(۳۱) إِنْ شرطیہ کہاں مقدر مانا جاتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۳۲) **لا تكفر تدخل النار**: کیوں ناجائز ہے؟ اور کسائی کی کیا رائے ہے؟ اور کیوں ہے؟

(۳۳) فعل امر کی تعریف کرو اور اس کے بنانے کا قاعدہ بیان کرو فعل امر کا کیا اعراب ہے اور کس طرح آتا ہے؟ امر کے شروع میں ہمزہ قطعی کب آتا ہے؟

(۳۴) فعل مجہول کا کیا نام ہے؟ فعل ماضی مجہول کس طرح بنتا ہے؟ اور فعل مضارع مجہول کس طرح بنتا ہے؟

(۳۵) ماضی معتل العین اور مضارع معتل العین کا حکم مع امثلہ بیان کرو

(۳۶) فعل متعدی اور غیر متعدی کی تعریفات مع امثلہ بیان کرو

(۳۷) متعدی بیک مفعول، بدو مفعول اور بسہ مفعول افعال کیا ہیں؟

(۳۸) متعدی بسہ مفعول کے مفعول اول کا کیا حکم ہے؟ اور دوسرے اور تیسرے مفعولوں کا کیا حکم ہے؟

(۳۹) افعال قلوب کی تعریف کرو، افعال قلوب کیا ہیں؟ وہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟ کیا کام اور کیا عمل کرتے ہیں؟

(۴۰) افعال قلوب کی چار خصوصیات ہیں، ہر خصوصیت مع مثال بیان کرو

(۴۱) جب افعال قلوب متعدی بیک مفعول ہوں اس وقت ان کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

(۴۲) افعال ناقصہ کی تعریف کرو۔ افعال ناقصہ کیا ہیں؟

(۴۳) ماجاءتْ حاجتَك اور قعدتْ كأنها حَرْبَة کس چیز کی مثالیں ہیں؟

(۴۴) افعال ناقصہ کس پر داخل ہوتے ہیں؟ کیا کام کرتے ہیں؟ اور ان کا اعراب کیا ہے؟

(۴۵) کان ناقصہ کے کیا معنی ہیں؟ کان تامہ کے کیا معنی ہیں؟ اور کان زائدہ کونسا ہوتا ہے؟

(۴۶) صار کے کیا معنی ہیں؟ أصبح، أمسی اور أضحی کے تین معنی کیا ہیں؟ ظل اور بات کے دو معنی کیا ہیں؟

(۴۷) مازال، ما برح، ما فتئ اور ما انفك کے کیا معنی ہیں؟

(۴۸) مادام اور لیس کے کیا معانی ہیں؟

(۴۹) افعال ناقصہ کی خبریں ان کے اسموں پر مقدم ہوسکتی ہیں؟ مثالیں دو

(۵۰) کن افعال ناقصہ کی خبریں خود افعال ناقصہ پر مقدم ہوسکتی ہیں؟ اور کن کی مقدم نہیں ہوسکتیں؟ اور کن میں اختلاف ہے؟ ابن کیسان کا اختلاف کس صورت میں ہے؟

(۵۱) افعالِ مقاربہ کی تعریف کرو، افعال مقاربہ کیا ہیں؟

(۵۲) عسی کا حکم مع امثلہ بیان کرو اور کاد کی مثال دو

(۵۳) یکاد تحت النفی آئے تو اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ تینوں رائیں مفصل

بیان کرو، تیسرے قول والوں نے جس شعر سے استدلال کیا ہے وہ شعر سناؤاور شارح کی رائے کیا ہے؟

(۵۴) باقی افعال مقاربہ کیا ہیں؟ اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۵۵) فعل تعجب کی تعریف کرو۔ فعل تعجب کے اوزان کیا ہیں؟ اور فعل تعجب کن ابواب سے بنتا ہے؟

(۵۶) جن ابواب سے فعل تعجب نہیں بنتا ان میں کیا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے؟

(۵۷) فعل تعجب کے اوزان میں کسی طرح کا کوئی تصرف جائز ہے؟ مازنی کی کیا رائے ہے؟

(۵۸) **ما أفعله** کی سیبویہ کیا ترکیب کرتے ہیں اور اخفش کیا کرتے ہیں؟

(۵۹) **أفعل به** کی سیبویہ کیا ترکیب کرتے ہیں اور اخفش کیا کرتے ہیں

(۶۰) افعالِ مدح وذم کس غرض کے لئے ہیں؟ اور کیا ہیں؟

(۶۱) نِعم اور بئس کے لئے کیا چار شرطیں ہیں؟ اور ان افعال کے فاعل کے بعد کیا آتا ہے؟ اور اس کی ترکیب کیا ہوتی ہے؟

(۶۲) مخصوص کے لئے کیا شرط ہے؟ اور ﴿بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا﴾ کی تاویل کیوں کرنی پڑتی ہے اور تاویل کیا ہے؟

(۶۳) مخصوص کب حذف کیا جاتا ہے۔ مثالیں دو اور ان میں قرینہ کیا ہے؟

(۶۴) ساء کا حکم بیان کرو اور حبذا کے احکام بیان کرو

(۶۵) کیا مخصوص سے پہلے یا بعد میں تمیز یا حال آسکتے ہیں؟ مع امثلہ بیان کرو

الحرف:

ما دلَّ على معنىً في غيره، ومن ثَمَّ احْتَاجَ في جزئيته إلى اسمٍ،أو فعلٍ.

[۱-] حروف الجر:

ما وُضع للإفضاء بفعل، أو معناه: إلى ما يَلِيْهِ.

وهي: من، وإلى، وحتّى، وفي، والباء، واللام، ورُبَّ، وواوُها، وواو القسم، وباؤه، وتاؤُه، وعن، وعلى، والكاف، ومُذ، ومُنْذ، وخلا، وعدا، وحاشا.

[۱-] فَمِنْ للابتداءِ، والتبيينِ، والتبعيضِ، وزائدةٌ في غير الموجَب، خلافاً للكوفيين والأحفش؛ وقد كان من مَطَرٍ، وشِبْهُه: متأوّل.(۱)

[۲-] وإلى: للانتهاء، وبمعنى "مع" قليلاً.(۲)

[۳-] وحتى: كذلك، وبمعنى " مع" كثيراً؛ وتختصُّ بالظاهر، خلافا للمبرَّدِ.(۳)

[٤-] وفي: للظرفية، وبمعنى على قليلاً.(٤)

بحث حرف

حرف: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے غیر میں پائے جاتے ہیں یعنی اس کے معنی مستقل نہ ہوں دوسرے کلمہ کو ملائے بغیر سمجھ میں نہ آئیں، جیسے مِنْ (سے) فی (میں) إِلیٰ (تک) اور معنی کے اسی عدمِ استقلال کی وجہ سے حرف:

کلام کا جزء اس وقت بنتا ہے جب وہ کسی اسم یا فعل سے ملے۔

(۱)حروف جر کا بیان

جرّ کے معنی ہیں: کھینچنا، گھسیٹنا۔ اور حروفِ جر: وہ حروف ہیں جو فعل یا معنی فعل کو ان کے مابعد تک پہنچانے کے لئے وضع کیے گئے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ وہ فعل یا معنی فعل کا اپنے مابعد سے تعلق جوڑتے ہیں۔ اور معنی فعل سے مراد: ہر وہ چیز ہے جس سے فعل مستنبط کیا جا سکے، جیسے اسمائے عاملہ: ظروف، اسمائے اشارہ اور حروفِ ندا وغیرہ۔ جیسے کتبتُ بالقلم: میں کتابت کا تعلق قلم کے ساتھ باء نے جوڑا ہے پس وہ حرفِ جر ہے۔ حروف جرا اپنے مدخول کو زیر دیتے ہیں اور وہ مجرور کہلاتا ہے۔ حروف جر سترہ ہیں:

باؤ تاؤ کاف ولام وواؤ منذ ومذ خلا

رُبَّ، حاشا، مِنْ، عَدا، فی، عن، علی، حتی، إلی

(۱)مِنْ: چار معنی کے لئے آتا ہے: (۱) ابتدائے غایت کے لئے یعنی مسافت کی ابتدا بتانے کے لئے، جیسے سِرْتُ من دیوبندَ إلی دهلی: میں نے دیوبند سے دہلی کا سفر کیا (۲) تبیین: کے لئے یعنی کسی مبہم چیز کی وضاحت کرنے کے لئے، جیسے سأعطیك مالاً من الدراهم: میں ابھی آپ کو دراہم میں سے مال دونگا۔ اس میں من الدراهم نے مال کی وضاحت کی ہے کہ وہ دراہم کے قبیل سے ہے (۳) تبعیض: کے لئے یعنی کسی چیز کا کچھ حصہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے أخذتُ من الدراهم: میں نے کچھ دراہم لئے (۴) زائدہ: اور اس کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو حذف کر دیں تو مقصود میں خلل نہ پڑے، جیسے ماجاء نی من أحدٍ: میرے پاس کوئی نہیں آیا ـــــ اور بصریوں کے نزدیک: من زائدہ صرف کلام غیر موجب میں ہوتا ہے یعنی اس کلام میں جس میں نفی، نہی یا استفہام ہو۔ اور کوفیوں اور اخفش کے

نزدیک: کلام موجب میں بھی من زائدہ آتا ہے۔ عرب کہتے ہیں قد کان من مطرٍ: بارش ہوئی۔ اس میں من زائدہ ہے۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استدلال درست نہیں اس محاورے میں من تبعیضیہ یا تبیینیہ ہے أی قد کان بعضُ مطرٍ یا قد کان شیئ من مطر۔

(۲) إلی: انتہائے غایت کے لئے ہے یعنی مسافت کی آخری حد بتانے کے لئے ہے۔ پھر مسافت زمانہ بھی ہوسکتی ہے اور جگہ بھی اور ان کے علاوہ بھی، جیسے ﴿أَتِمُّوْا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (زمانہ کی مثال) ذهبت إلی دهلی (مکان کی مثال) قلبی إلیکم (زمان ومکان کے علاوہ کی مثال) ـــــ اور إلی کبھی مع کے معنی میں آتا ہے، جیسے ﴿لَا تَأْكُلُوْا أَمْوَالَهُمْ إِلَى أَمْوَالِكُمْ﴾ أی مع أموالکم۔

(۳) حتی بھی إلی کی طرح انتہائے غایت کے لئے ہے، جیسے سِرْتُ حتی السوقِ: میں بازار تک چلا۔ اور حتی بمعنی مع بکثرت آتا ہے، جیسے أکلت السمكةَ حتی رأسِها: میں نے مچھلی مع سر کھائی۔

اور حتی اور إلی میں فرق یہ ہے کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا اور إلی: اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے، جیسے إلی البیت اور إلیه اور حتی الصباح ـــــ البتہ مبرد کہتے ہیں کہ حتی اسم ظاہر کے ساتھ خاص نہیں، ضمیر پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے حَتَّاه۔

(۴) فی: ظرفیت کے لئے ہے یعنی اس کے مابعد کا اس کے ماقبل کے لئے زمانہ یا جگہ ہونا بتانے کے لئے ہے، جیسے زید فی الدار اور صمتُ فی رمضان ـــــ اور کبھی علی کے معنی میں آتا ہے، جیسے ﴿لَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَخْلِ﴾ أی علی جزوع النخل: میں تم کو کھجور کے تنوں پر سولی دونگا۔

ترجمہ: حرف: وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو اس کے علاوہ میں ہیں۔ اور اس جگہ سے محتاج ہے حرف اس کے کلام کا جزء بننے کے لئے کسی اسم یا کسی فعل کی

طرف ـــــ (۱) حرف جر: وہ حرف ہے جو وضع کیا گیا ہو کسی فعل یا اس کے معنی کو پہنچانے کے لئے اس کی طرف جو اس سے متصل ہے، اور حروف جر: من اور إلى اور حتى اور فی اور باء اور لام اور ربّ اور اس کا واو یعنی واو بمعنی ربّ اور قسم کا واو اور اس کی باء اور اس کی تاء الخ ہیں ـــــ (۱) پس مِن: ابتدائیہ، تبیین اور تبعیض کے لئے ہے اور کلام غیر موجب میں زائد ہوتا ہے۔ برخلاف کوفیوں اور اخفش کے اور قد كان من مطر اور اس کے مشابہ جملے تاویل کئے ہوئے ہیں ـــــ (۲) اور إلى: انتہائے غایت کے لئے ہے اور کبھی مع کے معنی میں آتا ہے ـــــ (۳) اور حتى: اسی طرح ہے اور بکثرت بمعنی مع آتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، برخلاف مبرد کے ـــــ (۴) اور فی: ظرفیت کے لئے ہے اور کبھی بمعنی علی آتا ہے۔

[٥-] والباء: للإلصاق، والاستعانة، والمصاحبة، والمقابلة، والتعدية، والظرفية، وزائدةٌ في الخبر: في الاستفهام والنفي قياساً؛ وفي غيره سَمَاعًا نحوُ: بِحَسْبِكَ زيدٌ، وألْقٰى بيده.(١)

[٦-] واللام: للاختصاص، والتعليل، وبمعنى "عن" مع القول، وزائدةٌ، وبمعنى "الواو" في القسم للتعجب.(٢)

[٧-] وربّ: للتقليل.(٣)

[قاعدة] ولها صدرُ الكلام، مختصّة بنكرة موصوفة، على الأصح، وفعلُها ماضٍ محذوفٌ غالباً.(٤)

[قاعدة] وقد تدخُلُ على مُضْمَرٍ مبهمٍ مُمَيَّزٍ بنكرةٍ منصوبةٍ، والضميرُ مفردٌ مذكرٌ، خلافاً للكوفيين في مطابقة التمييز.(٥)

[قاعدة] وتلحقُها "ما" فتدخل على الجُمَلِ.(٦)

(۱) ب کے سات معنی ہیں: (۱) الصاق کے لئے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے

ملانے کے لئے، خواہ حقیقۃً ملنا ہو یا حکماً، جیسے به داءٌ: اس کے ساتھ بیماری ہے (یہ حقیقۃً ملنا ہے) اور مررتُ بزید (یہ حکماً ملنا ہے) (۲) استعانت کے لئے یعنی مدد چاہنے کے لئے، جیسے کتبتُ بالقلم: میں نے قلم کی مدد سے لکھا (۳) مصاحبت کے لئے یعنی ساتھ ہونا بتانے کے لئے، جیسے خرج زید بأُسْرَتِه: زید اپنے خاندان کے ساتھ نکلا (۴) مقابلہ کے لئے یعنی بدلہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے بعتُ الثوب بدرھم: میں نے ایک درہم کے مقابلہ میں (بدلہ میں) کپڑا بیچا (۵) تعدیہ کے لئے یعنی لازم کو متعدی بنانے کے لئے جیسے ذھبتُ بزید: میں زید کو لے گیا۔ ذَھَبَ: گیا: لازم تھا، باء کی وجہ سے متعدی ہو گیا (۶) ظرفیت کے لئے یعنی جگہ ہونا بتانے کے لئے، جیسے جلستُ بالمسجد: میں مسجد میں بیٹھا (۷) زائدہ: یعنی اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے، جیسے ﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً﴾ أی کفی اللہ شھیداً: اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہیں۔

قاعدہ: باء: مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے، خواہ وہ فی الحال خبر ہو یا دراصل خبر ہو، اور جب ھَلْ کے ذریعہ سوال کیا جائے یا لیس اور ما کے ذریعہ کلام منفی ہو تو قاعدہ کے مطابق باء زائد ہوتی ہے اور ان کے علاوہ جگہوں میں سماع پر موقوف ہے، جیسے ھل زید بقائم؟ لیس زید بقائم، مازید براکب۔

سماعی کی مثالیں: (۱) بِحَسْبِكَ زید: أی حسبُك زید: زید آپ کے لئے کافی ہے، مبتدا پر باء زائد ہے۔ اور ألقی بیدہ: اپنے ہاتھ ڈالے أی ألقی یدَہ: اس میں مفعول پر باء زائد ہے۔

فائدہ: باء کے دو مشہور معنی اور بھی ہیں: (۱) قسم کے لئے، جیسے باللہ لأفعلنَّ کذا: بخدا میں ایسا ضرور کرونگا (۲) تعلیل کے لئے یعنی علت بیان کرنے کے لئے، جیسے ﴿إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ﴾ بے شک تم نے اپنی ذاتوں پر ظلم کیا تمہارے بچھڑا بنانے کی وجہ سے۔

(۲) لام کے تین معنی ہیں: (۱) اختصاص کے لئے یعنی ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا بتلانے کے لئے، جیسے الجُلُّ للفرس: جھول گھوڑے کے لئے ہے (۲) تعلیل کے لئے یعنی علت بیان کرنے کے لئے، جیسے ضربتُه للتأديب: میں نے اس کو سلیقہ سکھانے کے لئے مارا۔ اس میں ضرب کی علت تادیب ہے (۳) زائدہ یعنی اس کے کچھ معنی نہیں ہوتے، جیسے رَدِفَ لکم: تمہارا ردیف یعنی سواری پر تمہارے پیچھے بیٹھنے والا۔ اس میں لام زائد ہے —— ان کے علاوہ لام کے دو معنی اور ہیں: ایک: بمعنی عن۔ اور یہ معنی اس وقت ہوتے ہیں جب لام کا استعمال قول کے ساتھ ہو، جیسے قلت لزيدٍ: إنه لم يفعل الشر أی عن زید: میں نے زید کے بارے میں کہا کہ اس نے برا کام نہیں کیا۔ دوسرے: بمعنی واو۔ اور یہ معنی اس قسم میں ہوتے ہیں جو تعجب کے لئے ہو اور قسم سے مراد یہاں مقسم بہ ہے یعنی جس کی قسم کھائی جائے، جیسے لِلّٰهِ لايُؤخَّرُ الأَجلُ أی واللہ: بخدا! موت ٹلتی نہیں!

(۳) رُبَّ: تقلیل کے لئے ہے یعنی کسی چیز کی کمی بیان کرنے کے لئے ہے، جیسے رُبَّ رجلٍ كريمٍ لقيتُه: چند ہی سخی آدمیوں سے میں نے ملاقات کی۔

(۴) فائدہ: رُبَّ: صدارتِ کلام کو چاہتا ہے یعنی کلام کے شروع میں آتا ہے۔ اور اصح مذہب کے مطابق اس کے بعد نکرہ موصوفہ آتا ہے یعنی ایسا نکرہ آتا ہے جو موصوف ہوتا ہے اور اس کے بعد اس کی صفت آتی ہے۔ مذکورہ مثال میں رُبَّ کے بعد رجلٍ كريمٍ آیا ہے، اور بعض لوگوں کے نزدیک: نکرہ غیر موصوفہ بھی آسکتا ہے۔

اور رُبَّ: جس فعل سے متعلق ہوتا ہے وہ فعل ماضی ہوتا ہے، جیسے مذکورہ مثال میں لقيتُه فعل ماضی ہے اور اکثر استعمالات میں قرائن کی موجودگی میں یہ فعل محذوف ہوتا ہے، جیسے شریف لوگوں کا تذکرہ چل رہا ہو تو صرف ربَّ رجل كريم بھی کہہ سکتے ہیں۔

(۵) قاعدہ: رُبَّ: کبھی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے، جس کا کوئی مرجع نہیں ہوتا اور

اس کی تمیز نکرہ آتی ہے جو بر بنائے تمیز منصوب ہوتی ہے۔اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے خواہ اس کی تمیز تثنیہ، جمع اور مؤنث ہو۔ جیسے رُبَّهُ رجلاً/ رجلين/ رجالاً/ امرأة/ نساء اور کوفی نحات کہتے ہیں: ضمیر: تمیز کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے ربه رجلا، ربهما رجلين، ربهم رجالاً إلخ۔

(٦) قاعدہ: جب رُبَّ کے ساتھ ما کافّہ ملے تو وہ ربَّ کو عمل سے روک دیتا ہے، اور اس صورت میں ربما جملوں پر داخل ہوسکتا ہے، جیسے ﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کبھی کفار تمنا کریں گے۔ رُبَّ اور رُبَ (باء کی تشدید و تخفیف کے ساتھ) ایک ہی لفظ ہے

ترجمہ: (۵) اور باء: الصاق، استعانت، مصاحبت، مقابلہ، تعدیہ اور ظرفیت کے لئے ہے اور مبتدا کی خبر میں زائد ہوتی ہے: استفہام اور نفی میں قاعدے کے مطابق، اور غیر خبر میں سماع پر موقوف ہے............(٦) اور لام: اختصاص اور تعلیل کے لئے ہے اور قول کے ساتھ بمعنی عن ہوتا ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور اس قسم میں جو تعجب کے لئے ہو بمعنی واو ہوتا ہے —— (۷) اور رُبَّ تقلیل کے لئے ہے —— (قاعدہ) اور اس کے لئے شروع کلام ہے اور اصح قول پر نکرہ موصوفہ کے ساتھ خاص ہے اور اس کا فعل ماضی ہوتا ہے جو عام طور پر محذوف ہوتا ہے —— (قاعدہ) اور کبھی رب ایسی ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ آتی ہے اور ضمیر مفرد مذکر ہوتی ہے، برخلاف کوفیوں کے تمیز کی مطابقت میں —— (قاعدہ) اور رب کے آخر میں ما لاحق ہوتا ہے اس وقت وہ جملوں پر داخل ہوتا ہے۔

[-٨] وواوُها: تدخل على نكرةٍ موصوفة.

وواو القسم: إنما تكون عند حذف الفعلِ لغير السؤال، مختصةٌ بالظاهر.

[-٩] والتاء: مثلُها، مختصة باسم الله تعالىٰ.

والباء: أَعَمُّ منهما في الجميع.

ويُتَلَقّٰى القسمُ باللام، وإِنَّ، وحرف النفي.

وقد يُحذف جوابُه إذا اعْتَرَضَ، أو تقدَّمه ما يدلُّ عليه.

[۱۰و۱۱] وعن: للمُجازاة، وعلى: للاستعلاء.

[قاعدة] وقد تكونان اسمَين بدخول: "مِنْ"

[۱۲-] والكاف: للتشبيه، وزائدةٌ، وقد تكون اسماً، وتختص بالظاهر.

[۱۳و۱٤] ومُذْ ومُنْذ: للزمان: للابتداء في الماضي، والظرفية في الحاضر، نحوُ: ما رأيتُه مُذْ شهرنا، ومُنْذُ يومنا.

[۱۵-۱۷] وحاشا، وعَدَا، وخلاَ: للاستثناء.

(۸) واو کبھی بمعنی رُبَّ ہوتا ہے اور کبھی قسمیہ۔ جب وہ بمعنی ربّ ہو تو نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ رب کے معنی میں ہونے کی وجہ سے رب کے حکم میں ہوتا ہے اور اس کا تعلق فعل ماضی سے ہوگا جو اکثر محذوف ہوگا (البتہ واو بمعنی ربّ ضمیر مبہم پر داخل نہیں ہوتا) جیسے وَبلدةٍ ليس بها أنيس: کچھ شہر جہاں کوئی دوست نہیں!

اور واو قسمیہ: حذفِ فعل کے وقت مستعمل ہے، اور سوال کے ساتھ نہیں لایا جاتا، اور ہمیشہ اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے یعنی ضمیر پر داخل نہیں ہوتا، جیسے واللہ لأفعلنَّ كذا أي أقسِم باللہ۔

(۹) ت بھی قسم کے لئے ہے، مگر نام پاک اللہ کے ساتھ خاص ہے، باقی اسمائے حسنی پر داخل نہیں ہوتا، جیسے ﴿ تَاللّٰهِ لَأَكِيْدَنَّ أَصْنَامَكُمْ ﴾ بخدا! میں تمہاری مورتیوں کی گت بناؤں گا۔

اور باء قسمیہ: واو قسمیہ اور تا قسمیہ سے عام ہے یعنی اس میں فعل قسم مذکور بھی ہوتا ہے

اور محذوف بھی، سوال کے ساتھ بھی آتا ہے اور بغیر سوال کے بھی۔ اور اسم ظاہر پر بھی داخل ہوتا ہے اور ضمیر پر بھی جیسے أقسِم باللہ/ بك لأفعلن كذا۔

اور جواب قسم پر لام تاکید، إِنَّ (مکسورہ) اور حرف نفی ما و لا کو داخل کیا جاتا ہے۔ یہ حروف قسم کا استقبال کرتے ہیں، جیسے واللہ لزید قائم، واللہ إِنَّ زیداً قائم، واللہ مازید بقائم، واللہ لایقوم زید۔

اور جواب قسم کو اس وقت حذف کرتے ہیں جب جملہ کے درمیان یا بعد میں کوئی قرینہ ہو جو جواب پر دلالت کرتا ہو۔ جیسے زید واللہ قائم اور زید قائم واللہ!(یہ دونوں جملے اگر چہ حقیقت میں جواب قسم ہیں، مگر لفظاً جواب قسم نہیں ہیں جواب قسم محذوف ہے)

(۱۰)عن: مجازات یعنی آگے بڑھ جانا بتانے کے لئے ہے، جیسے رمَیتُ السهمَ عن القوس: میں نے کمان سے تیر پھینکا یعنی تیر کمان سے دور ہوا اور آگے بڑھ گیا۔

(۱۱)علی: استعلاء یعنی بلندی بتانے کے لئے ہے خواہ بلندی حقیقی ہو یا مجازی۔ جیسے زید علی السطح اور علیه دَین: اس پر قرض ہے۔

فائدہ: علی: کبھی بمعنی باء بھی آتا ہے، جیسے مررتُ علیه أی به اور کبھی بمعنی فی بھی آتا ہے، جیسے ﴿إِنْ کُنْتَ عَلٰی سَفَرٍ﴾ أی فی سفر۔

قاعدہ: کبھی عن اور علی: اسم ہوتے ہیں، اس وقت ان پر مِنْ داخل ہوتا ہے، جیسے من عن یمینی: میری دائیں جانب سے، اور مِنْ علیه: اس کے اوپر سے۔

(۱۲) ك تین معنی کے لئے ہے: (۱) تشبیہ کے لئے جیسے زید کالأسد (۲) زائد جیسے ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ﴾ أی لیس مثله شیئ (۳) کاف اسمیہ بمعنی مِثْل جیسے یَضْحَکْنَ عن کالبَرَدِ أی عن أسنانٍ مثلَ البرد: اولے جیسے دانتوں سے ہنستی ہیں۔ کاف اسمیہ: اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہے، ضمیر پر داخل نہیں ہوتا۔

(۱۳و۱۴) مذ اور منذ دو معنی کے لئے ہیں: (۱) زمانۂ ماضی میں ابتدائے غایت

بتانے کے لئے، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یومِ الجمعة: میں نے اس کو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا (۲) زمانۂ حاضر میں ظرفیت کے لئے یعنی کسی کام کی پوری مدت بتانے کے لئے، جیسے ما رأیتُه مذ/ منذ یومین: میں نے اس کو دو دن سے نہیں دیکھا یعنی میرے نہ دیکھنے کی پوری مدت دو دن ہے۔

(۱۵-۱۷) حَاشَا، خَلاَ اور عَدَا: استثناء کے لئے ہیں، جیسے جاء القوم حاشا/ خلا/ عَدَا زیدٍ: زید کے علاوہ قوم آئی (اور جب یہ تینوں لفظ فعل ہوتے ہیں تو مابعد کو نصب دیتے ہیں اور اس وقت بھی وہ استثناء کے معنی دیتے ہیں، جیسے قام القوم حاشا/ خلا/ عدا زیداً: اس کا ترجمہ بھی وہی ہے یعنی زید کے علاوہ قوم آئی ——— اور جب خلا اور عدا پر ما داخل ہو تو اس وقت وہ صرف فعل ہوتے ہیں، حرف جر نہیں ہوتے)

ترجمہ: (۸) اور ربّ کا واو: نکرہ موصوفہ پر داخل ہوتا ہے ——— اور قسم کا واو: حذفِ فعل کے وقت ہی ہوتا ہے، غیر سوال کے لئے اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے ——— (۹) اور تاء: واو قسم کی طرح ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ مختص ہے ——— اور باء دونوں میں سب باتوں میں عام ہے ——— اور استقبال کی جاتی ہے قسم لام اور إنَّ اور حرف نفی کے ذریعہ ——— اور کبھی قسم کا جواب حذف کیا جاتا ہے جب درمیان میں آئے یا اس سے پہلے آئے وہ چیز جو جواب پر دلالت کرے ——— (۱۰و۱۱) عن: آگے بڑھ جانے کے لئے ہے اور علی: بلندی بتانے کے لئے ہے ——— (قاعدہ) اور کبھی دونوں اسم ہوتے ہیں مِن کے داخل ہونے کی وجہ سے ——— (۱۲) اور کاف: تشبیہ کے لئے ہے اور زائدہ ہوتا ہے اور کبھی کاف اسم ہوتا ہے اور اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہوتا ہے ——— (۱۳و۱۴) اور مذ اور منذ: زمانے کے لئے ہیں۔ ابتداء کے لئے ہیں ماضی میں اور ظرفیت کے لئے ہیں حاضر میں.......... (۱۵-۱۷) اور حاشا اور عدا اور خلا استثناء کے لئے ہیں۔

[۲-] الحروفُ المُشَبَّهَةُ بالفعل:

وهی: إِنَّ، وأَنَّ، وكأنَّ، ولكنَّ، وليتَ، ولعلَّ.

[قاعدة] ولها صدرُ الكلام، سِوىٰ "أَنَّ" فهی بعكسها.(۱)

[قاعدة] وتَلحقُها "ما" فَتُلْغىٰ على الأفصحِ؛ وتدخُلُ حينئذ على الأفعال.(۲)

[۱و۲] فإنّ: لاتغيِّرُ معنى الجملة، و"أَنَّ" مع جملتِها فی حكم المفرد.

ومن ثَمَّ:وجب الكسرُ فی موضِعِ الجُمَلِ، والفتح فی مَوْضِعِ المفرد:

فكُسِرَتْ: ابتداءً، وبعدَ القول، والموصولِ.

وفتِحتْ: فاعلةً، ومفعولةً، ومبتدأً، ومضافاً إليها.

[فائدة] وقالوا: "لولا أنك" لأنه مبتدأٌ، و:" لو أنك" لأنه فاعل.(۳)

حروف مشبّہ بالفعل کا بیان

حروف عاملہ میں حروف مشبہ بالفعل بھی ہیں۔ یہ چھ حروف ہیں: إِنَّ، أَنَّ، کأَنَّ، لیتَ، لکنَّ، لعلَّ. ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ لفظاً اور معنی فعل کے مشابہ ہیں۔ لفظاً دو طرح سے: (۱) جس طرح فعل ماضی مبنی برفتحہ ہوتا ہے یہ بھی مبنی برفتحہ ہیں (۲) جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے یہ بھی تین حرفی، چار حرفی اور پانچ حرفی ہیں۔ اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ یہ سب فعل کے معنی دیتے ہیں۔ پہلے دو بمعنی حَقَّقْتُ ہیں، کأن بمعنی شَبَّهْتُ ہے، لکنَّ بمعنی اِسْتَدْرَکْتُ ہے، لیت بمعنی تَمَنَّيْتُ ہے اور لعلَّ بمعنی تَرَجَّيْتُ ہے —— یہ حروف جملہ اسمیہ خبریہ پر

داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو اپنا اسم اور خبر کو اپنی خبر بناتے ہیں۔ اور اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

(۱) قاعدہ: یہ سب حروف شروع کلام میں آتے ہیں، سوائے أَنَّ (مفتوحہ) کے وہ درجِ کلام میں آتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہوکر کلام کا جزء بنتا ہے، جیسے علمتُ أنك قائم: جملہ أنك قائم مفعول بہ ہے۔

(۲) قاعدہ: جب حروف مشبہ بالفعل کے بعد ما کافہ آئے تو فصیح ترین استعمال کے مطابق ان کا عمل ختم ہوجاتا ہے، اور اس وقت وہ فعل پر بھی داخل ہوسکتے ہیں، جیسے ﴿إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ﴾ (جملہ اسمیہ کی مثال) ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ﴾ (جملہ فعلیہ کی مثال)

حروف مشبہ بالفعل کی تفصیل: (۱و۲) إِنَّ (مکسورہ) جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا، بلکہ اس میں تاکید وتحقیق کے معنی کا اضافہ کرتا ہے۔ اور أَنَّ (مفتوحہ) جملہ کے معنی کو بدل دیتا ہے۔ اس کو بتاویل مفرد کردیتا ہے (اور تاکید وتحقیق کے معنی بھی اس میں باقی رہتے ہیں، ختم نہیں ہوتے) چنانچہ جملوں کے شروع میں إِنَّ (مکسورہ) لانا ضروری ہے اور جب کسی جملہ کو بتاویل مفرد کرنا ہو تو أَنَّ (مفتوحہ) لانا ضروری ہے۔ پس تین جگہ إِنَّ آئے گا: (۱) شروع کلام میں، جیسے إِن ربك يعلم (۲) قول اور اس کے مشتقات کے بعد، جیسے قلتُ: إنه قائم، کیونکہ مقولہ ہمیشہ جملہ ہوتا ہے (۳) اسم موصول کے بعد، کیونکہ اسم موصول کے بعد صلہ آتا ہے اور وہ جملہ ہوتا ہے، جیسے جاء نی الذی إِنَّ أباه قائم —— اور چار جگہ أَنَّ (مفتوحہ) آئے گا: (۱) جب جملہ بتاویل مفرد ہوکر فاعل بنے، جیسے بلغنی أنك منطلق (۲) یا مفعول بنے جیسے سمعتُ أنك ذاهب (۳) یا مبتدا بنے، جیسے عندی أنك قادر (۴) یا مضاف الیہ بنے۔ جیسے أعجبنی أنك قاتل. یہ چاروں جگہیں مفرد کی جگہیں ہیں۔ اس لئے ان صورتوں میں أَنَّ (مفتوحہ) لائیں گے۔

(۳) فائدہ: لو لا کے بعد مبتدا آتا ہے اور لو شرطیہ کے بعد فعل آتا ہے، اس لئے اگر ان دونوں کے بعد أنْ آئے تو اس کو مفتوح پڑھیں گے، تاکہ جملہ بتاویل مفرد ہو کر مبتدا اور فعلِ محذوف کا فاعل بنے، جیسے لو أنك منطلق انطلقتُ/ ما انطلقتُ اور لو أنك قائم أی لو وقع قیامك۔

ترجمہ: وہ حروف جو فعل کے مشابہ قرار دیئے گئے ہیں: اور وہ إنَّ الخ ہیں ــــــ (قاعدہ) اور ان کے لئے شروع کلام ہے سوائے أنَّ کے، پس وہ ان کے برعکس ہے ــــــ (قاعدہ) اور ان کے ساتھ ما ملتا ہے، پس لغو کر دیئے جاتے ہیں فصیح ترین استعمال میں، اور اس وقت وہ حروف افعال پر داخل ہوتے ہیں ــــــ (اور ۲) پس إنَّ: جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور أنَّ اپنے جملہ کے ساتھ مفرد کے حکم میں ہوتا ہے ــــــ اور اس جگہ سے واجب ہوا ہے کسرہ جملوں کی جگہ میں، اور فتح مفرد کی جگہ میں: پس کسرہ دیا جائے گا شروع کلام میں اور قول کے بعد اور اسم موصول کے بعد۔ اور فتح دیا جائے گا فاعل ہونے کی حالت میں اور مفعول ہونے کی حالت میں اور مبتدا ہونے کی حالت میں یا اس کی طرف اضافت کی صورت میں ــــــ (فائدہ) اور کہا عربوں نے لو لا أنك: اس لئے کہ وہ مبتدا ہے اور لو أنك: اس لئے کہ وہ فاعل ہے۔

[قاعدة] وإن جاز التقديرانِ: جاز الأمرانِ، نحوُ:" من يُكْرِمُنِيْ فَإِنى أُكْرمه، و ع:

إذا إِنَّه عبدُ القَفَا واللَّهَازِمِ

وشِبْهِهِ.(۱)

[تفريع ـ ۱]

ولذلك: جاز العطفُ على اسمِ المسكورة: لفظاً أو حكماً بالرفع، دون المفتوحة، ويشترطُ مُضِيُّ الخبر لفظاً أو تقديراً،

خلافاً للكوفيين، ولاأثر لكونه مَبْنِيًّا، خلافاً للمبرَّدِ والكسائی، فی مثلِ:"أنك وزيدٌ ذاهبانِ"؛ و"لكنَّ" كذلك.

(۱) قاعدہ: اگر کسی جگہ مفرد اور جملہ دونوں بن سکتے ہوں توإَنَّ(مکسورہ اور مفتوحہ)دونوں جائز ہونگے۔ مثلاً فاء جزائیہ کے بعدأَنَّ آئے تو دونوں ہوسکتے ہیں، جیسے من يُكرِمْنِیْ فَإَنِیْ أُكْرِمُه۔ اس کی دو تقدیریں ہوسکتی ہیں:(۱)فجزاء ہ أنی أكرمه اس وقت أَنْ کومفتوح پڑھیں گے(۲)من يكرمنی فإنّا أكرمه: اس وقت إِنَّ مکسورہ ہوگا۔ پہلی صورت میں أَن مفرد کی جگہ آیا ہے(مبتدا کی خبر واقع ہوا ہے) اوردوسری جگہ جملہ کی جگہ آیا ہے۔

اسی طرح جب إن مع اسم وخبر إذا مفاجاتیہ کے بعد آئے تو فتحہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔شاعر کہتا ہے:

وكنتُ أری زيداً كما قيل: سيِّدًا ۞ إذا أنه عبدُ القفَا واللّهازِمِ

(میں زید کوجیسا کہ لوگ کہتے ہیں سردار سمجھتا تھا ÷ (مگر) اچانک وہ گدّی اور جبڑوں کا غلام نکلا)

اس میں بھی دوتقدیریں ہوسکتی ہیں:(۱)إذا هو إنه إلخ اس تقدیر میں إن اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ ہوگا اور مبتدا کی خبر بنے کا(۲) إذا عبوديتُه للقفا واللهازم ثابتة:اس صورت میں أن مع اسم وخبر بتاویل مفرد ہوکر مبتدا بنے گا۔

قوله: وشبهه: یعنی مصرع مذکور کے مثل یعنی جہاں بھی مفرداور جملہ کی دونوں تقدیریں ہوسکتی ہوں وہاں ہمزہ کا کسرہ اورفتح دونوں جائز ہیں۔

پہلی تفریع: یہ اُس قاعدہ پرتفریع ہے جو پہلے گذرچکاہے کہ إِنَّ(مکسورہ) جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اورأَن(مفتوحہ) جملہ کوبحکم مفرد کردیتا ہے۔

فرماتے ہیں:

إن (مکسورہ) کے اسم کے محل پر کسی اسم کا رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے، کیونکہ وہ دراصل مبتدا ہوتا ہے اور محلاً مرفوع ہوتا ہے اور إن جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا۔ اور أنَّ (مفتوحہ) کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ جملہ میں تبدیلی کردیتا ہے اور اس کو بحکم مفرد کردیتا ہے، اس لئے اس کا اسم محلاً مرفوع نہیں رہتا۔ پس إن زیداً ظریفٌ وعمرٌو کہنا درست ہے۔ اس میں عمرٌو کا عطف زیداً کے محل پر کیا گیا ہے۔

اس قاعدہ میں دو باتیں اور بھی جان لینی چاہئیں:

(۱) إن: عام ہے خواہ لفظاً مکسور ہو یا حکماً جیسے إن زیداً قاعد وعمرٌو قاعد اور حکماً مکسور، جیسے علمتُ أن زیداً قائم وعمرو قائم، اس میں أن اگرچہ لفظاً مفتوح ہے مگر حکماً مکسور ہے۔ کیونکہ علم یا اس کے مشتقات کے بعد جو أَن آتا ہے وہ جملہ کی تاویل میں ہوتا ہے، مفرد کی تاویل میں نہیں ہوتا اس لئے وہ حقیقت میں مبتدا ہوتا ہے۔

(۲) إن مکسورہ کے اسم کے محل پر عطف اس وقت جائز ہوگا جبکہ معطوف سے پہلے إن کی خبر آچکی ہو خواہ لفظاً آئی ہو جیسے إن زیداً قائم وعمرٌو قائم یا تقدیراً آئی ہو، جیسے إن زیداً وعمرو قاعد۔ یہاں معطوف علیہ کی خبر پہلے ضمناً آچکی ہے کیونکہ معطوف کی خبر اس پر دلالت کرتی ہے۔ اور اگر إن کی خبر نہ پہلے لفظاً آئی ہو نہ تقدیراً تو رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز نہیں۔ جیسے إن زیداً وعمرٌو ذاھبانِ کہنا جائز نہیں، کیونکہ دونوں کی خبر بعد میں ایک ساتھ آرہی ہے اسی طرح إنك وزید ذاھبان کہنا بھی درست نہیں۔ ان مثالوں میں اگر عطف کو جائز رکھیں گے تو ایک معمول پر دو عاملوں کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔

اور یہ بصری نحات کی رائے ہے، کوفہ کے نحویوں کے نزدیک إن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنے کے لئے خبر کا پہلے آنا شرط نہیں، ان کے نزدیک إن

زیداً وعمرٌو ذاهبان کہنا درست ہے۔

اس کے بعد یہ بات جان لینی چاہئے کہ جمہور کے نزدیک عطف مذکور کے جواز کے لئے جو شرط ہے کہ معطوف سے پہلے خبر آ چکی ہو یہ حکم بہر حال ہے خواہ إن کا اسم معرب ہو یا مبنی۔ مبنی ہونے کو اس میں کچھ دخل نہیں اور مبرد اور کسائی کہتے ہیں کہ خبر کا پہلے آنا صرف اس صورت میں شرط ہے کہ إن کا اسم معرب ہو، اگر وہ مبنی ہو تو پھر یہ شرط نہیں۔ پس ان کے نزدیک إنك وزید ذاهبانِ کہنا درست ہے۔ کیونکہ إن کا اسم ضمیر ہے جو مبنی ہے۔

نوٹ: حروف مشبہ بالفعل میں سے لکنّ: إن مکسورہ کی طرح ہے یعنی لکنّ کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے جبکہ معطوف سے پہلے خبر آ چکی ہو اور اس کی وجہ یہ ہے کہ لکنّ بھی جملہ کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا۔ لکن کی مثال: لم یرکب زید لکنّ عمراً خارج وبکرٌ. بکر کا عطف عمراً کے محل پر ہے۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب جائز ہوں دونوں تقدیریں تو جائز ہیں دونوں باتیں،

............(اللِّهْزِمَة: جبڑے کی ابھری ہوئی ہڈی۔ یہ دو ہوتی ہیں ج لَهَازِم) ——

(پہلی تفریع) اور اسی وجہ سے إِنَّ مکسورہ کے اسم پر لفظاً یا محلاً: رفع کے ساتھ عطف کرنا جائز ہے نہ کہ مفتوحہ کے اسم پر۔ اور خبر کا لفظاً یا تقدیراً گذرنا شرط ہے، برخلاف کوفیوں کے، اور کوئی اثر نہیں ہے اسم کے مبنی ہونے کے لئے، برخلاف مبرد اور کسائی کے أنك وزید ذاهبان جیسی مثال میں —— اور لکن اسی طرح ہے۔

[تفریع – ۲]

ولذلك: دخلتِ اللامُ مع المكسورة، دونها على الخبر؛ أو الاسم: إذا فَصَلَ بينه وبينها، أو على ما بينهما؛ وفي "لكنَّ" ضعيف.

[قاعدة] وتخفَّفُ المكسورة فيلزَمها اللام، ويجوز إلغاءُ ها، ويجوز

دخولُها على فعلٍ من أفعالِ المبتدأ، خلافاً للكوفيين فى التعميم.(۱)
[قاعدة] وتُخفَّفُ المفتوحة: فَتَعْمَلُ فى ضمير شانٍ مقدَّرٍ، فتدخُلُ على الجُمَلِ مطلقاً، وشَذَّ إعمالُها فى غيره؛ ويلزَمُها مع الفعل السينُ، أو سوفَ، أو قَدْ، أو حرفُ النفى.(۲)

دوسری تفریع: یہ بھی مذکورہ قاعدہ پر کہ إِن جملہ کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں کرتا اور أَنَّ مفہوم بدل دیتا ہے: دوسری تفریع ہے فرماتے ہیں: إن (مکسورہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست ہے اور أن (مفتوحہ) کی خبر پر لام تاکید لانا درست نہیں۔ کیونکہ لام تاکید جملہ کے معنی کی تاکید کے لئے ہوتا ہے، پس وہ اس إن کی خبر پر آسکتا ہے جو جملہ کی حیثیت کو برقرار رکھے، اور اس أن کی خبر پر نہیں آسکتا جو جملہ کو بتاویل مفرد کردے ـــــ اسی طرح لام تاکید إن (مکسورہ) کے اسم پر بھی آتا ہے جبکہ إن اور اس کے اسم کے درمیان فصل ہو جائے، اور أن (مفتوحہ) کے اسم پر داخل نہیں ہوتا ـــــ اسی طرح لام تاکید اس چیز پر بھی داخل ہوتا ہے جو إن (مکسورہ) کے اسم وخبر کے درمیان متعلقاتِ جملہ میں سے آتی ہے ـــــ مثالیں: إن زيداً لقائم، إن فى الدار لزيداً، إن زيداً لَطَعَامَك آكلٌ: زید یقیناً تیرا کھانا کھانے والا ہے۔

اور لکنَّ میں ان تینوں جگہوں میں لام تاکید کا لانا ضعیف ہے، کیونکہ اس کی لام تاکید کے ساتھ وہ مشابہت نہیں جو إن کی ہے۔

(۱) قاعدہ: جب إن (مکسورہ) کو مخفف کردیں یعنی نون کی تشدید ہٹادیں تو اس وقت لام تاکید لانا ضروری ہو جاتا ہے تاکہ إِنْ مخففہ اور إِنْ نافیہ کے درمیان امتیاز ہو جائے، جیسے إنْ زيد قائم میں إنْ نافیہ ہے یعنی زید کھڑا نہیں اور إنْ زيد لقائم میں إنْ مخففہ ہے ـــــ نیز تخفیف کی صورت میں عامل کا الغاء یعنی اس کے عمل کو باطل

کرنا بھی جائز ہے، اوراب وہ ان افعال پر داخل ہوسکتا ہے جو مبتدا خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ جیسے افعال ناقصہ اور افعالِ قلوب وغیرہ جیسے ﴿وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً﴾، اور ﴿وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ﴾ اور کوفی نحوی کہتے ہیں کہ ہر قسم کے افعال پر داخل ہوسکتا ہے، ان افعال کی کچھ تخصیص نہیں جو مبتدا و خبر پر داخل ہوتے ہیں۔ إن قتلتَ لمسلماً کہہ سکتے ہیں۔ بصریوں کے نزدیک یہ استعمال ضعیف ہے۔

(۲) قاعدہ: جب أن (مفتوحہ) کو مخفف کر دیں تو اس وقت اس کا اسم ضمیر شان ہوتی ہے جو مان لی جاتی ہے۔ اوراس وقت وہ ہر قسم کے جملوں پر داخل ہوسکتا ہے، خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا فعلیہ اور فعلیہ بمعنی عام ہے خواہ اس میں ایسا فعل ہو جو کہ جملہ اسمیہ پر ہی داخل ہوتا ہے یا ایسا فعل نہ ہو۔ البتہ اس وقت فعل پر سین، سوف، قد یا حرف نفی کا آنا ضروری ہے۔ مثالیں: ﴿عَلِمَ أَنْ سَيَكُوْنُ مِنكُمْ مَرْضٰى﴾ أن سوف يأتى كلُّ ما قُدِّر ﴿أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ﴾ ﴿أَوَلَا يَرَوْنَ أَنْ لَا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ﴾ —— اور أن (مفتوحہ) کا عمل تخفیف کے بعد ضمیر شان کے علاوہ میں شاذ ہے۔

ترجمہ: (دوسری تفریع) اوراسی وجہ سے لام داخل ہوتا ہے مکسورہ کے ساتھ، نہ کہ مفتوحہ کے ساتھ خبر پر یا اسم پر جبکہ اسم اور إن کے درمیان فصل واقع ہو، یا اس چیز پر جو دونوں (إن اوراس کے اسم) کے درمیان آئے —— اور لکنّ میں ضعیف ہے —— (قاعدہ) اور إنّ مکسورہ مخففہ کیا جاتا ہے پس اس کے لئے لام لازم ہے اوراس کا الغاء بھی جائز ہے اوراس کا مبتدا کے افعال میں سے کسی فعل پر داخل ہونا جائز ہے، برخلاف کوفیوں کے تعمیم میں یعنی ان کے نزدیک ہر قسم کے افعال پر داخل وسکتا ہے —— (قاعدہ) اور أن مفتوحہ مخففہ کیا جاتا ہے، پس وہ ضمیر شان مقدر میں عمل کرتا ہے، پس وہ ہر طرح کے جملوں پر داخل ہوتا ہے اور نادر ہے اس کو عامل بنانا ضمیر شان کے علاوہ میں۔ اوراس کے لئے فعل کے ساتھ سین، سوف، قد یا حرف نفی لازم ہوتا ہے۔

[٣-] و كأنَّ: للتشبيه، وتخفَّف فَتُلْغٰى على الأفصح.[١]

[٤-] ولكنَّ: للاستدراك: تتوسَّطُ بين كلامَين متغايرَينِ معنىً، وتخفَّف فَتُلغى، ويجوز معها الواو.[٢]

[٥-] وليت: للتَمَنِّي، وأجاز الفَرَّاءُ: "ليتَ زيداً قائماً"[٣]

[٦-] ولعلَّ: للتَّرَجِّي؛ وشَذَّ الجر بها.[٤]

(۱) تیسرا حرفِ مشبہ بالفعل کأن ہے۔ کأن کی خبر اگر اسم جامد ہو تو وہ تشبیہ کے لئے ہوتا ہے، جیسے کأن زیداً أسد: زید گویا شیر ہے یعنی شیر جیسا بہادر ہے۔ اور جب اس کی خبر فعل، اسم مشتق، ظرف یا جار مجرور ہو تو شک وگمان کے لئے ہوتا ہے، جیسے کأن زیداً یقوم/ قائم/ عندك/ في البیت یعنی ایسا گمان ہے —— اور کبھی کأن میں تخفیف کرلی جاتی ہے، اس وقت فصیح ترین استعمال کے مطابق اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اب فعل کے ساتھ اس کی مشابہت باقی نہیں رہتی۔

(۲) چوتھا حرفِ مشبہ بالفعل لکنّ ہے۔ لکنَّ: استدراک کے لئے ہے یعنی کلام سابق سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرنے کے لئے ہے، جیسے غاب القومُ لکنَّ عمراً حاضر —— اور لکنّ: ایسے دو کلاموں کے درمیان میں آتا ہے جو معنی کے اعتبار سے متغائر ہوں۔ ایک منفی ہو تو دوسرا مثبت، خواہ لفظاً تغایر ہو یا معنیً۔ جیسے جاء زید لکنَّ عمراً لم یجیئ (تغائر لفظی) زید حاضر لکنّ عمراً غائب (معنوی تغایر کیونکہ لفظاً دونوں مثبت ہیں، البتہ معنیً تغایر ہے ایک حاضر ہے دوسرا غیر حاضر) —— اور کبھی لکنَّ میں تخفیف کی جاتی ہے یعنی نون کی تشدید ہٹادی جاتی ہے اس وقت اس کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کی فعل سے مشابہت کمزور پڑجاتی ہے —— اور لکنّ کے ساتھ واو کو بھی ذکر کرتے ہیں خواہ لکنّ مشددہ ہو یا مخففہ جیسے جاء زید ولکنّ/ ولکنْ عمراً لم یجیئ۔

(۳) پانچواں حرف مشبہ بالفعل لیت ہے۔لیت: ناممکن بات کی تمنا کرنے کے لئے ہے، جیسے لیت الشباب یعود: کاش جوانی لوٹتی! ـــــ اور فراء یہ کہتے ہیں کہ لیت کے بعد دونوں جزوں کو نصب دینا جائز ہے، اس لئے کہ لیت بمعنی أتمنّٰی ہے پس اس کے بعد دونوں جزء مفعولیت کی بنا پر منصوب ہونگے، جیسے لیتَ زیداً قائما کہنا ان کے نزدیک صحیح ہے۔

(۴) چھٹا حرف مشبہ بالفعل لعل ہے۔لعلَّ: ایسے کام کی امید کرنے کے لئے ہے جو ہوسکتا ہو، جیسے لعل المسافر قادم: شاید مسافر آنے والا ہے ـــــ اور لعلَّ کے ذریعہ مابعد کو جر دینا شاذ ہے۔جیسے شاعر نے کہا ہے: لعلَّ أبی المِغْوَاءِ منك قریب۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہ اعراب حکائی ہو یعنی ابوالمغواء: ابی المغواء ہی سے مشہور ہو۔

ترجمہ: (۳) اور کأن: تشبیہ کے لئے ہے، اور مخففہ کیا جاتا ہے پس بے عمل کردیا جاتا ہے فصیح ترین استعمال میں ـــــ (۴) اور لکن: استدراک کے لئے ہے، دو معنیً متغائر کلاموں کے درمیان آتا ہے۔اور مخففہ کیا جاتا ہے پس بے عمل کردیا جاتا ہے، اور اس کے ساتھ واو جائز ہے ـــــ (۵) اور لیت تمنّی کے لئے ہے اور فراء نے لیت زیداً قائما کو جائز رکھا ہے ـــــ (۶) اور لعل: ترجّی کے لئے ہے اور اس کے ذریعہ جر دینا نادر ہے۔

[۳-] الحروف العاطِفة:

وهی: الواو، والفاء، وثم، وحتی، وأو، وإِمَّا، وأَمْ، ولا، وبل، ولکنْ.

[۱-٤] فالأربعةُ الأُوَلُ للجمع: فالواو: للجمع مطلقاً، لا ترتیب فیها، والفاءُ: للترتیب، وثم: مثلُها بِمُهْلَةٍ؛ وحتی: مثلُها؛ ومعطوفُها جزءٌ من متبوعه، لیفید قوةً أو ضعفاً.

[٥-٧] وأو، وإِمَّا، وأم: لأحدِ الأمرين مُبْهَمًا.

[قاعدة](۱) وأَمِ المتصلَّةُ: لازمةٌ لهمزةِ الاستفهام: يَلِيْهَا أحد المستَوِيَيْنِ والآخرُ الهمزةَ: بعد ثبوتِ أحدِهما لطلب التعيين:

[الف] ومن ثَمَّ: لم يَجُزْ: "أرأيتَ زيداً أم عَمْراً؟"

[ب] ومن ثَمَّ: كان جوابُها بالتعيين، دون نعم، أولا.

[قاعدة] والمنقطعة: كبَلْ، والهمزة، مثلُ: "إنها لأبلٌ أو شاة" (۲)

[قاعدة] و"إِمَّا": قبلَ المعطوف عليه لازمة مع إِمَّا، جائزة مع أو. (۳)

[٨-١٠] ولا، وبل، ولكنْ: لأحدهما مُعَيَّنًا؛ ولكنْ: لازمة للنفي.

حروف عاطفہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں حروف عاطفہ ہیں۔ حروف عاطفہ دس ہیں جو کتاب میں مذکور ہیں۔

(۱-۴) ان میں سے پہلے چار معطوف معطوف علیہ کو حکم واحد میں جمع کرنے کے لئے ہیں ـــــ پھر واو: مطلق جمع کے لئے ہے جیسے جاء نی زید وعمرٌو یعنی زید اور عمرو دونوں آئے۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ ساتھ آئے یا آگے پیچھے، مہلت کے ساتھ آئے یا بغیر مہلت کے، نہ یہ بتایا کہ پہلے کون آیا؟ اور فاء اور ثم میں ترتیب ہوتی ہے پھر فاء میں صرف ترتیب ہوتی ہے اور ثم میں مہلت بھی ہوتی ہے، جیسے جاء نی زید فعمرٌو یعنی زید کے بعد فوراً عمرو آیا اور جاء نی زید ثم عمرٌو یعنی زید کے کچھ دیر کے بعد عمرو آیا۔

اور ترتیب ومہلت کا فائدہ دینے میں حتی: ثم کی طرح ہے (مگر فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت کم ہوتی ہے اور ثم میں زیادہ) اور حتی میں معطوف: معطوف علیہ کا

جزء ہوتا ہے اور ثم میں یہ بات نہیں ہوتی۔ پھر جزء خواہ جزِ ضعیف ہو یا جزِ قوی، جیسے قَدِمَ الحاجُّ حتی المُشاةُ اور مات الناس حتی الأنبیاءُ اور جزء ہونے کی وجہ یہ ہے کہ معطوف میں قوت یا ضعف کا فائدہ حاصل ہو۔ یعنی پتہ چل جائے کہ معطوف: معطوف علیہ سے قوی ہے یا ضعیف۔ (تیسرا فرق یہ ہے کہ حتی میں مہلت ذہنی ہوتی ہے اور ثم میں خارجی)

(۵-۷) اور أو، إما اور أم: دو امروں میں سے کسی ایک امر مبہم کے لئے ہیں یعنی وہ متکلم کے نزدیک متعین نہیں ہوتا۔ جیسے جاء زید أو/ إما/ أم عمرٌو یعنی لاعلی التعیین کوئی ایک آیا۔

(۱) قاعدہ: أم کی دو قسمیں ہیں: متصلہ اور منقطعہ۔ ام متصلہ کو ہمزۂ استفہام لازم ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک کا اتصال أم کے ساتھ ہو اور دوسرے کا ہمزۂ استفہام کے ساتھ، جیسے أزیدٌ عندك أم عمرٌو؟ یعنی لاعلی التعیین ایک مخاطب کے پاس ہے۔ متکلم تعیین چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا عمرو؟ (الف) چنانچہ أرأیتَ زیداً أم عمراً کہنا صحیح نہیں، کیونکہ زیداً: ہمزہ کے ساتھ متصل نہیں (ب) اور اسی وجہ سے جواب میں صرف نعم یا لا کہنا کافی نہیں، دونوں میں سے ایک کی تعیین ضروری ہے۔

(۲) قاعدہ: أم کی دوسری قسم أم منقطعہ ہے۔ یہ أم: بل اور ہمزہ کے معنی میں ہوتا ہے یعنی أم منقطعہ میں پہلے والے کلام سے اعراض اور بعد والے کلام میں استفہام ہوتا ہے۔ جیسے کسی نے دور سے جانوروں کا گلہ دیکھا اور کہا: إنما لأبلٌ أم شاۃٌ؟ یعنی وہ اونٹ ہیں نہیں بلکہ کیا وہ بکریاں ہیں؟ یعنی اونٹ تو بالیقین نہیں، پس کیا وہ بکریاں ہیں؟

(۳) قاعدہ: جب کسی چیز پر إما کے ذریعہ عطف کیا جائے تو ضروری ہے کہ معطوف علیہ سے پہلے ایک اور إما ہو، أو کے ذریعہ عطف کرنے میں یہ بات ضروری

نہیں جیسے جاء نی إما زید وإما عمرٌو۔ اور یہ بات اس لئے ضروری ہے کہ سامع کو شروع ہی سے معلوم ہو جائے کہ کلام شک پر مبنی ہے۔

(۸-۱۰) لا، بل اور لکنْ کے ذریعہ معطوف اور معطوف علیہ میں سے ایک معین پر حکم لگایا جاتا ہے۔ جیسے جاء نی زید لا/ بل عمرٌو یعنی صرف عمرو آیا۔ ما قام زید لکنْ عمرٌو اور لکنْ کے لئے نفی لازم ہے، خواہ نفی لکنْ سے پہلے ہو یا بعد میں جیسے قام زید لکنْ عمرو لم یقم۔

ترجمہ: حروف عاطفہ: اور وہ واو اور فاء الخ ہیں —— (۱-۴) پس پہلے چار جمع کے لئے ہیں۔ پس واو مطلق جمع کے لئے ہے اس میں کوئی ترتیب نہیں ہوتی۔ اور فاء ترتیب کے لئے ہے اور ثم اس کے مانند ہے مہلت کے ساتھ اور حتی اس کے مانند ہے اور اس کا معطوف اس کے متبوع کا جزء ہوتا ہے، تا کہ وہ قوت یا ضعف کا فائدہ دے —— (۵-۷) اور أو، إما اور أم: مبہم طور پر دو چیزوں میں سے ایک کے لئے ہیں —— (قاعدہ) اور أم متصلہ: ہمزہ استفہام کے لئے لازم ہے، اس سے متصل آتی ہے دو مساوی چیزوں میں سے ایک چیز اور دوسری چیز ہمزہ سے متصل آتی ہے ان میں سے ایک کے ثبوت کے بعد تعیین طلب کرنے کے لئے —— (الف) اور اسی جگہ سے جائز نہیں أرأیت إلخ اور اسی جگہ سے اس کا جواب تعیین کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ ہاں! نا! کے ساتھ —— (قاعدہ) اور أم منقطعہ بل اور ہمزہ کی طرح ہے —— (قاعدہ) اور معطوف علیہ سے پہلے إما، دوسرے إما کے ساتھ لازم ہے اور أو کے ساتھ جائز ہے —— (۸-۱۰) اور لا اور بل اور لکنْ: دو چیزوں میں سے ایک معین چیز کے لئے ہیں اور لکنْ: نفی کے لئے لازم ہے۔

[٤-] حروف التنبيه:

ألَا، وأَمَا، وهَا.

[٥-]حروف النداء:

يَا: أَعَمُّهَا؛ وأيا، وهَيَا: للبعيد؛ وأَىْ، والهمزةُ: للقريب.

[٦-] حروف الإيجاب:

نَعَمْ، وبَلٰى، وإِىْ، وأَجَلْ، وجَيْرِ، وإِنَّ.

فنعم: مقرِّرَةٌ لما سَبقَها؛ وبلى: مختصة بإيجاب النفى؛ وإِىْ: للإثبات بعدَ الاستفهام؛ ويلزمها القَسَم، وأجل، وجَيْرِ، وإِنَّ: تصديق للمخْبِرِ.

(۴)حروف تنبیہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تنبیہ ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو مخاطب کی غفلت دور کرتے ہیں تا کہ وہ بات اچھی طرح سنے۔ یہ تین حروف ہیں: **ألاَ**، **أَمَا** اور **هَا**۔ پہلے دو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر آتے ہیں، جیسے ﴿**أَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ**﴾ سنو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ﴿**أَلاَ إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ**﴾ سنو! وہی لوگ فساد مچانے والے ہیں۔ **أَمَا لا تفعل الشر**: سن! برا کام مت کر۔ **أما إن زيداً لقائم**: سن! بیشک زید کھڑا ہے۔

اور **هَا** جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور مفرد پر بھی، جیسے **هَا هذا الكتاب سهلٌ جدًّا**: سنو یہ کتاب بہت ہی آسان ہے۔ اس میں **هَا** حرف تنبیہ ہے جو جملہ اسمیہ پر آیا ہے اور دوسرا **هَا** اسم اشارہ **ذا** پر آیا ہے وہ بھی حرف تنبیہ ہے جو مفرد پر آیا ہے۔

(۵)حروف ندا کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف ندا ہیں۔ یہ حروف مخاطب کو متوجہ کرنے کے

لئے ہیں۔حروف ندا پانچ ہیں: یا، أَیَا، هَیَا، أَیْ اور ہمزہ ـــــ ان میں سے یا سب سے عام ہے یعنی وہ ندائے قریب وبعید دونوں میں مستعمل ہے نیز وہ ندبہ اور استغاثہ میں بھی مستعمل ہے ـــــ اور أیا اور هَیَا: ندائے بعید کے لئے ہیں ـــــ اور أیْ اور ہمزہ ندائے قریب کے لئے ہیں۔

(٦) حروف ایجاب کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروفِ ایجاب ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ جواب دیا جاتا ہے۔ یہ چھ حروف ہیں: (۱) نَعَم: کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ جیسے أجاء زید؟ یا أما جاء زید؟ کے جواب میں نعم کہا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہاں بیشک زید آیا/نہیں آیا ـــــ (۲) بَلٰی: کلام منفی کے جواب میں آ کر اس کو مثبت کرتا ہے وہ اس کے ساتھ خاص ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟﴾ لوگوں نے جواب دیا: ﴿بَلٰی:﴾ کیوں نہیں! یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں ـــــ (۳) إِیْ: استفہام کے بعد اثبات کے لئے ہے اور اس کے ساتھ قسم ضروری ہے، جیسے ﴿أَحَقٌّ هُوَ؟﴾ جواب: ﴿إِیْ وَرَبِّیْ إِنَّهُ لَحَقٌّ﴾ (کیا عذاب آخرت واقعی امر ہے؟ جواب: ہاں قسم میرے پروردگار کی! وہ واقعی امر ہے) ـــــ (۴-۶) أَجَلْ، جَیْرِ اور إِنَّ: خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں۔ جیسے أجاء ك زید؟ جواب میں أَجَلْ یا جَیْرِ یا إِنَّ کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ صحیح کہتے ہیں زید میرے پاس آیا ہے۔

ترجمہ: حروفِ تنبیہ: ألا اور أما اور هَا ہیں ـــــ حروفِ ندا: یَا ان میں زیادہ عام ہے اور أیا اور هَیَا: بعید کے لئے ہیں اور أَیْ اور ہمزہ قریب کے لئے ہیں ـــــ حروفِ ایجاب: نعم الخ ہیں پس نعم: اس چیز کو ثابت کرنے والا ہے جو اس سے پہلے آئی ہے اور بلی: نفی کے کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اور إیْ: استفہام کے بعد

اثبات کے لئے ہے اور اس کے لئے قسم لازم ہے اور أجل، جَيْرِ اور أَنَّ: خبر دینے والے کی تصدیق کے لئے ہیں۔

[-٧] حروف الزيادة:

إِنْ، وأَنْ، وما، ولا، ومِنْ، والباء، واللام.

[-١] فإِنْ: مع ما النافية، وقَلَّتْ مع ما المصدرية، ولَمَّا.

[-٢] وأَنْ: مع لَمَّا، وبين لو والقَسَم، وقَلَّتْ مع الكاف.

[-٣] وما: مع إذا، ومتى، وأَيِّ، وأين، وإِنْ: شرطاً؛ وبعضِ حروفِ الجَرِّ، وقلَّتْ مع المضاف.

[-٤] ولا: مع الواو بعدَ النفى، وأَنِ المصدرية، وقَلَّتْ قَبلَ أُقْسِمُ، وشَذَّتْ مع المضاف.

[٥-٧] ومِنْ، والباء، واللام: تقدَّم ذكرها.

(۷) حروف زیادت کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف زیادت ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے معنی کچھ نہیں ہوتے، ان کو کلام میں زینت کے لئے لاتے ہیں۔ یہ آٹھ حروف ہیں: إنْ، أَنْ، مَا، لَا، مِنْ، ب، ل اور ك (مصنف رحمہ اللہ نے کاف کو چھوڑ دیا ہے)

(۱) إِنْ: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) ما نافیہ کے بعد (۲) ما مصدریہ کے بعد (۳) لَمَّا کے بعد، جیسے ما إنْ زيد قائم: زید کھڑا نہیں۔ انتظِرْ ما إِنْ يجلس الأمير: امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ لما إنْ جلستَ جلستُ: جب تک تو بیٹھے گا میں بیٹھوں گا ـــــ مگر ما مصدریہ اور لما کے ساتھ إنْ زائدہ کا استعمال قلیل ہے۔

(۲) أنْ: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) لَمَّا کے بعد جیسے ﴿فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ﴾

پس جب خوش خبری دینے والا آیا (۲) لو اور قسم کے درمیان، جیسے واللہ أن لو قام زید قمتُ: بخدا اگر زید کھڑا ہوگا تو میں کھڑا ہوؤنگا (۳) کاف جارہ کے ساتھ، مگر یہ استعمال قلیل ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے كَأَنْ ظَبْيَةٍ تعطو إلى نَاضِرِ السَّلَمِ: گویا ہرن جوتر وتازہ درخت سلم کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(۳) ما: تین جگہ زائد آتا ہے: (۱) کلمات شرط إذا، متى، أيٌّ، أين اور إنْ شرطیہ کے بعد، جیسے إذا ما/ متى ما صمتَ صُمتُ ﴿أَيًّامَا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحَسْنىٰ﴾ أينما تجلس أجلس، إِمَّا تَقُمْ أَقُمْ۔ إمَّا دراصل إنْ مَا ہے نون کا میم میں ادغام کیا ہے۔ (۲) حروف جر: ب، عن، مِنْ اور ك کے بعد جیسے فبما رحمة من الله، عما قليل ليصبحن نادمين، مما خطيئاتهم أغرقوا، زيد صديقي كما أن عمراً أخي (۳) مضاف کے بعد جیسے غضبتَ من غيرِ ما جُرْمٍ: آپ بلا وجہ ناراض ہوئے۔ مگر یہ استعمال بہت کم ہے۔

(۴) لا: چار جگہ زائد آتا ہے: (۱) واو عاطفہ کے بعد جبکہ وہ نفی کے بعد آیا ہو، جیسے ماجاء نی زید ولا عمرٌو (۲) أنْ مصدریہ کے بعد، جیسے ما منعك أن لا تسجد إذ أمر تك: تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے تجھے حکم دیا تھا؟! (۳) قسم سے پہلے جیسے لا أقسم بهذا البلد: میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں ـــــ مگر یہ استعمال کم ہے (۴) مضاف کے بعد جیسے شاعر کہتا ہے: في بئرِ لاحُوْرٍ سَرىٰ وما شَعَرَ! ہلاکت کے کنویں میں گرا اور اس کو احساس بھی نہ ہوا۔ حور: حائر کی جمع ہے: ہلاکت اور لا زائدہ ہے۔ مگر یہ استعمال شاذ ہے۔

(۵-۷) مِنْ، ب اور ل کا بیان حروف جر کے بیان میں گذر چکا (اسی طرح ك کا بیان بھی گذر چکا)

ترجمہ: حروف زیادت: إن الخ ہیں ـــــ (۱) پس إن: ما نافیہ کے ساتھ، اور بہت کم ما مصدریہ اور لما کے ساتھ ـــــ (۲) اور أن: لما کے ساتھ اور لو اور قسم

کے درمیان اور بہت کم کاف کے ساتھ ـــــــ (۳) اور ما: إذا، متی، أیّ، أین اور إن کے ساتھ درانحالیکہ وہ شرط کے لئے ہوں۔ اور بعض حروف جر کے ساتھ اور بہت کم مضاف کے ساتھ ـــــــ (۴) اور لا: واو کے ساتھ نفی کے بعد اور أن مصدریہ کے ساتھ اور بہت کم أقسم سے پہلے اور نادر ہے مضاف کے ساتھ ـــــــ (۵-۷) اور مِنْ اور باء اور لام کا تذکرہ پہلے آچکا۔

[۸-] حرفا التفسير

أیْ، وأَنْ: فأَنْ مختصةٌ بما فی معنی القول.

[۹-] حروف المصدر

ما؛ وأَنْ، وأَنَّ: فالأولان: للفعلية، وأَنَّ: للاسمية.

[۱۰-] حروف التحضيض

هَلَّا، وألَّا، ولولا، ولوما: لها صدر الكلام، ويَلْزَمها الفعل لفظاً أو تقديراً.

[۱۱-] حرفُ التوقُّع

قَدْ: وهی فی المضارع للتقليل.

(۸) حروف تفسیر کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تفسیر بھی ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو اجمال کی وضاحت کے لئے لائے جاتے ہیں۔ یہ دو حروف ہیں: أَیْ اور أَنْ ـــــ أَیْ: جملہ اور مفرد دونوں کی تفسیر کے لئے آتا ہے جیسے قتل زید بکراً: أی ضربه ضربا شدیاً اور

الغضنفر أی الأسد ـــــــ اورأَنْ: ایسے فعل کی تفسیر کرتا ہے جو بمعنی قول ہو، جیسے ﴿نَادَیْنَاهُ أَنْ یَا إِبْرَاهِیْمَ﴾ اس میں نادینا بمعنی قلنا ہے اور أن یا إبراهیم اسکی تفسیر ہے۔

(۹) حروف مصدریہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف مصدریہ بھی ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو فعل کو مصدری معنی میں یا جملہ کو مصدر کی تاویل میں کرتے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں: مَا، أَنْ اور أَنَّ۔ اول دو جملہ فعلیہ پر داخل ہوتے ہیں اور اس کو مصدر کے معنی میں کرتے ہیں۔ اور أَنَّ: جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کو بتاویل مصدر کرتا ہے، جیسے ﴿ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ زمین ان پر باوجود کشادگی کے تنگ ہوگئی ﴿فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوْا﴾ پس نہیں تھا ان کی قوم کا جواب مگر یہ کہ کہا انھوں نے۔ علمتُ أنك قائم: میں نے آپ کا کھڑا ہونا جانا۔

(۱۰) حروف تحضیض کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف تحضیض ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ مخاطب کو کسی کام پر ابھارا جاتا ہے یہ چار حروف ہیں: هَلَّا، أَلَّا، لَوْلَا اور لَوْمَا۔ یہ چاروں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں اور فعل پر داخل ہوتے ہیں، خواہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً اور خواہ فعل مضارع ہو یا فعل ماضی، جیسے هلا/ ألا/ لولا/ لَوما ضربتَ/ تَضْرِبُ زیداً: تو نے زید کو کیوں نہیں مارا/ مارتے (مگر جب فعل مضارع پر داخل ہوتے ہیں تو واقعۃً ابھارنا مقصود ہوتا ہے۔ اور جب ماضی پر داخل ہوتے ہیں تو ملامت کرنا اور شرمندہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے هَلَّا تضرب زیداً: زید کو آپ کیوں نہیں مارتے؟ یعنی مارنا چاہئے اور هلا أکرمتَ زیداً: آپ نے زید کا اکرام کیوں نہیں کیا؟ یعنی آپ کا یہ عمل قابل افسوس ہے)

(۱۱)حروف توقّع کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حرف توقع ہے۔ یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ ایسی بات کی خبر دی جاتی ہے جس کی امید ہوتی ہے۔ یہ صرف ایک حرف قد ہے۔ جیسے قد یقدَم المسافر الیومَ: آج امید ہے مسافر آئے گا۔ اور فعل مضارع پر قد کبھی تقلیل کے لئے بھی آتا ہے، جیسے قد یصدُقُ الکذُوْبُ: بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے (اور جب قد ماضی پر آتا ہے تو کبھی تقریب کے لئے اور کبھی تحقیق کے لئے ہوتا ہے، جیسے قد رکب: ابھی سوار ہوا۔ قد أفلح المؤمنون: مؤمنین یقیناً کامیاب ہوگئے)

ترجمہ: تفسیر کے دو حرف: أیْ اور أَنْ ہیں۔ پس أن خاص ہے اس فعل کے ساتھ جو بمعنی قول ہو ــــــ حروف مصدر: ما، أَنْ اور أَنَّ ہیں۔ پس پہلے دو جملہ فعلیہ کے لئے ہیں اور أَنَّ: جملہ اسمیہ کے لئے ــــــ حروف تحضیض: ھلاَّ إلخ ہیں ان کے لئے کلام کا شروع ہے اور ان کے لئے فعل لازم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ــــــ حرف توقع: قد ہے اور وہ مضارع میں تقلیل کے لئے ہے۔

[-۱۲] حرفا الاستفهام

الهمزةُ، وهل: لهما صدرُ الكلام، تقول:" أزيدٌ قائمٌ؟ و:" أقام زيد؟" ــــــ وكذلك هل.

[قاعدة] والهمزةُ: أَعَمُّ تصرفاً، تقول:" أزيداً ضربت؟" و: "أتضربُ زيداً وهو أخوك؟" و: "أزيدٌ عندك أم عَمْرٌو؟" و: ﴿ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ﴾ و: ﴿ أَفَمَنْ كَانَ﴾ و: ﴿أَوَمَنْ كَانَ﴾

(۱۲)استفہام کے دو حرفوں کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حروف استفہام ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جن کے ذریعہ

کوئی بات دریافت کی جاتی ہے۔ یہ دس حروف ہیں: أ (ہمزۂ مفتوحہ) هل، ما، مَن، ماذا، أيُّ، متى، أيَّان، أنّٰى اور أين۔ مصنف رحمہ اللہ نے ان میں سے صرف اول دو کو بیان کیا ہے ـــــ ہمزہ اور ھل دونوں جملہ کے شروع میں آتے ہیں، جیسے أ/هل زيد قائم؟۔ اور أ/ هل قام زيد؟

قاعدہ: ہمزہ کا استعمال ھل سے زیادہ ہے۔ یعنی ہمزہ ایسی جگہ بھی آتا ہے جہاں ھل نہیں آسکتا۔ مثلاً: (۱) ہمزہ کے بعد فعل آنا ضروری نہیں اور ھل فعل لفظی کو چاہتا ہے پس أزيداً ضربت؟ کہنا صحیح ہے مگر هل زيداً ضربتَ؟ کہنا صحیح نہیں۔ (۲) استفہام انکاری کے لئے صرف ہمزہ مستعمل ہے، ھل استعمال نہیں کیا جاتا، جیسے أتضرب زيداً وهو أخوك؟! کہنا صحیح ہے۔ مگر یہاں ھل استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ (۳) أم کے ساتھ بھی صرف ہمزہ آتا ہے ھل نہیں آتا۔ پس أزيد عندك أم عمرو؟ کہنا درست ہے، ھل اس جگہ استعمال نہیں کیا جاسکتا (۴) حروف عاطفہ پر بھی صرف ہمزہ داخل ہوتا ہے، جیسے أثم إذا وقع إلخ أفمن كان إلخ، أو من كان إلخ۔

فائدہ: مصنف رحمہ اللہ نے صرف دو حرف استفہام بیان کئے ہیں، باقی کا بیان درج ذیل ہے:

(۳) ما: غیر ذوی العقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے ما في يدك؟

(۴) مَن: ذوی العقول کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے من في الدار؟

(۵) ماذا: بھی کسی چیز کے بارے میں کوئی بات دریافت کرنے کے لئے ہے، جیسے ماذا تريد؟

(۶) أيُّ اور اس کا مؤنث أية ذوی العقول اور غیر ذوی العقول دونوں کے لئے ہیں، جیسے أيكم أقرأ؟ تم میں سے کون شاندار قرآن پڑھتا ہے؟ أي البلاد أحسن؟

أيتُهما أفضل منكن؟ بأی أرض تموت۔

(۷و۸) متی اور أيَّانَ: زمانہ دریافت کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے متی تذهب؟ أيان يوم الدين؟

(۹و۱۰) أنّٰی اور أين: جگہ دریافت کرنے کے لئے ہیں، جیسے أنّٰی لك هذا ؟ تیرے پاس یہ پھل کہاں سے آئے؟ أين بيتك: تیرا گھر کہاں ہے؟

ترجمہ: (۱۲) استفہام کے دو حرف: ہمزہ اور ھل ہیں، دونوں کے لئے کلام کا شروع ہے، کہیں آپ: أزيد قائم اور أقام زيد ـــــ اور اسی طرح هل ـــــ (قاعد) اور ہمزہ زیادہ عام ہے استعمال کے اعتبار سے۔

[۱۳-]حروف الشرط

إِنْ: ولو، وأَمَّا: لها صدرُ الكلام.

[۱و۲] فإِنْ للاستقبال، وإن دخل على الماضی، ولو: عكسُه، وتَلْزَمَانِ الفعلَ: لفظاً أو تقديراً.

ومن ثَمَّ: قيل: "لو أنكَ" بالفتح، لأنه فاعل؛ وانطلقتُ: بالفعل، موضِعَ منطَلِق، ليكون بالعِوَضِ؛ فإن كان جامداً جاز لتعذُّره.[۱]

(۱۳) حروف شرط کا بیان

حروف عاملہ میں سے حروف شرط ہیں۔ یہ وہ حروف ہیں جو کسی چیز کا دوسری چیز کے لئے شرط وسبب ہونا بتاتے ہیں۔ یہ تین حروف ہیں: إنْ، لو اور أَمَّا۔ یہ تینوں صدارتِ کلام کو چاہتے ہیں یعنی کلام کے شروع میں آتے ہیں۔

(۱و۲) إنْ: استقبال کے لئے ہے چاہے ماضی پر داخل ہو، جیسے إن تُكرمنی أكرمك اور إن أكرمتنی أكرمتك: دونوں کا مطلب ہے اگر تو میرا اکرام کرے گا

تو میں تیرا اکرام کرونگا ـــــ اور لواس کے برعکس ہے یعنی وہ زمانۂ ماضی کے لئے ہے چاہے مضارع پر داخل ہو، جیسے لو ضربتَ ضربتُ اورلو تضرب أضرب: دونوں کا مطلب ہے: اگرتو نے مارا ہوتا تو میں مارتا ـــــ اور دونوں کے لئےفعل لازم ہے یعنی دونوں کے بعد فعل آنا ضروری ہے، خواہ لفظاً آئے یا تقدیراً۔ فعل لفظی کی مثالیں اوپر آگئیں۔ اور فعل تقدیری کا مطلب یہ ہے کہ وہاں فعل مقدر مانا جاسکتا ہو، جیسے﴿ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ﴾ یہاں أحد سے پہلے استجارك مقدر ہے اور﴿ وَلَوْ أَنْـتُمْ تَمْلِكُوْنَ﴾ یہاں أنتم درحقیقت بعد میں ہے۔

(۱) یہ ایک اعتراض کا جواب ہے: عرب کہتے ہیں:لو أنك انطلقتَ: انطلقتُ: اگرآپ چلیں گےتو میں چلونگا۔اس پر تین سوال ہیں: پہلاسوال یہ ہے کہ لو کے بعدفعل لازم ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا، اوراس مقولہ میں لو کے بعد فعل نہیں ہے۔ دوسرا سوال: أن(مفتوحہ) کیوں ہے إن مکسور کیوں نہیں ہے؟ تیسرا سوال: إنَّاورأَنَّ کی خبرمشتق ہوتی ہے، اصل یہی ہے، پھراس مقولہ میں خبرفعل انطلقتَ کیوں ہے؟

مصنف رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ لو کے بعد فعل انطلق مقدر ہےاور جملہ أنك انطلقتَ بتاویل مفرد ہوکراس کا فاعل ہے، اس لئے أنك کہتے ہیں۔ إنك نہیں کہتے، کیونکہ إن خود صدارتِ کلام کو چاہتا ہے، پھروہ مفرد بن کر فاعل نہیں بن سکتا۔ اور أن کی خبرمشتق منطلق کے بجائے انطلقتَ اس لئے لاتے ہیں کہ وہ فعل مقدر کا عوض اور یادگار بن جائے ـــــ ہاں اگرخبر کوئی اسم جامد ہوتو مجبوری ہے جیسے﴿وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ﴾اس میں اقلام اسم جامد ہےاوروہ أن کی خبر ہے یہ تو مجبوری کی بات ہے، ورنہ أن کی خبر بجائے اسم مشتق کےفعل لاتے ہیں تا کہ وہ فعل مقدر کی یادتازہ کرے۔

ترجمہ: (۱۳) حروف شرط: إن، لو اور أمَّا ہیں، ان کے لئے کلام کا شروع ہے ـــــ (اور) پس إنْ: استقبال کے لئے ہے اگرچہ وہ ماضی پر داخل ہو، اور لو اس کے برعکس ہے اور دونوں کے لئے فعل لازم ہے خواہ لفظی ہو یا تقدیری ـــــ اور اس جگہ سے کہا گیا: لو أنك فتح کے ساتھ اس لئے کہ وہ فاعل ہے اور کہتے ہیں انطلقتُ فعل کے ساتھ منطلق کی جگہ میں تاکہ ہو وہ عوض (بدلہ) میں۔ پس اگر خبر اسم جامد ہو تو جائز ہے، فعل کے دشوار ہونے کی وجہ سے۔

[قاعدة][1] وإذا تقدَّم القَسَمُ أولَ الكلام على الشرط: لَزِمَه الماضى لفظاً أو معنىً، فيطابقُ فيه؛ وكان الجوابُ للقَسَم لفظاً، مثلُ: "واللّٰهِ! إنْ أتيتَنِىْ، أو: إن لم تأْتِنِىْ: لأكرمتُك"

وإن توسَّطَ بتقديم الشرط، أو غيره: جاز أن يُعتبر، وأن يُلْغٰى، كقولك: "أنا واللّٰهِ! إنْ تَأْتِنِىْ آتِكَ" و:" إنْ أَتَيْتَنِىْ واللّٰهِ! لآتِيَنَّكَ"

[قاعدة] وتقدير القَسَم كاللفظ، مثلُ: "﴿لَئِنْ أُخرِجُوْا لَايَخرُجُوْنَ﴾ و: ﴿إنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ﴾[2]

(۱) قاعدہ: جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آئے تو حرفِ شرط کے بعد فعل ماضی لانا ضروری ہے خواہ وہ لفظاً ماضی ہو یا معنیً، جیسے واللہ! إن أَتَيْتَنِىْ لأكرمتُك (لفظاً ماضی کی مثال) واللہ إن لم تأتنى لأكرمتك (معنیً ماضی کی مثال کیونکہ لم مضارع کو ماضی منفی کرتا ہے) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف شرط جواب قسم میں عمل نہیں کر رہا اس لئے وہ ماضی میں بھی عمل نہیں کرے گا۔ پس عدم عمل میں دونوں یکساں ہو جائیں گے اور اب آگے جو جواب آرہا ہے وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا۔ حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہے نہ قسم کا۔ کیونکہ اگر وہ شرط کا جواب

ہوگا تو مجزوم ہوگا اور قسم کا جواب ہوگا تو غیر مجزوم ہوگا اور یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں۔ البتہ وہ معنیً دونوں کا جواب ہے۔ قسم کا اس اعتبار سے کہ قسم اس پر واقع ہے اور شرط کا اس اعتبار سے کہ وہ مشروط ہے۔

اور اگر قسم شروع کلام میں نہ آئے بلکہ حرف شرط پہلے آئے یا کوئی اور چیز پہلے آئے تو ایک کا اعتبار کرنا اور ایک کو ملغی کرنا جائز ہے۔ جیسے أنا واللہ! إن تأتِنِی آتِكَ: میں بخدا! اگر تو میرے پاس آیا تو میں تیرے پاس آؤنگا (اس میں غیر قسم پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور إن کے بعد فعل مضارع آیا ہے اس لئے شرط کو لغو کردیا) إنْ أَتَیْتَنِیْ واللہ! لآتِیَنَّكَ: اگر تو میرے پاس آئے گا بخدا! تو میں ضرور تیرے پاس آؤنگا (اس میں حرف شرط مع جملہ شرطیہ پہلے آیا ہے اور قسم درمیان میں اور إن کے بعد فعل ماضی آیا ہے اس لئے قسم کو لغو کردیا اور حرف شرط کا اعتبار کیا)

(۲) قاعدہ: شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا حکم مثل قسم ملفوظ کے ہے یعنی حرف شرط کے بعد فعل ماضی آنا ضروری ہے اور آگے جو جواب قسم آئے گا وہ صرف لفظوں کے اعتبار سے جواب قسم ہوگا، اور حقیقت میں وہ نہ شرط کا جواب ہوگا نہ قسم کا۔ جیسے ﴿لَئِنْ أُخْرِجُوْا لَایَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ﴾ یہاں قسم مقدر ہے ۔أی واللہ لئن أخرجوا۔ دوسری مثال ﴿وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ﴾ یہاں بھی قسم مقدر ہے أی واللہ إن أطعتموهم: پس دونوں جگہ إن کے بعد فعل ماضی آیا ہے اور لایخرجون اور إنکم لمشرکون جواب قسم ہیں۔

ترجمہ: (قاعدہ) اور جب قسم کلام کے شروع میں شرط سے پہلے آئے تو اس کے لئے ماضی لازم ہے خواہ لفظاً ہو یا معنیً پس شرط جواب کے مطابق ہوجائے گی اور ہوگا جواب: قسم کے لئے لفظی طور پر ــــــ اور اگر قسم درمیان میں آئے شرط یا غیر شرط کی تقدیم کی وجہ سے تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے اور یہ کہ وہ بے عمل کردی جائے،

..........(قاعدہ) اور قسم کو مقدر ماننا مانند ملفوظ کے ہے،...........

[۳-] وأمَّا: للتفصيل:

والتُزِمَ حذفُ فعلها، وعُوِّضَ بينها وبين فائها جزءٌ مما في حَيِّزِها مطلقاً، وقيل: هو معمول المحذوف مطلقاً، مثلُ: أَمَّا يومَ الجمعة فزيدٌ منطلقٌ؛ وقيل: إن كان جائزَ التقديم: فمن الأول: وإلا فمن الثاني.

تیسرا حرفِ شرط أَمَّا ہے۔ یہ حرف: مجمل کی تفصیل کے لئے ہے، جیسے لقيتُ إخوتَك: فأما زيد فأكرمني، وأما عمروٌ فسَبَّنِيْ: میں آپ کے بھائیوں سے ملا: پس رہا زید تو اس نے میرا اکرام کیا، اور رہا عمرو تو اس نے مجھے گالی دی۔

اور إن اور لو کی طرح أَمَّا شرطیہ کے بعد بھی فعل آنا ضروری ہے، مگر کثرت استعمال کی وجہ سے ہمیشہ اس فعل کو حذف کر دیتے ہیں۔ کہتے ہیں: أما زيدٌ فمنطلقٌ اس کی تقدیر عبارت ہے مهما يكن من شيئ فزيد منطلق. مهما کو حذف کر کے اس کی جگہ أما لائے۔ پھر يكن من شيئ کو حذف کر کے اس کی جگہ زید کو لائے جو فاء جزائیہ کے ماتحت کی ایک چیز ہے۔ دوسرا استعمال ہے: أما يومَ الجمعة فزيد منطلق۔ اس کی تقدیر عبارت ہے مهما يكن من شيئ يومَ الجمعة فزيد منطلق۔ مهما کو حذف کیا۔ اس کی جگہ أما کو لائے۔ پھر يكن من شيئ کو حذف کیا اور اس کی جگہ فعل شرط کے معمول يوم الجمعة کو رکھ دیا۔ اب نحویوں میں اختلاف ہو گیا۔ سیبویہ کہتے ہیں کہ فعل شرط کو حذف کر کے اس کے عوض میں أما اور فاء جزائیہ کے درمیان اس چیز کا کچھ حصہ لاتے ہیں جو درحقیقت فاء کے تحت ہے۔ فاء کے تحت زید منطلق: مبتدا خبر ہیں۔ ان میں سے مبتدا کو أما کے بعد لے آتے ہیں اور مبرد کہتے ہیں کہ عوض میں لایا ہوا جزء فاء کا ماتحت نہیں ہوتا، بلکہ فعل محذوف (فعل شرط) کا معمول ہوتا ہے۔ جیسے مثال بالا میں يومَ الجمعة فعل شرط کا معمول ہے۔ اور مازنی

کہتے ہیں کہ اگر فاء کے بعد والے جزء کی تقدیم کے لئے فاء جزائیہ کے علاوہ کوئی چیز مانع نہ ہو تو سیبویہ کی بات ٹھیک ہے، اسی کو مقدم کریں گے۔ اور اگر وہ جزء جائز التقدیم نہ ہو یعنی فاء جزائیہ کے علاوہ اور بھی کوئی چیز مانع تقدیم ہو تو پھر مبرد کی رائے صحیح ہے کہ فعل محذوف کو درمیان میں لائیں گے (اور مطلقاً کا مطلب دونوں جگہ یہ ہے کہ خواہ فاء جزائیہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانع تقدیم ہو یا نہ ہو)

ترجمہ: (۱۳) اور أما تفصیل کے لئے ہے ـــــ اور اس کے فعل کے حذف کا التزام کیا گیا ہے۔ اور بدلہ میں لایا گیا ہے أما کے درمیان اور اس کے فاء کے درمیان کوئی جزء اس میں سے جو فاء کے حیز (ماتحت) میں ہے ہر حال میں یعنی کوئی اور چیز مانع تقدیم ہو یا نہ ہو اور کہا گیا: وہ محذوف کا معمول ہے ہر حال میں............ اور کہا گیا: اگر وہ جائز التقدیم ہے تو اول سے ہے ورنہ پس ثانی سے ہے۔

[١٤-] حرفُ الرَّدْع

كَلَّا: وقد جاء بمعنى حَقًّا.

[١٥-] تاءُ التأنيث الساكنةُ

تَلْحَقُ الماضىَ لتأنيث المسند إليه، فإن كان ظاهراً غيرَ حقيقى: فمخيَّرٌ.

[تنبيه] وأما إلحاق علامة التثنية والجمعين: فضعيف.

[١٦-] التنوين:

نونٌ ساكنةٌ تَتْبَعُ حَرْكَةَ الآخِرِ، لا لتأكيد الفعل.

وهو: للتمكن، والتنكير، والعِوَض، والمقابلة، والترنُّم.

[قاعدة] ويُحذف من العَلَم، موصوفاً بابنٍ، مضافًا إلى عَلَمٍ آخر.(١)

(۱۴)حرف رَدع کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے حرف رَدع ہے۔ یہ وہ حرف ہے جس کے ذریعہ کسی کو جھڑکا جاتا ہے۔ یہ صرف ایک حرف کَلَّا ہے۔ جیسے ﴿كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴾ ہرگز نہیں! عنقریب جان لوگے —— اور کَلَّا کبھی حقًّا کے معنی میں بھی آتا ہے یعنی مضمون جملہ کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے۔ جیسے ﴿كَلَّا إِنَّ الإِنْسَانَ لَيَطْغٰى﴾ بالتحقیق انسان یقیناً سرکشی کرتا ہے۔

فائدہ: کلا: چار طرح مستعمل ہے: (۱) ردع: جھڑکنے کے لئے (مثال گذر چکی) (۲) خبر کے بعد، جیسے ﴿يَقُوْلُ! رَبِّيْ أَهَانَنِ﴾ وہ کہتا ہے: میرے رب نے میری قدر گھٹادی ﴿كَلَّا﴾ ہرگز نہیں (۳) امر کے بعد جیسے اِضْرِبْ زیداً کے جواب میں کلا کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کو ہرگز نہیں مارونگا (۴) جملہ کے مضمون کو مؤکد کرنے کے لئے (مثال گذر چکی)

(۱۵)تائے تانیث ساکنہ کا بیان

حروف غیر عاملہ میں سے تائے تانیث ساکنہ ہے۔ یہ وہ ساکن تاء ہے جو فعل ماضی کے صیغۂ واحد مؤنث غائب کے آخر میں لگتی ہے اور یہ بتاتی ہے کہ اس کا فاعل یا نائب فاعل مؤنث آنا چاہئے، جیسے ضَرَبَتْ / ضُربتْ فاطمةُ —— پھر اگر مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کو مذکر و مؤنث دونوں طرح لا سکتے ہیں۔ جیسے طلعتْ / طلع الشمس۔

تنبیہ: جب مسند الیہ (فاعل یا نائب فاعل) اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ وجمع کی علامت لاحق کرنا ضعیف ہے مثلاً ضربا الرجلان اور ضربوا الرجالُ کہنا صحیح نہیں۔ ایسی صورت میں فعل ہمیشہ واحد آئے گا صرف واحد مؤنث غائب کے

صیغہ کے ساتھ تائے تانیث لگانے کی گنجائش ہے۔

(۱۶)تنوین کا بیان

تنوین: وہ نون ساکن ہے جو کلمہ کی آخری حرکت کے تابع ہوتی ہے، جو فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی (اور تنوین کو نون کی صورت میں نہیں لکھتے، بلکہ کلمہ کی آخری حرکت کو دُوہرا کردیتے ہیں زیدُنْ، زیدَنْ، زیدِنْ کو زیدٌ، زیداً اور زیدٍ لکھتے ہیں)

تنوین کی پانچ قسمیں ہیں: تنوینِ تمکُّن، تنوین تنکیر، تنوین عوض، تنوین مقابلہ اور تنوین ترنُّم:

(۱) تنوین تمکّن: وہ تنوین ہے جو اسم متمکن یعنی اسم غیر منصرف کے آخر میں آتی ہے، جو لفظ کے منصرف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے زیدٌ، کتابٌ، رجلٌ وغیرہ کی تنوین۔

(۲) تنوین تنکیر: وہ تنوین ہے جو کسی اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے صَہٍ (کسی وقت خاموش ہو) یہ نکرہ ہے اور صَہْ معرفہ ہے اور جزم پر مبنی ہے جس کے معنی ہیں ابھی خاموش ہو۔

(۳) تنوین عوض: وہ تنوین ہے جو مضاف پر مضاف الیہ کے عوض میں آتی ہے۔ جیسے حینئذ، یومئذ دونوں کا مضاف الیہ کان کذا محذوف ہے، اس کے بدل ذال پر تنوین آئی ہے۔

(۴) تنوین مقابلہ: وہ تنوین ہے جو مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہے، جیسے مسلماتٌ۔ یہ تنوین جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلہ میں ہے۔

(۵) تنوین ترنّم: یہ وہ تنوین ہے جو شعر کے آخر میں یا مصرعہ کے آخر میں آواز میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے لائی جاتی ہے۔ جیسے:

أقِلِّی اللَّوْمَ، عَاذِلَ! والعِتَابَنْ ❁ وقَوْلِیْ إنْ أَصَبْتُ: لقد أَصَابَنْ

(اے ملامت کرنے والی! ملامت اور عتاب کم کر÷ اور کہہ تو ـــــ اگر میں نے درست کام کیا ہے ـــــ کہ درست کام کیا اس نے)

(۱) قاعدہ: وہ علم (نام) جس کی صفت ابن یا ابنۃ آئے اور وہ ابن/ابنۃ دوسرے علم (نام) کی طرف مضاف ہو تو موصوف پر سے تنوین کو تخفیف کے لئے حذف کردیتے ہیں۔ جیسے جاء نی زیدُ بنُ عمرَ (اور اگر موصوف علم نہ ہو یا ابن دوسرے علم کی طرف مضاف نہ ہو تو تنوین محذوف نہ ہوگی، جیسے جاء نی رجلٌ ابنُ زید، وجاء نی زیدٌ ابن عالم)

ترجمہ: حرف ردع: کلا ہے اور تحقیق وہ بمعنی حقًّا آیا ہے ـــــ (۱۵) تائے تانیث ساکنہ: ماضی کے ساتھ ملتی ہے مسند الیہ کے مؤنث ہونے کے وقت۔ پس اگر مسند الیہ (فاعل) اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو اختیار دیا ہوا ہے ـــــ (تنبیہ) رہا تثنیہ اور دو جمعوں کی علامت کا ملانا تو وہ ضعیف ہے ـــــ (۱۶) تنوین: نون ساکنہ ہے آخر کی حرکت کے پیچھے آتی ہے، فعل کی تاکید کے لئے نہیں ہوتی اور وہ تمکن الخ کے لئے ہے ـــــ (قاعدہ) اور حذف کی جاتی ہے نام سے درانحالیکہ وہ ابن کے ساتھ صفت لایا گیا ہو، درانحالیکہ وہ دوسرے نام کی طرف مضاف ہو۔

[۱۷-] نونُ التاكيد:

خفيفة ساكنة، ومشدَّدَةٌ مفتوحة مع غير الألف.

[قاعدة] تختصُّ بالفعل المستقبل: فى الأمر، والنهى، والاستفهام، والتمنى، والعرض، والقَسَم، وقلَّتْ فى النفى.(۱)

[قاعدة] ولَزِمَتْ فى مُثْبَتِ القسم، وكثرتْ فى مثل: "إِمَّا تفعَلَنَّ"(۲)

[قاعدة] وما قبلَها مع ضمير المذكرين مضموم، ومع المخاطبة مكسور، وفيما عدا ذلك مفتوح؛ وتقول فى التثنية وجمع المؤنث:

اِضْرِبَانِّ، واضْرِبْنَانِّ؛ ولا تدخلهما الخفيفة، خلافاً ليونس.(۳)

[قاعدة] وهما في غيرهما: مع الضمير البارز كالمنفصل، فإن لم يكن فكالمتصِّلِ.(٤)

ومن ثَمَّ قيل: هل تَرَيَنَّ، وتَرَوُنَّ، وتَرَيِنَّ؛ واغْزُوَنَّ، واغْزُنَّ، واغْزِنَّ.

[قاعدة] والمُخَفَّفَةُ تُحْذَفُ للساكن وفي الوقف، فَيُرَدُّ ما حُذِفَ؛ والمفتوحُ ما قبلَها تُقْلَبُ أَلِفًا.(٥)

[تَمَّتْ]

نون تاکید کا بیان

نونِ تاکید: وہ نون ہے جو فعل مضارع کے آخر میں لگتا ہے اور فعل کے معنی میں تاکید پیدا کرتا ہے۔ جیسے یفعل: کرتا ہے یا کرے گا وہ ایک مرد اور لَیَفْعَلَنَّ: ضرور بالضرور کرے گا وہ ایک مرد۔ (نون تاکید لگنے کے بعد مضارع میں سے حال کے معنی ختم ہوجاتے ہیں اور وہ استقبال کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے) اس نون کی دو قسمیں ہیں: خفیفہ اور ثقیلہ (مشدّدہ) نون خفیفہ ساکن ہوتی ہے وہ جزم پر مبنی ہوتی ہے، کیونکہ مبنی میں اصل سکون ہے۔ اور نون ثقیلہ فتح پر مبنی ہوتی ہے، مگر تثنیہ کے چار صیغوں میں اور جمع مؤنث غائب وحاضر کے دو صیغوں میں جن میں نونِ فاعلی اور نونِ تاکید کے درمیان فصل کرنے کے لئے الف آتا ہے اس میں نونِ مشددہ مکسور ہوتا ہے۔

آگے مصنف رحمہ اللہ نون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ کے احکام بیان کریں گے، اس لئے ذیل میں دونوں کی گردانیں دی جاتی ہیں۔ طلبہ ان میں چار باتیں بغور دیکھ لیں: (۱) نون ثقیلہ کتنے صیغوں میں لگتا ہے اور نون خفیفہ کن صیغوں میں؟ (۲) اور نون ثقیلہ کہاں مبنی بر فتح ہوتا ہے اور کہاں اس پر کسرہ آتا ہے؟ (۳) اور نون سے پہلے والے حرف کی کیا حرکت ہوتی ہے؟ (۴) اور جمع کا واو، اور واحد مؤنث حاضر کی یاء کس طرح

حذف ہوتی ہے؟

لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ وخفیفہ کی گردانیں

لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع معروف	لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ در فعل مضارع مجہول	لام تاکید بانون تاکید خفیفہ در فعل مضارع معروف	لام تاکید بانون تاکید خفیفہ در فعل مضارع مجہول
لَیَفْعَلَنَّ (ضرور کریگا وہ ایک مرد)	لَیُفْعَلَنَّ (ضرور کیا جائیگا وہ ایک مرد)	لَیَفْعَلَنْ (ضرور کریگا وہ ایک مرد)	لَیُفْعَلَنْ (ضرور کیا جائیگا وہ ایک مرد)
لَیَفْعَلَانِّ	لَیُفْعَلَانِّ	....	....
لَیَفْعَلُنَّ	لَیُفْعَلُنَّ	لَیَفْعَلُنْ	لَیُفْعَلُنْ
لَتَفْعَلَنَّ	لَتُفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَنْ	لَتُفْعَلَنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَیَفْعَلْنَانِّ	لَیُفْعَلْنَانِّ	....	....
لَتَفْعَلَنَّ	لَتُفْعَلَنَّ	لَتَفْعَلَنْ	لَتُفْعَلَنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَتَفْعَلُنَّ	لَتُفْعَلُنَّ	لَتَفْعَلُنْ	لَتُفْعَلُنْ
لَتَفْعَلِنَّ	لَتُفْعَلِنَّ	لَتَفْعَلِنْ	لَتُفْعَلِنْ
لَتَفْعَلَانِّ	لَتُفْعَلَانِّ	....	....
لَتَفْعَلْنَانِّ	لَتُفْعَلْنَانِّ	....	....
لَاَفْعَلَنَّ	لَاُفْعَلَنَّ	لَاَفْعَلَنْ	لَاُفْعَلَنْ
لَنَفْعَلَنْ	لَنُفْعَلَنَّ	لَنَفْعَلَنْ	لَنُفْعَلَنْ

(۱) قاعدہ: نون خفیفہ اور ثقیلہ فعل مستقبل کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہ فعل ماضی میں نہیں لگتے۔ مضارع میں لگتے ہیں۔ اور جب مضارع میں یہ نون آتے ہیں تو اس میں سے حال کے معنی ختم ہو جاتے ہیں۔ صرف استقبال کے معنی باقی رہتے ہیں اور یہ نون اس فعل مضارع میں بھی لگتے ہیں جو امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض اور قسم کے ضمن میں پایا جاتا ہے۔ البتہ فعل مضارع منفی میں بہت کم لگتا ہے۔ جیسے اِفْعَلْ سے إفعلَنَّ (امر حاضر معروف بانون ثقیلہ) لِتُفْعَلَنَّ (امر حاضر مجہول بانون ثقیلہ) إِفْعَلَنْ (امر حاضر معروف بانون خفیفہ) لِتُفْعَلَنْ (امر حاضر مجہول بانون خفیفہ)

نہی کی مثالیں: لا یَفْعَلْ سے لا یفعَلَنَّ، لا یُفْعَلَنَّ، لا یَفْعَلَنْ، لا یُفْعَلَنْ۔

استفہام کی مثالیں: یَقْتُلُ سے هل یَقْتُلَنَّ؟ هل یُقْتَلَنْ؟ هل یَقْتُلَنَّ هل یُقْتَلَنْ؟

تمنی کی مثالیں: تَأْكُلُ سے لیتك تَاكُلَنَّ! لیتك تُؤْكَلَنَّ! لیتك تأكُلَنْ! لیتك تؤكَلَنْ.

عرض کی مثالیں: تَنْزِلُ سے ألَا تَنْزِلَنَّ! ألا تُنْزَلَنَّ! ألا تنزلَنْ! ألا تُنْزَلَنْ!

قسم کی مثالیں: آكُلُ سے واللہ! لآكُلَنَّ/ لأوكَلَنَّ/ لآكُلَنْ/ لأوكَلَنْ.

اور فعل مضارع منفی جیسے لا یفعلُ میں یہ نون بہت کم لگتے ہیں۔

اور جب فعل مضارع مذکورہ چھ امور کے ضمن میں پایا جاتا ہے تو ان میں نون تاکید اس لئے لگتے ہیں کہ ان میں بھی طلب کے معنی ہیں۔ اور نون تاکید طلبِ حصولِ شئ کی تاکید ہی کے لئے آتے ہیں۔ اسی لئے فعل ماضی پر اور اس فعل مضارع پر جو بمعنی حال ہوتا ہے یہ نون نہیں لگتے، کیونکہ وہ طلب کے معنی سے خالی ہوتے ہیں۔

(۲) قاعدہ: جوابِ قسم اگر مثبت ہو تو اس میں نون تاکید کا ہونا لازم ہے، جیسے واللہ لآكلنَّ۔ اسی طرح اس فعل شرط میں جس کے حرف شرط إن کے بعد تاکید کے لئے ما زائدہ لایا گیا ہو: نون تاکید بکثرت آتا ہے جیسے إما تفعلَنَّ اور ﴿فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا﴾ (إِمَّا میں إنْ کا نون مَا کی میم میں مدغم ہے)

(۳) قاعدہ: نون کا ماقبل دو صیغوں میں مضموم ہوتا ہے: جمع مذکر غائب اور جمع مذکر حاضر میں اور ایک صیغہ میں یعنی واحد مؤنث حاضر میں مکسور ہوتا ہے۔ اور باقی صیغوں میں مفتوح ہوتا ہے اور تثنیہ کے چار صیغوں میں چونکہ نون سے پہلے الف ہوتا ہے جو ساکن ہوتا ہے اس لئے الف کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے اسی طرح جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغوں میں بھی نون سے پہلے الف ہوتا ہے اس لئے وہاں بھی الف سے پہلے والا حرف مفتوح ہوگا۔ آپ امر کی گردان میں کہیں گے: اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ۔ اور ان چھ صیغوں میں (تثنیہ کے چار صیغے اور دو جمع مؤنث غائب و حاضر کے) نون خفیفہ نہیں لگتا، کیونکہ دو ساکنوں کا جمع ہونا لازم آئے گا، باقی آٹھ صیغوں میں نونِ خفیفہ لگے گا البتہ یونس نحوی یہ کہتے ہیں کہ ان چھ صیغوں میں بھی لگتا ہے کیونکہ التقائے ساکنین علی غیر حدہ (یعنی کلمہ کے آخر میں) جائز ہے۔

(۴) قاعدہ: اگر فعل معتل الآخر ہو یعنی اس کے آخر میں حرف علت ہو، جیسے یرمِیْ، یَغْزُوْ تو تثنیہ کے چار صیغوں اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے دو صیغوں کا حال تو صحیح جیسا ہوتا ہے۔ اور ان دو کے علاوہ میں جب ان کے ساتھ ضمیر بارز (واو جمع مذکر غائب و حاضر اور یاء واحد مؤنث حاضر) متصل ہو تو کلمہ منفصل جیسا ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح فعل معتل کے آخر میں کلمۂ منفصل لاحق ہوتے وقت کبھی واو اور یاء حذف ہو جاتے ہیں اور کبھی ان پر ضمہ یا کسرہ آتا ہے اسی طرح جب نون تاکید لاحق ہوتا ہے تو کہیں واو اور یاء گر جاتے ہیں اور کہیں ان پر ضمہ اور کسرہ آتا ہے۔

اور جب ضمیر بارز متصل نہ ہو بلکہ ضمیر مستتر ہو تو اس وقت نون تاکید کلمہ متصلہ جیسا ہوتا ہے۔ اور کلمہ متصلہ سے مراد تثنیہ کا الف ہے۔ پس جس طرح معتل کے آخر میں الف تثنیہ لاحق ہونے سے واو اور یاء کو مفتوح ذکر کرتے ہیں، اسی طرح حذف شدہ واو اور یاء کو لوٹائیں گے اور اس کو فتح دیں گے۔

مثالیں:

(۱)هل ترىٰ؟ میں جب نون لگائیں گے تو کہیں گے: هل تَرَيَنَّ؟ جیسے تثنیہ میں کہیں گے: هل تَرَيَانِّ۔ کیونکہ ترى میں ضمیر مستتر ہے پس نون تاکید کلمہ متصلہ (الف تثنیہ) کی طرح ہوگی۔

(۲)هل تَرَوْنَ؟ میں جب نون لگائیں گے تو کہیں گے: هل تَرَوُنَّ نون جمع کو ساقط کردیں گے اور اس کی جگہ نون تاکید لے آئیں گے اور واو کو ضمہ دیں گے (اس مثال میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمۂ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے چنانچہ ضمیر بارز کو نون کی وجہ سے ضمہ دیا گیا ہے)

(۳)اور هل تَرَيْنَ میں کہیں گے: هل تَرَيِنَّ یعنی یاء کو باقی رکھیں گے اور اس کو کسرہ دیں گے۔ اس مثال میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہے اس لئے نون کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا ہے۔

اور تین مثالیں ایسی ہیں جن پر هل داخل نہیں ہوا:

(۱) أُغْزُ میں کہیں گے أُغْزُوَنَّ: اس میں ضمیر مستتر ہے اس لئے وہ کلمہ متصلہ کی طرح ہے پس جس طرح تثنیہ میں واو محذوف کو لوٹا کر أُغْزُوَا کہتے ہیں، یہاں بھی واو محذوف کو لوٹا کر أُغْزُوَنّ کہیں گے۔

(۲)أُغْزُوْا میں کہیں گے أُغْزُنَّ: واو کو حذف کردیں گے اور اس کے ماقبل کا ضمہ باقی رکھیں گے تاکہ واو پر دلالت کرے۔ اس میں ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

(۳)أُغْزِيْ میں کہیں گے: أُغْزِنَّ یعنی یاء کو حذف کردیں گے اور اس کے ماقبل کسرہ باقی رکھیں گے۔ اس میں بھی ضمیر بارز متصل ہے اس لئے نون کلمہ منفصلہ کی طرح ہوگیا ہے۔

(۵) قاعدہ:

(۱) نون خفیفہ کے بعد کوئی ساکن آئے تو نون خفیفہ بوجہ التقائے ساکنین گر جاتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

لَاتُھِینَ الْفقیرَ عَلَّكَ أن ۞ ترْكَعَ یوماً والدَّھْرُ قد رَفَعَہْ

(ہرگز فقیر کو ذلیل مت کر، ہوسکتا ہے کہ تو کسی دن اپنے مرتبہ سے گر جائے اور زمانہ اس فقیر کو بلند مرتبہ کردے) اس میں لا تُھِیْنَ دراصل لا تُھِیْنَنْ تھا، آگے الفقیر کا لام ساکن آیا تو نون خفیفہ کو گرا دیا۔

(۲) نون خفیفہ حالت وقف میں بھی گر جاتا ہے۔ اور وہ حرف جو نون خفیفہ کے لاحق ہونے کے سبب سے حذف کیا گیا تھا لوٹ آتا ہے۔ جیسے اُغْزُنْ پر وقف کریں گے تو کہیں گے: اُغْزُوْا اور أُغْزِنْ پر وقف کریں گے تو کہیں گے اُغْزِیْ۔

(۳) اور نون خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو اس کو حالتِ وقف میں الف سے بدل دیں گے کیونکہ نون کو تنوین سے مشابہت ہے اور تنوین حالت وقف میں الف سے بدل جاتی ہے پس نون خفیفہ بھی بدل جائے گا۔ جیسے اِضْرِبَنْ میں حالت وقف میں کہیں گے اِضْرِبَا: تنوین کی طرح نون الف سے بدل جائے گا۔

اور تنوین کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر اس کے ماقبل فتح ہو تو وہ الف سے بدل جاتی ہے، جیسے أصبتُ خیراً میں حالت وقف میں کہیں گے: أصبتُ خیرَا: اور اگر تنوین سے پہلے ضمہ یا کسرہ ہو تو وہ حالت وقف میں گر جاتی ہے، جیسے أصابنی خیرٌ میں بحالت وقف کہیں گے: أصابنی خَیْرُ/ خَیْرْ اور اِخْتِمْ لی بخیرٍ میں حالت وقف میں کہیں گے: اِخْتِمْ لی بخَیْرْ/ بخیر۔

ترجمہ: نون تاکید: خفیفہ ساکنہ ہے اور مشددہ مفتوحہ ہے غیر الف کے ساتھ ــــــ (قاعدہ) خاص ہوتی ہے فعل مستقبل کے ساتھ امر الخ میں اور بہت کم آتی ہے نفی میں ــــــ (قاعدہ) اور مثبت جواب قسم میں نون تاکید لازم ہے اور إما

تفعلن جیسی مثال میں بکثرت آتی ہے ——— (قاعدہ) اور نون تاکید کا ماقبل مذکر کی ضمیروں کے ساتھ مضموم ہوتا ہے اور واحد مؤنث حاضر کے ساتھ مکسور ہوتا ہے اور ان کے علاوہ میں مفتوح ہوتا ہے، کہیں گے آپ تثنیہ (کے چار صیغوں) میں اور جمع مؤنث میں اِضْرِبَانِّ اور اِضْرِبْنَانِّ اور ان دونوں میں خفیفہ داخل نہیں ہوتی، برخلاف یونس کے ——— (قاعدہ) اور دونوں نون تاکید مذکورہ دو کے علاوہ میں ضمیر بارز کے ساتھ مانند منفصل کے ہیں۔ پس اگر ضمیر بارز نہ ہو تو وہ مانند متصل کے ہیں اسی جگہ سے کہا گیا ہے هل تَرَيِنَّ إلخ ——— (قاعدہ) اور مخففہ حذف کی جاتی ہے ساکن اور وقف کے لئے پس لوٹایا جاتا ہے وہ حرف جو حذف کیا گیا ہے اور جس نون کا ماقبل مفتوح ہو وہ الف سے پلٹ دی جاتی ہے۔

(اللهم اجعل خاتمةَ أمورنا خيراً برحمتك يا أرحم الراحمين وصلى الله على النبى الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين)

مشقی سوالات

(۱) حرف کی تعریف کرو اور بتاؤ حرف کلام کا جزء بننے کے لئے کسی اسم یا فعل کا محتاج کیوں ہے؟

(۲) حروف جر کی تعریف کرو۔ حروف جر کیا ہیں؟ شمار کرو

(۳) مِن کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ مِنْ: زائدہ کہاں ہوتا ہے؟ اس میں کوفیوں اور اخفش کا کیا اختلاف ہے؟ اور قد کان من مطر کی کیا تاویل ہے؟

(۴) إلی کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ حتی کے معانی بھی مع امثلہ بیان کرو، حتی کے اسم ظاہر کے ساتھ خاص ہونے میں کس کا اختلاف ہے؟

(۵) فی کے معانی مع امثلہ بیان کرو

(۶) باء کے چھ معانی مع امثلہ بیان کرو، باء قیاساً اور سماعاً کہاں زائد ہوتی ہے؟

(۷) لام کے معانی مع امثلہ بیان کرو۔ لام بمعنی واو کہاں ہوتا ہے؟

(۸) رُبَّ کے معنی مع مثال بیان کرو، رب کی کیا خصوصیات ہیں؟

(۹) رب: جب ضمیر مبہم پر داخل ہوتا ہے اس وقت اس کے کیا احکام ہیں؟

(۱۰) رب کے ساتھ ما کافہ ملے تو اس وقت اس کے کیا احکام ہیں؟

(۱۱) واوِ رب اور واو قسمیہ کے احوال بیان کرو اور تاء قسمیہ کی کیا خصوصیت ہے؟

(۱۲) باء، واو اور تا قسمیہ میں کون اعم ہے؟ جواب قسم میں کیا حروف آتے ہیں؟ اور جواب قسم حذف کب کیا جاتا ہے؟ مع امثلہ بیان کرو

(۱۳) عن اور علی کے معانی مع امثلہ بیان کرو اور یہ دونوں کب اسم ہوتے ہیں؟

(۱۴) کاف کے معنی مع امثلہ بیان کرو

(۱۵) مذ اور منذ کے معانی مع امثلہ بیان کرو

(۱۶) حاشا، عدا اور خلا کے کیا معنی ہیں مع امثلہ بیان کرو

(۱۷) حروف مشبہ بالفعل کیا ہیں؟ اوران کا یہ نام کیوں ہے؟ اور یہ حروف جملہ میں کہاں آتے ہیں؟

(۱۸) جب حروف مشبہ بالفعل کے ساتھ ما کافہ ملے تو کیا حکم ہے؟

(۱۹) إن اور أن کیا کام کرتے ہیں؟ اور کہاں إن ہوتا ہے اور کہاأن ؟ اور لو لا اور لو کے بعد کون آتا ہے؟

(۲۰) ایسی مثالیں دو جہاں إن اور أن دونوں ہو سکتے ہوں؟

(۲۱) إن اور أن کے اسم کے محل پر رفع کے ساتھ عطف کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور اس کے لئے کیا شرط ہے اور اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اور کیا اسم کا مبنی ہونا ضروری ہے؟ اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اور لکن کا کیا حکم ہے؟

(۲۲) إن اور أن میں سے کس کی خبر پر لام تاکید لانا جائز ہے؟ اور کس کے اسم پر لام تاکید آتا ہے؟ اور کہاں متعلقاتِ جملہ پر لام آتا ہے؟

(۲۳) جب إن کو مخففہ کردیں تو اس کے کیا احکام ہیں؟ اور اس میں کس کا اختلاف ہے؟

(۲۴) أن کو مخففہ کردیں تو اس کے کیا احکام ہیں؟

(۲۵) کأنّ کے معنی بیان کریں اور بتائیں کب اس کو بے عمل کیا جاتا ہے؟

(۲۶) لکنّ کے معنی اور اس کے احکام مع امثلہ بیان کریں

(۲۷) لیت کے کیا معنی ہیں؟ اور فراء کے نزدیک کیا بات جائز ہے؟

(۲۸) لعل کے معنی بیان کریں اور بتائیں کہ اس کے ذریعہ خبر دینا کیسا ہے؟

(۲۹) حروفِ عاطفہ کیا ہیں؟ واو، فاء، ثم اور حتی کے احکام بیان کرو

(۳۰) أو، إمّا اور أم کس غرض کے لئے ہیں؟

(۳۱) أم: متصلہ اور منقطعہ کے احکام بیان کریں

(۳۲) إما کے ذریعہ عطف کرنے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟

(۳۳) لا، بل اور لکنْ کس مقصد کے لئے ہیں؟ اور لکنْ کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۳۴) حروف تنبیہ کیا ہیں۔ ہر ایک کی مثال دیں

(۳۵) حروف ندا کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۳۶) حروف ایجاب کیا ہیں؟ نعم: کیا کام کرتا ہے؟ بلی کس لئے ہے؟ إی کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۳۷) أجل، جَیْرِ اور إن کس کام کے لئے ہیں؟

(۳۸) حروف زیادت کیا ہیں؟ إن کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۳۹) أن کہاں زائد ہوتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۰) ما کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۱) لا کہاں زائد آتا ہے مع امثلہ بیان کریں

(۴۲) تفسیر کے لئے دو حرف کیا ہیں اور أن کس کے ساتھ مختص ہے؟

(۴۳) حروف مصدر کتنے ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۴۴) حروف تحضیض کیا ہیں اور ان کے احکام کیا ہیں؟

(۴۵) حرف توقع کیا ہے اور مضارع میں اس کے کیا معنی ہوتے ہیں؟

(۴۶) استفہام کے لئے دو حرف کیا ہیں؟ اور ان کے احکام کیا ہیں؟ اور ہمزہ کہاں آتا ہے؟

(۴۷) حروف شرط کیا ہیں؟ اور ان کے لئے کیا بات ضروری ہے؟

(۴۸) إن اور لو کیا کام کرتے ہیں اور دونوں میں فرق کیا ہے؟ اور دونوں کے لئے کیا چیز لازم ہے؟

(۴۹) إن اور لو کے لئے فعل لازم ہے اس پر مصنفؒ نے کیا تفریع ذکر کی ہے؟

(۵۰) جب قسم شروع کلام میں حرف شرط سے پہلے آئے تو کیا احکام ہیں؟ مع امثلہ بیان کریں

(۵۱) اگر حرف شرط یا کوئی اور چیز پہلے آئے اور قسم بعد میں آئے تو کیا حکم ہے؟

(۵۲) شروع کلام میں اگر قسم مقدر ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ مع امثلہ بیان کریں

(۵۳) أما کس لئے ہے؟ اور اس کے بعد جو فعل ضروری ہے اس کو اکثر حذف کر کے اس کے عوض میں کیا لاتے ہیں؟ اس میں کیا اختلاف ہے؟

(۵۴) حرف ردع کیا ہے؟ اور اس کے دوسرے معنی کیا ہیں۔ مثال دیں

(۵۵) تائے تانیث ساکنہ کس فعل کے ساتھ ملتی ہے اور کب ملتی ہے؟ اگر مسند الیہ اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل کیسا آئے گا؟

(۵۶) جب مسند الیہ اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ تثنیہ جمع کی علامات ملانا کیسا ہے؟

(۵۷) تنوین کی تعریف کریں اور اس کی پانچوں قسموں کی تعریفات مع امثلہ بیان کریں

(۵۸) علم سے تنوین کب حذف کی جاتی ہے؟

(۵۹) نون تاکید کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کریں اور بتائیں نون تاکید کس فعل میں آتی ہے؟

(۶۰) جواب قسم اگر مثبت ہو تو نون تاکید کا کیا حکم ہے؟ اور إما تفعلن جیسی مثال کا کیا حکم ہے؟

(۶۱) نون تاکید کے ماقبل کا اعراب بیان کریں

(۶۲) نون خفیفہ کے بعد کوئی ساکن حرف آئے تو نون خفیفہ کا کیا حکم ہے؟ اور حالتِ وقف میں نون خفیفہ کا کیا حکم ہے؟ اور نونِ خفیفہ کا ماقبل مفتوح ہو تو کیا حکم ہے؟

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ

﴿ایک عظیم تحفہ، ایک محیر العقول کارنامہ﴾

رحمۃ اللہ الواسعہ شرح حجۃ اللہ البالغہ ـــــ حضرت الامام المجدد الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ عالم اسلام کی ان برگزیدہ علمی شخصیتوں میں سے ہیں جن کی شہرت زمان ومکان کی قیود میں محدود نہیں، وہ اگرچہ ہندوستان میں پیدا ہوئے مگران کی شخصیت تمام عالم اسلام کا سرمایہ ہے۔ ان کی کتابیں اور انکے علوم ومعارف اسلامی تاریخ کا انمول خزانہ ہیں۔ حضرت الامام کی بہت سی کتابیں مختلف موضوعات پر ہیں لیکن حکمت شرعیہ اور فلسفۂ اسلام پر ان کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اپنی نظیر آپ ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے متعدد تراجم ہو چکے ہیں اور بعض بازار میں دستیاب بھی ہیں لیکن ان سے کتاب حل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائیں دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ کو جنھوں نے نہایت محنت کے ساتھ اس کتاب کی شرح لکھی۔ شرح سے علماء، طلباء اور پڑھے لکھے لوگ بھی خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ یہ شرح پانچ جلدوں میں اور تین ہزار چھ سو صفحات میں مکمل ہوئی ہے۔ ظاہری طور پر وہ تمام محاسن کتاب میں موجود ہیں جو ہونے چاہئیں، کتابت روشن اور واضح ہے، کمپیوٹر کتابت ہے، مگر جلی خط ہونے کی وجہ سے ضعیف نگاہ والے بھی بآسانی مطالعہ کر سکتے ہیں۔ کاغذ نہایت اعلی اور قیمتی ہے، طباعت بھی بہت عمدہ ہے، جلد مضبوط، دلکش اور خوب صورت ہے۔ اور قیمت اتنی کم ہے کہ اس ضخامت کی کتاب بازار میں اس قیمت پر دستیاب نہیں۔

نیز حضرت مفتی صاحب نے ایک احسان امت پر یہ بھی کیا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ پر عربی حاشیہ تحریر فرمایا ہے۔ جو دو جلدوں میں طبع ہو گیا ہے۔

مکتبہ حجاز نزد جامع مسجد دیوبند